بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیق کے موتی

2

سید یوسف (بنگلور)

ماہنامہ 'نور ولایت' حیدرآباد دکن

میں شائع شدہ مضامین کا مجموعہ

syedyusufsam92@gmail.com

جناب سید یوسف صاحب (بنگلور)

علمائے سوٗ کی خود فریبی اور انکار حق

سردار الانبیاء ختم المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں رسول اور بندہ بن کر رہوں یا رسول اور بادشاہ بن کر۔ میں نے بارگاہ اقدس میں عرض کیا کہ میں رسول بندہ بن کر رہوں گا۔ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں اس کی نماز قبول کرتا ہوں جو متواضع (فروتنی اختیار کرنے والا) شخص ہوتا ہے ,اور میرے بندوں کے ساتھ تکبر نہیں کرتا اپنے دل میں مجھ سے ڈرتا ہے اور سارا دن میری یاد میں بسر کرتا ہے اور میری خاطر اپنی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے.....حضرت سلیمان علیہ السلام صبح صبح اپنی رعایا کے تونگر حضرات کے احوال معلوم کرتے اور پھر خود مساکین کے زمرے میں بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ مسکین کا یہی ٹھکانہ ہے....حضرت یحیٰی معاذؒ فرماتے ہیں کہ شریف آدمی تقوی و وروع کا مقام حاصل کرتا ہے تو فروتنی اختیار کرلیتا ہے اور کمینہ نیک ہوکر متکبر ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''اعوذ بک من نفخة الکبر'' اے اللہ میں کبر کی ہوا سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ان اقوال حسنہ کو ضبط قلم کرتے ہوئے کیمیائے سعادت میں امام غزالیؒ نے تکبر کے باب میں لکھا ہے کہ 'تکبر کی بعض شکلیں بہت ہی قبیح اور بُری ہیں اور جس پر تکبر ہوتا ہے اس کے فرق سے تکبر میں تفاوت ہوجاتا ہے۔ تکبر یا اللہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے یا رسول کے مقابلے میں یا بندوں کے معاملہ میں۔ پہلا درجہ اس تکبر کا ہے جو اللہ تعالی کے مقابلے میں ہو جیسے نمرود، فرعون اور ابلیس کا تکبر۔ دوسرے ان لوگوں کا تکبر جنھوں نے اُلوہیت کا دعویٰ کیا اور اللہ کی بندگی سے عار محسوس کی ارشاد باریٰ ہے لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَ لَا الْمَلا ئِکَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ (النساء) عیسیٰؑ اور ملائکہ مقربین اس بات سے عار محسوس نہیں کرتے کہ وہ اللہ کی بندگی کریں (بلکہ یہ تو عین مقصد زندگی ہے)

دوسرا درجہ رسول مقبول ﷺ پر تکبر کا ہے جس طرح کفارِ قریش نے کیا اور کہنے لگے کہ ہم اپنے جیسے آدمیوں کی بات نہیں مانیں گے۔ اللہ تعالی نے فرشتہ کو رسول بنا کر ہمارے پاس کیوں نہیں بھیجا اور انسان کو ہی بھیجنا تھا تو کسی صاحب وقار مرد کو کیوں نہ بھیجا یتیم کا انتخاب کیوں کیا؟ وَ قَالُوْ ا لَوْ لا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰی رَ جُلٍ مِنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْم (زخرف) انہوں نے کہا کیوں نہ اتارا یہ قرآن ان دو بستیوں (مکہ وطایف) کے کسی بڑے آدمی پر۔ اس قسم کے کفار دو طبقوں پر مشتمل تھے ایک طبقہ کا تکبر انکے حق میں حجاب بن گیا حتیٰ کے انہوں نے تفکر و تدبر سے کام نہ لیا اور نبوت کو پہچان نہ سکے۔ سَا َصْرِفُ عَنْ اٰیَاتِیِ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ بِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ (الاعراف) وہ لوگ جو زمین میں تکبر کرتے ہیں

انہیں آیات حق کے دیکھنے سے روک دیا جاتا ہے۔ جبکہ دوسرا طبقہ جانتا تھا اور پھر انکار کرتا تھا۔ تکبر کے سبب ان میں اقرار کی طاقت نہ تھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ جَحَدُوْابِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَا ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا (نمل) ان سب نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا، ظلم اور بڑائی کے سبب انکار کر دیا حالانکہ ان کے دلوں کو اس کا یقین تھا۔ اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہ تکبر سے ڈرتے رہتے، حضرت حذیفہؓ کو ایک بار امامت کرنا پڑا تو دوسروی مرتبہ فرمایا تم کسی اور کو امام بنالو کیونکہ میرے ذہن میں آنے لگا ہے کہ شاید میں تم سے بہتر ہوں۔

ہمارا یہ مضمون اُن دوسرے درجے والوں کے خصائل اور تکبر پر مبنی ہے، ایسے لوگ غفلت کا شکار ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے رجوع ہو کر مدد مانگنی چاہیئے ورنہ ہوسکتا ہے وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہو جائیں اور انہیں خبر ہی نہ ہو ارشاد باریٔ تعالیٰ ہے: وَ اَنِيْبُوْآ اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمْ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (زمر) ''اور تم رجوع کرو اپنے پروردگار کی طرف اور اس کی تابعداری اختیار کرو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے پھر تمہاری مدد نہیں ہوگی'' غزالیؒ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ سے حجاب میں جو بدبختی ہے وہ دوزخ سے بھی بدتر ہے'' کہتے ہیں پندار (غرور و تکبر) میں پہلا طبقہ علماء کا ہے ان میں سے بعض اپنی ساری عمر حصول علم میں گنوادیتے ہیں تاکہ بہت علم حاصل کرسکیں لیکن معاملہ اور عمل میں قصور کرتے ہیں اپنے ہاتھ، زبان، آنکھ اور شرمگاہ کو گناہ سے نہیں بچاتے اور سمجھتے ہیں کہ ہم علم میں اس مرتبہ کو پہنچ گئے ہیں کہ ہم جیسوں کو عذاب نہیں ہوگا۔ اور کسی معاملہ میں ہماری گرفت نہیں ہوگی بلکہ ہماری ہی شفاعت پر مخلوق کی نجات کا دارومدار ہے..... جب ان میں تکبر کا اثر پیدا ہوتا ہے تو شیطان ان سے کہہ دیتا ہے کہ یہ تکبر نہیں بلکہ دین کی عظمت ہے۔ جب ان میں رعونیت پیدا ہوتی ہے تو شیطان ان سے کہتا ہے کہ اہل بدعت علماء کی شان وشوکت سے مغلوب ہوتے ہیں، ...... بادشاہوں کے یہاں جاتے ہیں تو کہتے ہیں یہ ظالم کے ساتھ فروتنی نہیں کیونکہ یہ حرام ہے بلکہ اس میں فایدہ ہے کہ مسلمانوں کی سفارش اور ان کی خیر خواہی کا موقع ملتا ہے۔

ایسی ہی خود فریبی جب تب دیکھنے کو ملتی رہتی ہے۔ ۸ جون ۲۰۱۲ کے راشٹریہ سہارا میں مضمون 'قرآن خوانی کی اجرت اور وارثین انبیاء کی ذمہ داری' چھپا ہے اس میں حضرت بریدہؓ سے روایت بیان ہوئی ہے کہ فرمایا رسول ﷺ نے جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے لوگوں سے کھائے۔ قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ محض ہڈی کا ہوگا جس پر گوشت نہ ہوگا۔ یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلب دنیا کے لئے پڑھتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا''۔ اور اس مضمون نگار نے خود کو وارث انبیاء میں شمار کیا ہے کہتے ہیں کہ آج ہم وارث انبیاء اللہ کی مقدس کتاب کو ہدایت کے لئے نازل کیا گیا تھا جس کے نزول کا مقصد لوگوں کو اللہ کے حقوق سے واقف کرانا تھا او خود کو اپنے ایک

دوسرے کے حقوق جاننے کے لئے اتارا گیا تھا......کیا ہم اس کتاب کو اس مقصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں ۔ساتھ میں اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ حقیقت میں ہم وارث انبیاء نہیں بلکہ دشمنان انبیاء ہیں.... اور شیطان کے ہمنوا ضرور ہو چکے ہیں۔

حضرت ابوالحسن قرقانیؒ فرماتے ہیں''علماء کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ وہ وارث انبیا ہیں دراصل اولیاء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں کیونکہ اولیاء کو علم باطن حاصل ہوتا ہے اور حضورﷺ کے اکثر اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں مثلاً فقر وسخا امانت ودیانت وغیرہ۔

ایسا پہلی بار نہیں ہے کئی لوگوں نے خود کو ایسا سمجھا ہے۔مودودی کے پیش کردہ نظریات اسلام کو ہی لیجیے کوئی راسخ العقیدہ مومن تو انہیں قبول ہی نہیں کرسکتا' البتہ ان کے سیاسی وحکمرانی کے ارادوں سے ضرور مطلع ہوسکتا ہے۔ پہلے ہم مودودی کے مذہبی وسیاسی ذہنی سطح کا جایزہ لے لیں ۔تجدید واحیائے دین نامی کتاب میں لکھا ہے کہ ''مہدویت دعویٰ کرنے کی چیز نہیں' کر کے دکھانے کی چیز ہے'' اور لکھا ہے کہ (مہدی کو) خود بھی اپنے مہدی ہونے کی خبر نہ ہوگی' اس کی موت کے بعد اس کے کارناموں سے دنیا کو معلوم ہوگا کہ یہی (مہدی) تھا' وہ! خلافت منہاج النبوۃ پر قایم کرنے والا جس کی آمد کا مژدہ سنایا گیا تھا۔یعنی مودودی کا کہنا یہ ہے کہ وہ خود مہدی ہے مگر اس کی موت کے بعد دنیا کو معلوم ہوگا کہ وہ مہدی تھا۔اس ارادے کا اظہار آگے چل کے کر بھی دیا ہے۔

مہدی کے کام کی نوعیت کا جو تصور میرے ذہن میں ہے' مجھے اس کام میں کرامات وخوارق' کشوف' الہامات اور چلّو ں اور مجاہدوں کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ انقلابی لیڈر کو دنیا میں جس طرح شدید جدوجہد اور کشمکش کے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے انہیں مرحلوں سے مہدی کو بھی گزرنا ہوگا (جیسے مودودی نے گزارے) وہ خالص اسلام کی بنیادوں پر ایک نیا مذہبِ فکر School of thoughts ذہنیتوں کو بدل دیگا' ایک زبردست تحریک اٹھائے گا جو بیک وقت تہذیبی بھی ہوگی اور سیاسی بھی' جاہلیت اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اسے کچلنے کی کوشش کرے گی مگر بالآخر وہ جاہلی اقتدار الٹ کر پھینک دے گا اور ایک ایسا زبردست اسلامی اسٹیٹ قایم کریگا.........اسلام تمام دنیا کے افکار' تمدّن اور سیاست پر چھا جانے والا ہے تو ایسے ایک عظیم الشان شخص کی پیدایش بھی یقینی ہے......جب خدا کی اس خدائی میں لینن اور ہٹلر جیسے ایمہ ضلالت کا ظہور ہوسکتا ہے تو آخر ایک امام ہدایت ہی کا ظہور کیوں مستبعد ہو؟

اندازہ ہوگیا ہوگا کہ مذہب کی سیڑھی پر پیر رکھ کر دنیا میں حکمرانی کا خواب کس طرح دیکھا گیا ہے۔ چلئے انہوں نے خود کو لینن جیسے دہریے اور اور ہٹلر جیسے ڈکٹیٹر کی صف میں خود کو کھڑا کرنے کی سعی تو کرلی ورنہ دوسروں کو ان کے ارادوں سے واقف کرانے اور ثابت کرنے میں بڑی پریشانی ہوتی۔

مزید براں اس سلسلے میں محمد یوسف لدھیانوی کی کتاب 'اختلاف امت اور صراط مستقیم'' میں انہوں نے میں لکھا ہے کہ'' مولانا (مودودی) کے نزدیک اسلام ایک سیاسی تحریک کا نام ہے(لا دین الالسیاسة) اس لئے کہ وہ کسی بڑی سے بڑی عبادت کو اس وقت تک کوئی اہمیت نہیں دیتے جب تک کہ وہ سیاسی تحریک کے لئے مفید نہ ہو اس لئے وہ بات بات پر عبادات کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اس طرح مودودی نے عظمت امام مہدی کو عامیانہ اور سطحی مذاق کا ہدف بنایا ہے کیا ایسے پوہڑ پن اور بھونڈے مذاق کا انسان کسی تحریک کا رہنما کہے جانے کا مستحق ہے؟ چہ جا یکہ اس کے مرنے کے بعد اسے لوگ مہدی مان لیں۔ محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے کہ' میں کسی طرح یقین نہیں کر پاتا کہ ایسی سوقیانہ افسانہ طرازی کسی عالم دین کے قلم سے بھی نکل سکتی ہے۔ مگر مولانا (مودودی) کو اہل اللہ کی شکل وصورت سے جو نفرت ہے اور ان کے اعمال و اشغال سے جو بغض و عداوت ہے اس نے انہیں غیر سنجیدہ مذاق پر مجبور کر دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مولانا کی ذات گرامی میں آخر کس چیز کی کمی ہے؟ یہ ساری باتیں جو مولانا نے ''الامام المہدی'' کے لئے لکھی ہیں (کہ مہدی ایک ماڈرن سیاست دان اور لیڈر ہوگا) ایک ایک کر کے ماشاءاللہ خود مودودی میں پائی جاتی ہیں' وہ خدا کے فضل سے جدید ترین طرز کے لیڈر بھی ہیں' تمام علوم جدیدہ میں ان کو مجتہدانہ بصیرت بھی حاصل ہے' زندگی کے سارے مسائل مہمہ پر نہ صرف ان کی نظر ہے بلکہ ایک ایک مسئلہ پر ان کے قلم نے لکھ لکھ کر کاغذوں کا ڈھیر لگا دیا ہے۔ اور سیاسی تدبر کی ساری باتیں بھی انہوں نے ذہن سے کاغذ پر منتقل کر دی ہیں۔ آخر کیا بات ہے کہ الامام المہدی کے بارے میں ذکر کردہ ساری صفات کے ساتھ متصف ہونے کے باوجود ان کی تحریک (جماعت اسلامی) کاغذی گھوڑے دوڑانے سے آگے نہیں بڑھ سکی؟

حضرت عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ نے شواہد النبوہ میں حضور ﷺ پر ایمان نہ لانے اور تصدیق نہ کرنے والوں کے بارے میں لکھا ہے کہ: ایک جماعت ایسی ہے جو آنحضرت ﷺ کے معجزات وتصدیق کے متعلق ہمیشہ سننے کے باوجود دولت تصدیق وایمان سے بہرہ مند نہیں ہوتی وگرنہ تصدیق وایمان سے بہرہ مندی کے بعد حضور ﷺ کے تمام معجزات کا مشاہدہ ان کے یقین وایمان کا موجب بنتا۔ ان میں سے بعض ایسے تھے جن میں سے صفت مناسبت مٹ چکی تھی اور نور جنسیت ختم ہو چکا تھا۔ ہر چند ان کے سامنے معجزات وآیات پیش کے گئے لیکن وہ عداوت وعناد اور تکبر وغرور کے رستے پر ہی گامزن رہے۔ ایسے لوگوں میں قبیلہ قریش کے بڑے بڑے لوگوں کی ہے جو ازارہ تحکم آپ ﷺ سے معجزات طلب کرتے تھے اور مشاہدہ کے بعد کہہ دیتے کہ یہ جادو اور شعبدہ بازی ہے۔ اور اس مشاہدہ سے محض ان کی بدبختی وشومئ قسمت ہی میں اضافہ ہوا اور انہیں لوگوں سے ملحدوں اور زندیقوں

کی ایک جماعت پیدا ہوگئی جو کہ صدیوں سے ...تکبر وغرور کی راہ پر چلتی آئی ہے۔(شواہد النبوہ)

۱۰ جون ۲۰۱۲ کے راشٹریہ سہارا میں پروفیسر اختر الواسع کا مضمون 'ریشمی رومال تحریک کے ۱۰۰ سال' میں اس کے تمام ثبوت وشواہد ہیں۔لکھا ہے کہ''1857 میں مسلمانوں کے سیاسی زوال پر آخری مہر لگ جانے کے بعد اس کی خاکستر سے اٹھنے والی چنگاریوں نے مسلمانوں میں دو طرح کے رجحانات کو فروغ دیا۔ایک سر سید احمد خاں کا' جو انگریزوں کے ساتھ تعامل وتعاون کے ذریعہ اس مقام تک پہنچنا چاہتا تھا جہاں سے وہ آزادی وخود مختاری کا مطالبہ کر سکے۔دوسرا طبقہ قاسم نانوتوی اور دیگر علمائے دیوبند کا جو انگریزوں سے ہر طرح سے قطع تعلق رکھتے ہوئے انہیں اقتدار سے بیدخل کرنے کا خواہاں تھا۔چنانچہ اس نے ہر طرح کی سیاسی وسرکاری سرپرستی اور اثر سے آزاد ایک ایسے تعلیمی نظام اور روایت کی داغ بیل ڈالی جس کا پیش خیمہ دارالعلوم دیوبند تھا۔

مدارس کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے حریت وآزادی کے جذبے کو کبھی سرد پڑھنے نہ دیا۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہماری جدوجہد آزادی کے بڑے مسلم رہنماء ہی نہیں بلکہ ہمارے سیاسی رہنماؤں کے بہت بڑی اکثریت کا تعلق انہیں بوریہ نشین علماء اور ان کی تعلیمی روایت سے تھا۔بظاہر سیاسی نہ رہتے ہوئے بھی آزادی کی سیاست کا گڑھ بنے رہنا ہماری مدارس کی روایت کا امتیاز ہے۔دیو بند ایک علامتی اصطلاح ہے جو ہندوستانی مسلمانوں میں اس رجحان کے لئے استعمال ہوتی ہے۔(یہی رجحان نے بعد میں طالبان کو جنم دیا اور وہابیت کے ذریعہ مسلمانوں کا خون ناحق بہایا اور! آج بھی بہایا جارہا ہے جس کی ابتداء صحرائے نجد سے ہوئی تھی)مولانا محمود الحسن دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب العلم تھے بعد میں انہوں نے مدرسی اور صدر مدرس کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔اور انہوں نے دارالعلوم دیوبند کو اپنے فکر وعمل سے ایک ایسے مرکز میں تبدیل کر دیا جہاں علوم وفنون کی تعلیم وتدریس کے ساتھ جدوجہد آزادی کی آبیاری کی جاتی تھی (مطلب خالص مذہبیت اور للّٰہیت دارالعلوم دیوبند کی بنیاد کی وجہ نہیں تھی)

وہ (محمود الحسن) آزادی کی صبح تک مدرسے کی چہار دیواری کے اندر بیٹھے رہنے اور انتظار کرنے کے قایل نہ تھے بلکہ میدان عمل میں نکل کر اپنے عوان وانصار کے ساتھ آزادی کی جدوجہد کو کامیابی سے ہم کنار کرنے میں اپنا عملی تعاون بھی پیش کرنا چاہتے تھے۔اس مقصد کے لئے مولانا محمود الحسن نے عام طلبہ سے ہٹ کر اپنے مخصوص شاگردوں کی اس مقصد کے لئے وقف ایک ٹیم بھی تیار کی جس کے روح رواں مولانا عبیداللہ سندھی اور عبدالرحیم انصاری وغیرہ تھے (اور اس طرح طالبان اور بدنام زمانہ اسلامی دہشت گردی کی بنیاد پڑی جس نے دنیا میں اسلام کے دشمنوں کو دہشت گرد مذہب قرار دینے کا بھرپور موقع ملا' جبکہ حالات اور شہادتیں بتا رہی ہیں کہ دیوبند کا تعلق سیاست اور حکومت

سے تھا، نہ کہ اسلام سے)

مفتی محمد تقی عثمانی نے نقوش رفتگان کے صفحہ ۸۹ پر لکھا ہے کہ ''..... جہاں آزادیٔ ہند کے لئے علمائے دیوبند کا ذکر آتا ہے وہاں مجاہدین (ہندوستان کی آزادی کے) فہرست میں مولانا عبیداللہ سندھی کا نام بھی شامل ہے۔لیکن مولانا عبیداللہ سندھی کے نظریات میں دینی اعتبار سے وہ تصلب نہ تھا جو علماء دیو بند کا طرہ امتیاز رہا ہے۔اسی لئے وہ بعض عقاید واحکام میں وقتاً فوقتاً جادۂ اعتدال سے ہٹ جاتے تھے۔.........ایک مرتبہ انہوں نے کسی ایسے نظریہ کا اعلان کردیا تھا جو جمہور علمائے امت کے خلاف تھا........آخری دور میں انہوں نے پھر بعض ایسے نظریات کی تبلیغ شروع کردی جو جمہور علمائے امت کے خلاف، بلکہ نہایت خطرناک اور زایغانہ تھے۔اسی طرح شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ اسمعیل نے اپنے ماننے والوں کی جماعت کے ساتھ پشتون پاکستان میں اپنی نام نہاد اسلامی حکومت کا دعوی کیا تھا اور خود امیرالمومنین کا لقب اختیار کرلیا مگر لوگوں نے ان کی اس مملکت کی طرف توجہ بھی نہ دی۔

دیوبندی، تبلیغی، جماعت اسلامی اور وہابی خود کو کتنا ہی دیندار اور مذہبی سمجھ لیں تاریخی مذہبی و عقائدی شہادتیں گواہ دے رہی ہیں کہ ان کے اعزایم سیاسی ہیں ایمانی نہیں۔یہاں ان باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا کہ رسول اکرم ﷺ کے دور کے بعد دنیا کو دین کے ذریعہ حاصل کرنے کا طریقہ دشمنان اسلام کا رہا ہے۔مسیلمہ کذاب نبوت کا منکر تھا بلکہ اس کا دعویٰ تھا کہ اسے حضور ﷺ کے ساتھ شریک نبوت کیا گیا ہے۔اس نے آپ ﷺ کو لکھا تھا کہ ''مسیلمہ رسول اللہ (کذاب) کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف آپ پر سلام ہو۔آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں (تاریخ طبری جلد۲ صفحہ ۳۹۹) اور مسیلمہ کذاب کے ہاں جو اذاں دی جاتی اس میں **اشهد ان محمد الرسول الله** کے الفاظ کہے جاتے تھے بنوحنفیہ کے لوگ اس لئے غلط فہمی میں مبتلاء ہو گئے اور اس پر ایمان لے آئے کہ اس نے خود کو حضور ﷺ کی رسالت میں شریک کردیا تھا۔یعنی متاع دنیا یا حکومت، جاہ وحشمت کے دلدادہ لوگوں نے مذہب و دین اسلام اور اس کی تعلیمات کی آڑ میں اپنے مکر و فریب سے دنیا حاصل کرنے کی کوشش ہر زمانے میں کی ہے۔

ایسے لوگوں کو جب اپنے حسب منشاء دنیا میں کامیابی نہیں ملی تو جھنجلا کر مذہب اسلام کی بنیادی اساس پر ہی سیدھا حملہ کردیا۔ان کی کفریہ دشنام طرازیاں ملاحظہ ہوں جسے سادہ لوح لوگوں نے دین و مذہب سمجھ لیا ہے۔

۱) جس کا نام محمد یا علی ہو وہ کسی چیز کا مختار نہیں، نبی اور ولی کچھ نہیں کر سکتے (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۱ اسماعیل دہلوی)

۲)   امتی بظاہر عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے(قاسم نانوتوی ص۵ تحذیرالناس)
۳)   دیوبند کے علماء نے حضور اکرم (ﷺ) کو پل صراط پر سے گرنے سے بچالیا(بلغۃ الحیر ان ص ۸حسین علی دیوبندی)
۴)   لا الٰہ الا اللہ اشرف علی (تھانوی) رسول اللہ اور الھم صلی علی سیدنا ونبینا اشرف علی کہنے میں تسلی ہے کوئی خرابی نہیں (رسالہ الامداد صفحہ ۳۴'۳۵ اشرف علی تھانوی)

ان کی دریدہ ذہنی دیکھئے لکھا ہے کہ''یہ بات بھی قابل پہچان ہے کہ (ہر چیز اللہ تعالی کے حکم سے پیدا ہونے کی وجہ سے اس کا کلمہ ہے) تاہم یہاں خصوصی طور پر حضرت عیسیٰؑ کو''اللہ تعالی کا کلمہ کہا گیا ہے (بتانا یہ مقصود ہے کہ محمد عبدالوہاب نجدی اور وہابی' توحید کی بات کر کے اللہ کا کلمہ ہو چکے ہیں۔ (سوال یہ ہے؟ کہ ختم رسالت کی توہین اور تضحیک کر کے یہ کیا ہوئے کہنے کی ضرورت نہیں) انکا کہنا ہے کہ انبیاء کرام بھی اس کلمہ (**لا اله الاالله**) کی فضیلت کے جاننے کے محتاج تھے (اورصرف وہابیوں نے اس کی فضیلت کو جانا ہے) (سید مجتبیٰ سیعدی)

حضورﷺ کا ادب ولحاظ مقام ومرتبہ کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں''**لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُم بَعْضًا**(سورہ نور ۶۳) مومنو پیغمبر کے پکارنے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔اور سورۂ حجرات میں ہے کہ''**یا ایها الذین آمنو ا لا ترفعو ا اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجهرو اله بالقول کجهرو بعضکم بعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون** (الحجرات۲) اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کرو اور ان کے سامنے بات زیادہ اونچی آواز سے نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے اونچا بول لیتے ہو'ورنہ اندیشہ ہے کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں محسوس بھی نہ ہو۔

اب ان بدبختوں کی گستاخی اور دلیری دیکھئے تمام حدوادب بالائے طاق رکھدیا۔اور اس پر ان کے ہمنواؤں اور ان عقیدت مندوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان والے ہیں۔

۵)   جو خصوصیت نبی کریم کی ہے وہی دجال کی ہے(نعوذ باللہ) (آب حیات ص۱۶۹ قاسم نانوتوی)
۶)   نبی کا ہر جھوٹ سے پاک اور معصوم ہونا ضروری نہیں (تصویۃ العقاید ص۲۵ قاسم نانوتوی)
۷)   نبی کی تعریف صرف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی کمی کرو(تقویۃ الایمان و۳۵'۶۱)
۸)   لفظ رحمۃ اللعالمین' رسول اللہ (ﷺ) کی صفت خاصہ نہیں ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں کو بھی رحمۃ اللعالمین کہہ سکتے ہیں (فتاوی رشیدیہ ص۱۲ رشید احمد گنگوہی)

رسول ﷺ فرماتے ہیں''**ایکم مثلی یطعمنی ربی و یسقنی**''تم میں سے کون میری

طرح ہوسکتا ہے میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ''اور اے نبی ﷺ ہم تم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے'' اور رشید گنگوہی کا کہنا ہیکہ رحمت اللعالمین حضور ﷺ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ یا گنگوہی کو بھی رحمت اللعالمین کہنا چاہیے۔ تو کیا گنگوہی کو بھی وحی آتی تھی ؟ کیونکہ اس کے بعد والی آیت میں رحمت اللعالمین کی صفت خاص کے بعد اللہ یہ فرما رہا ہے کہ ''کہدو کہ مجھ پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے'' تو کیا گنگوہی بھی اس صفت سے بھی متصف تھا؟ (نعوذ باللہ)

۹) خاتم النبین کا معنی آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے، علم والوں کے نزدیک یہ معنی درست نہیں (تحذیر الناس ص۳ قاسم نانوتوی)

قاسم نانوتوی کا کہنا ہے کہ امت مسلمہ کہتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبین ہیں۔اور عالم (قاسم نانوتوی جیسے عالم) حضور ﷺ کو خاتم النبین نہیں سمجھتے' یا یہ بھی نبوت کے حقدار ہوسکتے ہیں یا ان کو بھی رحمۃ اللعالمین کہا جاسکتا ہے (نعوذ باللہ) اسی لئے انہوں نے اپنے ماننے والوں پر نبوت کو جاری وساری کر کے (جاہل' گنوار' بدبخت) لوگوں پر نبیوں والا کام سونپ دیا ہے۔

زباں سے کرگیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تونے (اقبالؔ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ''اگر آدمی یہ ''نہ'' سمجھے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلم نہیں۔اگر وہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا میں پیغمبر ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔(جلد۲ص۲۶۳)

۱۰) دیوبند کے شیخ التفسیر مولوی احمد لاہوری نے لکھا ہے کہ ''مرزا احمد قادیانی اصل میں نبی ہی تھے لیکن میں نے ان کی نبوت کشید کرلی اور یہ نبوت اب مجھے وحی کے فائدوں سے نوازرہی ہے (تجلی دیوبند ۱۹۵۷)

شان نبوت' اس کے تقدس اس کے مقام ومرتبہ کا ان لوگوں نے بھدا مذاق بنادیا ایسا کرنے کی جرأت یہود ونصاری بھی نہ کرسکے تھے۔کیا یہ عالم دین اور مبلغ دین ہیں؟ آج سے کچھ عرصہ پہلے تک انہوں نے عام مسلمانوں کو یہ باور کرادیا تھا کہ بس یہی مومن ہیں باقی سب بدعتی۔لیکن آج انکی بہت ساری کتابیں بازار میں دستیاب ہیں جن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مومن تو کیا مسلمان کہلانے کے بھی مستحق نہیں ہیں۔

۱۱) حضور اکرم ﷺ مرکر مٹی میں مل گئے (تقویۃ الایمان اسماعیل دہلوی) اور رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں اسماعیل دہلوی کے تمام اقوال اعمال اور تحریروں کو جایز قرار دیا ہے۔

ان بدبخت جملوں کا جواب مدارج النبوہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ

''اگر چہ حدیث نبوی کے مقتضیٰ بموجب عام مومن کی قبر میں وسعت وکشادگی منتہائے نظر تک ہوتی ہے ۔تو سردار الانبیاء سید اہل صفا ﷺ کی قبر انور شریف کی جگہ کا کیا اندازہ ۔حدیث میں آیا ہے کہ 'انبیاء علیہا السلام کو چالیس دن بعد قبر انور میں نہیں رکھتے اور حدیث میں ہے کہ حق تعالی کے نزدیک اس سے بزرگ تر ہوں کہ تین دن کے بعد مجھے قبر انور میں رکھے ۔اس سے ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہ السلام اپنی قبروں میں حیات کے ساتھ مذکورہ مدت کے قطعی طور پر اقامت گزیں نہ ہوسکیں؟ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: حق تعالی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہ السلام کے اجساد مقدسہ کو کھائے......

مفتی محمد فیض احمد اویسی نے شرح الصدور السیوطی کی تقریظ میں لکھا ہے کہ'' عوام نے موت مٹنے کو سمجھ رکھا ہے ۔حالانکہ یہ عقیدہ کفار مکہ کا تھا'' کما قال اذا متنا و کنا ترابًا (کیا ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں گے) اہل اسلام کے نزدیک روح کا جسم سے خروج کا نام موت ہے پھر روح جہاں بھی ہو رابطہ رہتا ہے۔'' اور یہ بھی لکھا ہے کہ'' ہمارے دور میں معتزلہ (فرقہ) کو عوام بہت کم بلکہ بالکل نہیں جانتے ۔خواص (علمائے کرام ومشائخین عظام) کو ان کا اور ان کے عقائد کا علم ہے ۔لیکن اس فرقہ (معتزلہ) کا نام ونشان تک ختم ہے ۔البتہ ان کے عقاید ومسائل کو ہمارے دور میں مختلف عنوانات سے زندہ کیا جارہا ہے ۔منکرین حدیث، اور نیچری بالخصوص وہ دیگر جدید فرقے انہیں معتزلہ وخوارج کی یادگار ہیں ۔وہابی، دیوبندی اور ان کی تمام شاخیں انہیں خوارج ومعتزلہ کی نشانیاں ہیں ۔

۱۲) ''دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد (حضور ﷺ کو علم الغیب کا ہونا) بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (ﷺ) ہی کی کیا تخصیص (خصوصیت) ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنوں (دیوانہ) بلکہ جمیع حیوانات و بہایم (جانور اور چوپائے) کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان صفحہ ۱۳۔اشرف علی تھانوی)

دریدہ ذہنی بد باطنی اور بدزبانی کی اس زیادہ کیا مثال ہوسکتی ہے ۔وہابیت کی اس بے دینی کے لئے بس اتنا کافی ہے کے آپ ﷺ کو معراج میں وہ دکھایا گیا جو کائنات میں یا ہستی عالم میں کسی کو نہیں دکھایا گیا۔انسان تو کجا کسی مخلوق نے بھی قدرت الٰہیہ کے وہ نظارے وہ خلائق نہیں دیکھے جو آپ ﷺ سے پہلے یا بعد کسی نبی مرسل یا ملائکہ مقرب نے دیکھیں ہوں حتیٰ کہ جبریل امین علیہ السلام جو کائنات کی پیدائش سے ستر ہزار سال پہلے سے نور محمد ﷺ کو دیکھ چکے تھے وہ بھی سدرۃ منتہٰی سے آگے نہ بڑھ سکے ۔بایں ہمہ حضور ﷺ نہ صرف آگے بڑھے بلکہ عرش اعظم پر آپ ﷺ کو خالق کونین نے خوش آمدید کہا۔یعنی تخلیق خلایق سے پہلے یا بعد وہ کسی نے نہیں دیکھا جو حضور ﷺ نے دیکھا۔یا خلایق عالم کے کمالات کی آپ ﷺ پر تکمیل کر دی گئی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُم

وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط ''(سورۃ المائدہ آیت۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔'' اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں''یعنی تمام طریقے ادیان' مذاہب' خیالات' کمالات' احساسات' سوچ' تفکر' تدبر کی تکمیل کا مرجع ومرقعہ آپ ﷺ ہی کی ذات اقدس ہے۔اس سے بڑھ کر علم الغیب کے مشاہدے کے کیا کیفیت ہوسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوان پر جو آپ ﷺ کے مقام ومرتبہ اس قدر گھٹا کر پیش کرتے ہیں۔کے علم غیب کی برابری زید وعمر' صبی ومجنوں بلکہ جمیع حیوانات سے کرتے ہیں۔جبکہ حضور ﷺ کو الانسان کامل کہا گیا۔

آج خدا کا ایک باغی اور منکر بھی آسمانی وسعتوں میں جھانک رہا ہے اس کی حقیقتوں کی پہچان بتا رہا ہے اور دنیا کو آگاہ کر رہا ہے۔اور وہابیوں نے حضور ﷺ کو علم غیب کا نہ ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی پیٹھ پیچھے کا علم نہیں تھا۔''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' میں اپنے پیچھے بھی اس طرح دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے اور سامنے کی چیزیں دیکھ رہا ہوتا ہوں۔اس لئے تم اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو اور اپنے رکوع وسجود اچھی طرح کرلیا کرو'' (مسند امام حنبل ۸۲۳۸)

اب ذرا مودودی کی شان رسول ﷺ میں گستاخیاں بھی دیکھ لیجیے۔''ہر شخص خدا کا عبد ہے مومن بھی اور کافر بھی جس طرح ایک نبی اسی طرح شیطان رجیم بھی۔(رسایل ومسایل' صفحہ ۳۱)

انبیاء بھی انسان ہوتے ہیں اور کوئی انسان بھی اس پر قادر نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت اس بلند ترین میعار قائم رہے جو مومن کے لے مقرر ہے۔بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے۔(ترجمان القران صفحہ ۳۴)

انبیائے کرام علیہ السلام رائے اور فیصلے کی غلطی بھی کرتے تھے۔(ترجمان القران ص ۱۵۸)

ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں''خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِم غِشَاوَةٌ اور مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔جیسا کہ ابو جہل ملعون کے بارے میں خبر دی تھی''كَمَنْ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا اس کی حالت اس شخص کی طرح ہے جو ظلمتوں (اندھیروں) میں گھرا ہوا ہے کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتا۔اب ان کی دیکھا دیکھی ہر فرقہ اور مسلک کے لوگ شان رسول ﷺ میں گستاخی کرنا عالم دین ہونا مان لیا ہے۔اور ہذیان بکنے لگے ہیں۔

سورہ توبہ آیت ۱۰۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ''اور ان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس

غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچایں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں ....اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھا مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں اور آیت ۱۰۸ میں فرمایا تم اس مسجد میں جا کر کبھی کھڑے بھی نہ ہونا (چہ جا یکہ اس جگہ جا کر نمازیں پڑھو اور عبادت کرو)

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست پست بہر دستے نشاید داد و دست
چونکہ بہت سے شیطان انسانی چہرے کے ہیں اس لئے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ پکڑانا چاہے
(مولانا روم)

ان تمام حقایق کو یہاں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس مقام رسالت کا کوئی لحاظ نہیں ہے وہ مقام ولایت کی اہمیت اور ضرورت کو کیا پہچانیں گے یا سمجھ پائیں گے۔انہوں نے دینی علم صرف اس لئے حاصل کیا ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے پیٹ جہنم کی آگ سے بھریں اور دنیا اور متاع دنیا کو زیادہ سے زیادہ حاصل کریں اور دین کے پیشوا بن کر لوگوں پر حاکم بنیں اور امت رسولﷺ کا استحصال کریں۔علامہ ذہلان نے الدار السنیہ صحیحین سے حدیث شریف نقل کی ہے کہ"فرمایا رسولﷺ نے مشرق سے ایک گروہ ظاہر ہوگا جو قرآن کی تلاوت کر رہے ہونگے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔یہ گروہ روز قیامت تک ترقی کرتا رہیگا اور یہی لوگ دجال کی ترقی کا سبب بھی بنیں گے۔ان کی پہچان یہ ہیکہ وہ ایک حلقے میں بیٹھے ہونگے"وَ ذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (سورہ انعام ۷۰) انہیں چھوڑ دیجیے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے۔اور دنیا کی زندگی (مال ومتاع) نے مغرور کر دیا ہے۔متاع دنیا یعنی دولت، شہرت، عزت، علم، مشیخیت، پیشوائی ہی تو ہے

علامہ ابن سیرین نے نعیم بن حمادؒ کے حوالے سے قول نقل کیا ہے کہ"**عن ابن سیرین قبل له المهدی خیراو ابو بکر و عمر رضی الله عنهما ؟ قال هوا خیر منهما و بعدل بنبی** (کتاب الفتن ص ۲۵۰)

علامہ ابن سیرین سے پوچھا گیا کہ امام مہدیؑ زیادہ بہتر ہیں یا حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما؟ تو ابن سیرین نے کہا کہ امام مہدیؑ ان دونوں سے زیادہ بہتر ہیں اور نبی کے برابر ہیں۔

علامہ سیوطیؒ نے الحاوی الفتاوی جلد ۲ صفحہ پر نقل کیا ہے جن میں ایک روایت ضمرہ کی سند سے ابن سیرین سے یوں منقول ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔"جب فتنوں کا زمانہ آجائے گا تو تم اپنے گھروں میں بیٹھ جانا یہاں تک کہ تم حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ بہتر آدمی کے آنے کی خبر کا سن لو۔لوگوں نے پوچھا کہ کیا حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی افضل کوئی شخص آئے گا؟ تو فرمایا کہ وہ تو بعض انبیاء پر فضیلت رکھتا ہوگا۔(الحاوی المفتاوی جلد ۲ صفحہ ۹۲)

سید برزنجیؒ نے علامہ سیوطیؒ کی تحقیق نقل کر کے اپنی تحقیق یوں رقم کی ہے "تحقیقی بات یہ ہے کہ باہمی فضیلت کی جہات مختلف ہو سکتی ہیں, اس لئے ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم کسی ایک فرد کو مطلق فضیلت دے دیں, ہاں! اگر حضورﷺ ہی کسی کو کلی فضیلت دے دیں تو اور بات ہے، ورنہ درست نہیں' کیونکہ ہر مفعول میں کسی نہ کسی جہت سے کوئی ایسی اضافی چیز پائی جاتی ہے جو افضل میں نہیں ہوتی........ امام مہدیؑ کی فضیلت پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ حضورﷺ نے ان کو "خلیفۃ اللہ" فرمایا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کو زیادہ سے زیادہ "خلیفۃ الرسول اللہ" کہا جاتا ہے (الاشاعہ ص ۲۳۸)

فتوحات مکیہ باب ۳۶۶ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے مہدیؑ کے باب میں فرمایا ہے کہ 'جب یہ امام نکلیں گے تو خصوصاً فقہا کے سوائے ان کا کھلا دشمن کوئی نہ ہوگا۔ کیونکہ فقہا کی حکومت باقی نہیں رہے گی' جب مہدیؑ ان کے مذہب کے خلاف کریں گے تو وہ یہ سمجھیں گے کہ ان کا ہر حکم گمراہی پر مبنی ہے۔ اس وجہ سے فقراء کا یہ اعتقاد ہوگا کہ اجتہاد کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور پھر ان آیمہ کے بعد پھر کسی کو اجتہاد کا درجہ نہیں ملیگا۔ اگر مہدی کے ہاتھ میں اللہ کی تلوار نہ ہوگی تو فقیہا ان کے قتل کا فتوی دیتے' نیز فتوحات میں ہے کہ مہدیؑ کے زمانے میں بہت مذہب ہونگے اور مہدیؑ اجتہاد واستدلال سے حکم نہیں کریں گے بلکہ مہدیؑ اپنے اس کشف ویقین کے ذریعہ سے حکم کریں گے جو آپؑ کو نبیﷺ کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہوگا۔ (جواہر التصدیق)

حضرت امام مہدی اپنی سیرت' اور اخلاق میں حضورﷺ کے مشابہ اور مماثل ہونگے کیونکہ وہ حضورﷺ کی اولاد میں سے ہونگے۔ صاحب مظاہر حق جدید نے جلد ۵ صفحہ ۳۷ میں حدیث " لا تھذب الدنیا" کے تحت فرمایا ہے کہ " حضورﷺ کے مذکورہ بالا ارشاد گرامی میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حضورﷺ کے ساتھ ان (مہدیؑ) کا تعلق صرف نسبی اور نسلی نہیں ہوگا بلکہ روحانی اور شرعی بھی ہوگا۔ یعنی ان کا طور طریقہ اور ان کے عادات ومعمولات حضورﷺ کے طور طریقے اور آپﷺ کے عادات و معمولات کے مطابق ہونگے" (اسلام میں مہدی کا تصور) منکرین مہدی یا فی زمانہ وہ لوگ جو مہدیؑ کی آمد یا بعثت کے منکر ہیں ان میں عبیداللہ سندھی' ڈاکٹر اقبال اور سرسید احمد خاں کا نام ہے۔ ان کے علاوہ وہابیہ کا وہ طبقہ جو راست طور پر وہابیت سے ملحق ہے مگر! خود کو اہل سنت کہتا ہے وہ مہدی کا کھلے لفظوں میں انکار تو نہیں کرتے لیکن تمام احادیث مہدی کو غریب اور ضعیف قرار دے کر مہدی کے تشخص کو مشکوک بنا دیتے ہیں جیسا کے ان کی ذہنیت ہے کہ اگر کسی بات کو سمجھا نہیں سکتے تو عوام کو کنفیوز کر دو یا مغالطہ میں ڈال دو جیسے صدیقی کاندھلوی نے اپنے کتابچہ عقیدہ ظہور مہدی میں کیا ہے۔ ان کے جواب میں وہ لوگ جو منتظر مہدی ہے کہتے ہیں کہ " پہلی بات تو یہ ہے کہ عقائد واعمال شرعیہ کا اصل مدار اور سرچشمہ دو چیزیں

صرف ایک نیا فرقہ وجود میں آیا بلکہ اس نے اپنے پیروؤں میں ایک تازہ روح اور دینی جوش پھونک دیا۔ ایک نئی قسم کی رہبانیت کی ترویج کی ۔نئی جماعت بندی ہوئی اور نیا لٹریچر وجود میں آیا۔ نئے فدائی اور شہدا پیدا ہوئے جو عقیدے کی خاطر اپنا جان و مال ہر وقت قربان کرنے کے لئے مستعد تھے قید و بند قتل و غارت اخراج اور دنیوی لالچ انہیں اپنے معتقدات سے متزلزل نہیں کرسکتا تھا دنیا ترک کی اور مہدیؑ کی خاطر طرح طرح کے عذاب سہے۔مگر اس سے غداری نہیں کی۔(خلیق محمد نظامی)

ایمان کا معاملہ یقین سے ہوتا ہے سنن دارمی میں موصلی اور ابن حیان کی سند سے حدیث بیان ہوئی ہے کہ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کے ایک اعرابی آیا جب وہ آپ کے قریب ہوا تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے؟'' اس نے کہا اپنے گھر کا'' '' آپ ﷺ نے فرمایا '' کیا بھلائی میں تجھے کچھ رغبت ہے؟ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ یہ کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں''۔اس نے کہا جو بات آپ کہہ رہے ہیں اس پر کون گواہی دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا '' یہ کیکر کا درخت'' اور وہ درخت وادی کے کنارے پر تھا پس اسے رسول اللہ ﷺ نے بلایا وہ زمین کو پھاڑتا ہوا آیا حتی کہ وہ آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔آپؐ نے اس سے تین بار گواہی طلب کی اس نے تین بار گواہی دی کہ آپ ایسے ہیں جیسے آپ ﷺ نے فرمایا۔ پھر وہ اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔ وہ دیہاتی نے واپس اپنی قوم کے پاس لوٹتے ہوئے کہا ''اگر انہوں نے میری بات مان لی تو ان سب کو آپ کے پاس لاؤں گا اور آپ ہی کے پاس رہوں گا۔

حضرت میراں سید محمد مہدئ موعود علیہ السلام کے دعوئے مہدیت سے پہلے جن ہستیوں کو الہام کشف ہاتف اور ندائے غیب سے اشارے دئے گئے اور مطلع کیا گیا کے آپ کی ذات والا صفات مہدیٔ آخرالزماں ہے ان میں پہلے تو آپ کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ ہیں جو صاحبہ عفت عبادت گزار نیک پاکیزہ فطرت پرہیز گذار تھیں جنہوں نے آپؑ کی پیدائش سے پہلے معاملہ دیکھا کہ چاند آسمان سے اتر کر بی بی کے گریبان میں داخل ہوا اور آستین سے نکل گیا جس قدر بلند ہوتا تھا تجلی روشن زیادہ ہوتی تھی۔بی بی نے یہ واقعہ اپنے بھائی قیام الملک کو سنایا جو صاحب پرہیز گار مرد صاحب علم وعمل تھے انہوں نے سنکر آپ سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے شکم سے صاحب خاتم الاولیا پیدا ہوگا....آپؑ کی ولادت باسعادت کے وقت حضرت شیخ دانیالؒ ساکن جونپور نے جو صاحب حال اور مرشد دوراں تھے ان کے کانوں نے آواز سنی جاء الحق تو شیخ کے دل میں یہ بات آئی کہ آج کوئی مرد عزیز پیدا ہوا ہے۔آپؒ اسی جستجو میں تھے کہ آپ کو معلوم ہوا میراں سید عبداللہ کو لڑکا عطا ہوا ہے۔تو آپ نے عبداللہ کو بلا کر اس بچہ کا حال دریافت کیا میاں عبداللہ نے تمام حالات کہنے کے بعد کہا کہ آنحضرت ﷺ خواب

میں تشریف لا کر کہا کہ اس طفل کا نام میں نے اپنے نام پر رکھا ہے اس لئے ہم نے اس کا نام سید محمد رکھا ہے۔حضرت شیخ دانیالؒ نے حضرت عبداللہ کو آپ کے خاتم ولایت ہونے کی خوشخبری سنائی۔اوراس کے بعد ہر لحہ و ہر حال آپؑ کے حال اور کیفیات پر آپ کی نظر رہی یہاں تک کہ آپ کی بسم اللہ خوانی پر شیخ دانیالؒ نے مراقبہ کیا تو دیکھا حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے ہیں اسکے بعد علمائے جونپور نے آپ کے علمی قابلیت کو دیکھ کر اسعد العلماء کا خطاب دیا۔

بیدر کے شیخ مومن توکلیؒ کوازروئے کشف معلوم ہوا کے آپؑ ہی ذات مہدی موعود ہے۔اور قاضی علاءالدین اوران کے علاوہ شیخ بابوؒ قاضی عبدالواحد جنیری نے ہاتف کی آواز سنی کہ مہدیؑ موعود ظاہر ہوگیا۔جب آپؑ حج کو گئے تو ایک دن جو بروز پیر تھا حضرت مہدیؑ نے اللہ کے حکم سے رکن و مقام اور حجر اسود کے درمیان بلند آواز سے مجمع خلایق میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھ کر دعویٰ مہدیت فرمایا کہ ''جس نے میری پیروی کی مومن ہے۔حضرت شاہ نظامؒ قاضی علاالدینؒ اور ایک اعرابی جو خواجہ خضر تھے یا شافعی مصلے کے امام نے کھڑے ہوکر بلند آواز سے کہا ہم تیری اتباع کرتے ہیں۔وہاں موجود باقی لوگ کہنے لگے اس مرد نے نبی ﷺ کی طرح بڑی بات کہدی۔امام علیہ السلام نے کہا قاضی کتنے گواہ پر راضی ہوتا ہے (یعنی شہادت کے لئے کتنے گواہ چاہئے) تو قاضی علاءالدین نے کہا دو پر اس کے بعد امامؑ وہاں سے واپس آئے۔اس وقت آپ کے صحابہ پر سات آٹھ دن کا فاقہ تھا۔ آپؑ نے تین ماہ تک کعبہ میں قیام فرمایا۔میاں شاہ نعمتؒ جب ملاعین کے سپاہیوں سے چھپتے ہوئے جنگل میں پہنچے تو وہاں اذان کی آواز سنی اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔جب سپاہی آئے تو پہچانا نہیں وہ یہ سمجھے کہ کوئی اللہ کا بندہ نماز اداء کررہا ہے چلے گئے۔جب میاں شاہ نعمتؒ نماز سے فارغ ہوئے تو جنگل میں اذاں دینے والوں کی تلاش میں موضوع سانتیج پہنچ کر کسی سے پوچھا کہ جنگل میں اذان کس نے دی تھی کسی نے کہا کہ ایک جماعت ہے ان کا سردار سید ہے جس نے مکہ معظمہ میں دعویٰ مہدیت کیا ہے۔میاں یوسف سہیتؒ جو عالم باللہ استاد شریعت پیر طریقت تمام گجرات میں مشہور تھے ان کے جیسا کوئی عالم وہاں نہیں تھا انہوں نے اما علیہ السلام سے عرض کیا میرانجی مجھے غیب سے بطریق عتاب آواز آتی ہے کہ ہم نے سید محمدؑ کو مہدی موعود کیا ہے اس کی تصدیق کر۔مہدیؑ نے کہا ایسا ہی ہے لیکن اس کا وقت ابھی نہیں ہے۔میاں یوسف سہیتؒ نے کہا خوندکار دعویٰ کریں انشاءاللہ تعالی میں حضرت علیہ السلام کی مہدیت کی حجت دونگا۔ امامؑ نے فرمایا کہاں سے حجت دو گے؟ میاں یوسف سہیتؒ نے کہا کہ خدائے تعالی نے میرا دل ایسا کھولدیا ہے کہ تمام کتابوں (توریت زبور انجیل اور فرقان اور تمام احادیث اور خبروں اور بزرگوں کی کتابوں) سے مہدیؑ علیہ السلام کے مہدیت ثابت کروں گا۔امامؑ نے فرمایا۔خیر جی کوئی حجت نہیں دے سکتا مگر مہدیؑ کے دعویٰ پر خدائے تعالی قادر ہے وہی حجت دے گا۔

امامؑ نے بڑلی میں قیام فرمایا اس سے پہلے بارہ سال سے ہر روز حق تعالی کا فرمان ہوتا تھا۔ ہم نے تجھ کو مہدی موعود کیا ہے۔آپؑ نے فرمایا اے بار خدایا اگر چہ نفسانی وسوسہ یا ماسوی اللہ کا وجود ہے تو ہمارے جد محمدﷺ اور علی مرتضیؑ کے صدقے اور تیرے فضل سے مجھ کو بچا اور اس کے مکر سے باز رکھ اس کے بعد عتاب سے فرمان ہوا کہ تو عین حق کی نفی کرتا ہے.......ہم زیادہ جاننے والے ہیں اور ہم نے تجھ کو لایق جانکر محمدؐ کی ولایت کا خاتم بنایا ہے۔ ....اس کے بعد نماز ظہر کے بعد اجماع میں فرمایا میں مہدی موعود اللہ کا خلیفہ محمد رسول اللہﷺ کی پیروی کرنے والا ہوں جس نے میری پیروی کی وہ مومن ہے جس نے میری ذات کا انکار کیا پس تحقیق وہ کافر ہے۔اس دعوے اعلان کے بعد آپ نے مسلم حاکموں کو خطوط لکھے اور ساڑھے چار مہینے ان خطوط کے جواب کا انتظار کیا۔آپ کی مہدیت کی دعوت کی خبر مشہور ہوگئی شہر نہر والہ احمد آباد اور ہر طرف سے علماء دعوت کے احوال کی تحقیق کے لئے آنے لگے اور آپؑ سے سوالات و جوابات کا سلسلہ چلتا رہا۔ اور بہت سے لوگ ایمان لائے۔

مہدیت کو اگر سمجھنا ہے تو رسول اللہﷺ کے رسالت اور نبوت کو سمجھنا ضروری ہے۔علامہ سیوطیؒ نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جس میں ابن سیرینؒ کا قول یوں نقل کیا گیا ہے''یکون فی هذا الامتی خلیفةالله کا یفضل علیه ابو بکر و عمر''اس اُمت میں ایک خلیفہ ہوگا جس پر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بھی فضیلت نہ ہوگی (الحاوی جلد۲ صفحہ۹۳) علامہ سیوطیؒ کے جواب میں علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ: امام مہدیؑ کی افضلیت اور ثواب کا اضافہ ایک امر صحی ہے اس لے کہ کبھی کبھار مفعول میں کچھ ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو افضل میں نہیں ہوتیں اس وجہ سے طاؤسؒ نے امام مہدیؑ کا زمانہ پانے کی تمنا کی ہے اس لئے کے امام مہدیؑ کے زمانے میں (یا ماننے والوں کو) نیک کام کرنے والوں سے زیادہ ثواب ملے گا اور گناہ گار کو توبہ کی توفیق ہوگی (القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر صفحہ ۷۱)

ملا علی قاری نے اپنی کتاب ''المشرب الورود فی مذہب المہدی''میں لکھا ہے کہ''امام مہدیؑ کی فضیلت پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ حضورﷺ نے ان کو''خلیفة اللہ''فرمایا ہے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو زیادہ سے زیادہ ''خلیفة الرسول اللہ''کہا جاتا ہے(الاشاعہ)

اور جو لوگ بعثت مہدی کو خلافت دنیا، وحکومت دنیا پر محمول کر کے دنیا میں حکمرانی کے منصوبے گھڑتے ہیں وہ بھی یہ بات جان لیں کہ خلیفة اللہ مہدی کی بعثت احیائے دین، تجدید دین کے لئے مخصوص ہے نہ کہ حکومت وامارت دنیا کے لئے اور اسی کے ساتھ یہ بھی جان لیں کہ حضورؐ کیا حکمران تھے بادشاہ تھے، یا فرمانروا تھے؟ وہؐ یہ سب کچھ نہیں تھے بلکہ وہ اللہ کے نبی تھے! جو زمین پر اللہ تعالی کے احکام اور شریعت نازل کرنے کے لے مبعوث ہوئے تھے البتہ خاتم الانبیاء اور ختم المرسلین تھے اس لئے

آپ ﷺ کے پیغام احکام اوراعمال میں آگے چل کر جو برائیاں اور بدعتیں پیدا ہونے والی تھیں ان کو آپؐ کی مکمل اور بے خطاء اتباع کرنے والے معصوم عن الخطاء موعودہ ہستی خاتم ولایت محمدیہؐ کی تعلیم و تربیت سے بندوں کو خدا سے واصل کرانا اوران کے ایمان وعقیدہ کو مربوط ومضبوط رکھنا تھا۔حکمرانی و بادشاہی تو دنیاداری سے موسوم ہےاس کوایمان ویقین اورروحانی معاملات سے کیاتعلق۔

نقل ہے کہ مہدی علیہ السلام نے فرمایا''مہدی اورمہدویوں کے لئے کوئی جگہ اور جائے پناہ گھر اورالفت کا مقام نہیں۔انشاءاللہ جو ہمارے ہیں مفلس مریں گے مہدی ومہدویاں قیامت تک رہیں گے۔

ایک روز میاں بغدادیؓ نے عرض کیا کہ سہروردی خانوادہ میں نفس کی تسلی کے لئے کچھ زرکمر میں باندھنا چاہئے اورخواجگان چشت کے پاس جو کچھ خدا دیتا ہےاسی روز کھاتے اور کھلا دیتے ہیں جو کچھ باقی رہ جاتا ہےاسے زمین میں دفن کردیتے ہیں۔امامؑ نے فرمایادونوں کا مقصوداچھا ہے لیکن دونوں کے کلام میں ہستی کی بو آتی ہے کلام اللہ اورمحمد الرسول اللہ ﷺ کی اتباع سے کچھ ادا نہیں کیا۔اس لئے کہ بخل و اسراف دونوں ناجائز ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے''لم یسرفوا ولم یقتروا (جز۱۹رکوع۴) نہ فضول خرچی کریں نہ تنگی کریں۔درویشی کا کمال یہ ہے کہ خودکواس طرح خدا کے حوالے کردیں کہ کچھ اختیار نہ رہے۔

ایک روز میاں ملک گوہرؓ امام مہدیؑ علیہ السلام کے ہمراہ گرم پانی کا لوٹا لئے ہوئے جنگل میں جارہے تھے۔اس جنگل میں جتنے پہاڑ تھے خالص سونا ہوگئے اور ندیوں کی تمام ریت جواہر بے بہا بن گئی۔امامؑ نے فرمایااے ملک گوہرا گرتم کوکوئی چیز درکار ہوتو لےلو۔عرض کیا خدا کی قسم مجھ کوکوئی چیز نہیں چاہئے پس فرمایا کہ ایک مٹھی لے کرتمام صحابہؓ کو دکھاؤ اورکہو جس شخص کواس چیز کی ضرورت ہے جائز ہے۔تو تمام صحابہؓ نے کہا کہ ہم کوان جواہرات اورسونے کی ضرورت نہیں۔ملک گوہرؓ نے امامؑ سے عرض کیا کہ کسی صحابیؓ نے اس سونے جواہرات کی طرف توجہ نہ کی تو امام مہدیؑ آخرالزماں خلیفۃ الرحمٰن خاتم ولایت محمدیہ ﷺ نے فرمایا جوشخص خدا کو چاہتا ہے مال کونہیں چاہتا اور جوشخص مال کو چاہتا ہے وہ خدا کونہیں چاہتا۔پس مہدی مال کو نکال کرکس کو دیگا۔ نادان لوگ نہیں جانتے زمین سے مال نکال کرلوگوں کوگمراہ کرنا دجال کی صفت ہے۔

مشکواۃ شریف جلد چہارم میں ہے کہ''حضرت نواس بن سمعانؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا اورفرمایا'پھر وہ (دجال) ایک قوم کے پاس جائے گا اورانہیں (اپنی طرف) بلائے گا وہ لوگ اس کی بات نہیں مانیں گے تو وہ ان کے پاس پھر (پلٹ کر) جائے گا تو وہ لوگ قحط میں مبتلاء ہوجائینگے۔ان کے ہاتھ کچھ اپنا مال نہیں ہوگا۔پھر دجال ویرانے میں جائے گا اور ویرانے سے خطاب کریگا۔کہے گا (دبے ہوئے) خزانے نکال دے چنانچہ تمام خزانے (زمین سے نکلیں گے) اس کے پیچھے (دجال کے) لوگ اس طرح چلیں گے جیسے شہد کی مکھیوں کے سردار کے پیچھے مکھیاں چلتی ہیں۔

دنیا میں ان گنت نظریات ہوئے ہیں لیکن مذہب اسلام کا متبادل اور اس کے جتنا موثر اور متاثر کن کوئی نہیں رہا جس نے تئیس سال کے قلیل عرصے میں ریگزار عرب سے پھیل کر تمام براعظموں کو اپنے خیالات ونظریات سے متاثر کیا ہو۔توحید کے ساتھ شرک و بت پرستی کا پرانا واسطہ رہا ہے' مگر توحید نے انسانیت کو زمانے کے ہر دور میں متاثر کیا' شرک و بت پرستی بہ معنی خوف و دہشت کے لوگوں کو قرب خالق کا ینات سے دور رکھنے کا موجب رہی ہے۔رب الا ربابی کا تصور دنیا کی ہر قوم و قبیلے کا مرکز رہا ہے' دوسری عفریتوں اور معبودوں کو خدائے واحد کے معاون و مدد گار کے طور پر لازم کرلیا گیا۔اسی طرح دہریت یا اشترا کیت (کمیونزم) ہے۔جس میں وحدت الوجود کا خانہ خالی ہونے کے باوجود خلایق کا وجود میں آنا اور خود افزایش نسل و پیدایش نباتات و جمادات کا وجود کا موجود ہونا بسبب حیرانی و تحقیق سے مراد ہے۔مطلب ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔انارکی یا فاشیزم یا ڈکٹیٹر شپ جس میں شفقت رحم کی کوئی گنجایش نہیں' لیکن مخلوقات پر اپنی برتری اور فوقیت دوسروں سے اعلی وارفع ایک فرد واحد یا قوم کے علاوہ دوسرے ہیچ اور نیچ جو خالق نے انہیں عطا کردی ہے۔سکیولرازم جس میں نہ ذات پات نہ مذب نہ عقیدہ نہ نظریہ' سب کا مالک ایک راستے انیک اور! منزل دنیا کی خوشی سمیٹ اور بعد مرنے کے جو ہوگا دیکھ۔اگر ان نظریات اور خیالات کی تشریح اور گنتی کرنے بیٹھیں تو زندگی گزرجائے۔ ایسے ہی فرسودات اسلام بھی کہیں کہیں دیکھنے کو ملتے ہیں۔

ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ جنہوں نے حق کی تحقیق کے بناء ہم کو بدعتی قرار دے کر بے دینوں اور خدا کے دشمنوں کی پناہ پکڑ رکھی ہے۔اور جب تب مہدویوں کے اعمال وعقاید پر حملے کرواتے ہیں۔وہ اپنے ظاہر پرست بے دین آقاؤں کے اعمال واقوال کی تحقیق کرلیں اور خوشی خوشی جہنم رسید ہوجائیں اس کا انہیں پورا اختیار ہے۔جو بھی بد بخت ان کے مدرسوں سے تعلیم حاصل کرکے آتا ہے اپنی بڑائی اور تشہیر کے لئے مہدویوں کو Soft Target سمجھ کر اول جھول بکنے لگ جاتا ہے۔لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم تمہارے دنیا سمیٹنے والے علم کی تشہیر کا تر نوالہ نہیں ہیں؟ یہ بات یادرہے!

حضرت ابو اللیث سمرقندی نے اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت پیش کی ہے کہ'' آخری زمانے میں کچھ ایسے (بظاہر دیندار) لوگ نظر آئینگے جو دنیا کی طلب میں اس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے' جس طرح گھڑ سوار ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔یہ لوگ دین بیچ کر دنیا کمائیں گے (ایک دوسری روایت میں ہے) کہ دنیا کے مال کے لئے چھینا چھپٹی کریں گے۔وہ بھیڑ کی کھال کی طرح نرم ونازک لباس پہنیں گے'ان کی زبان میں شکر کی مٹھاس ہوگی' ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کی طرح سخت اور سیاہ ہونگے۔اللہ تعالی ان سے کہے گا:'' تم میرے بارے میں کسی فریب میں مبتلا ہو یا بہت جری (باغی) ہوگے''۔اس کے

بعد فرماتا ہے'' مجھے اپنی ذات کی قسم' میں انہیں ایسے فتنوں میں مبتلا کروں گا کہ بڑے بڑے عقلمند حیرت میں پڑ جائیں گے۔'یعنی یہ لوگ عام معاشرتی زندگی میں ایسی حرکتیں کریں گے' جنہیں دیکھ کر یا سن کر عوام کی نظروں میں بھی ان کی کوئی قدر و عزت نہ ہوگی۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے'' مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَه' فِيْهَا مَانَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَالَه' جَهَنَّمَ ج يَصْلاَ هَا مَلْعُوْمًا مَّدْحُوْرًا (بنی اسرایل ۱۸) جو شخص (اپنے عمل کا بدلہ) دنیا میں چاہتا ہے، ہم اسے دنیا ہی میں جتنا چاہیں دے دیتے ہیں' پھر ہم اس کے لئے جہنم مقرر کر دیتے ہیں' جس میں وہ ذلیل و رسواء ہو کر داخل ہوتا ہے۔

آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس یا شیطان کا زمین پر اتارا جانا معلوم ہے۔ایک حق کا علم بردار تو دوسرا ناحق کا۔ایک اپنی لغزش کی خفت مٹانے اللہ کے احکام پر چلنے کا وعدہ کر کے آیا ہے۔تو دوسرا اللہ کا باغی بن کر بندگان خدا کو بہکانے کا ارادہ لے کر آیا ہے۔جس کے وارث علمائے سوء علمائے متکبر ہیں۔یہ دو متضاد جہتیں ہیں (Extreme Parallels) جو کبھی بھی اکیجا نہیں ہوسکتیں۔مگر ابلیس کا کمال یہ ہے کہ اس کے درمیان شگاف کر کے ان کو ایک دوسرے میں مدغم کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے' اور اس کی مدد یہ علمائے سوٗ اور متکبر آسان کر دیتے ہیں اور لوگوں کے دین و ایمان اور عقیدہ و مذہب میں تفرقہ پیدا کر کے شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔اسی قسم کے گروہوں کو منافقین کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ان میں معتزلہ' وہابیہ' تبلیغی و جماعتی ہیں، انہیں کے دم بہ قدم سے زمین پر شیطان کی دنیا آباد ہے۔اور ! اللہ کے مخلص بندے آخرت یا حیات بعد الموت کو آباد کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔انہیں دنیا کی حکومت' مشیخیت یا حق کا انکار کرنے والوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔وہ اپنا عمل اخلاص سے کئے جاتے ہیں۔ایسے ہی عمل بہ اخلاص کی تعلیم و تربیت کا نام مہدویت ہے۔

مہدویت نہ حکومت' نہ جاہ و حشمت کا نام ہے' نہ طلب متاع دنیا کا' اور نہ مشیخیت' نہ کشف و کرامات اور مجاہدہ و بدعات کا۔اور نہ ہی معلم و رہبر بن کر کبر و نخوت و غرور میں اللہ کے بندوں کو حقیر جان کر انہیں اللہ سے واصل کرنے کے لئے خود کو وارث انبیاء اور لایق سمجھکر خود کی اطاعت پر مجبور کر کے بندگان خدا کا استحصال کرنیکا۔بلکہ بحیثیت انسان دنیا میں رہتے ہوئے علائق دنیا سے کنارہ کش رہ کر زندگی کی دوسری ضرورتوں اور ذمہ داریوں کے ساتھ خالق کائنات کے حقوق کی ادائیگی میں سنت رسول ﷺ اور شریعت مطہرہ کی پابندی کے ساتھ خود کو اللہ تعالی کے سپرد کر دینے اور اس کے لئے تعلیمات مہدیٔ موعود آخر الزماں علیہ السلام اور آپ کی تربیت کے مطابق عملی زندگی گزارنے کا نام مہدویت ہے۔

سوداگری نہیں ہے یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر! جزا کی تمنّا بھی چھوڑ دے — اقبالؔ

جناب سید یوسف صاحب (بنگلور)
Cell No. 09242653492

آساں تھا دین! تو نے مشکل بنالیا.....

فرایض اسلام پانچ ہیں' کلمہ ,روزہ ,نماز ,زکوۃ اور حج ۔ ان کے احکام قرآن کریم سے معلوم ہیں ,اوران پرعمل کرنے کا طریقہ شریعت محمد عربی ﷺ کے ذریعہ عملی طور پر بتادیا گیا ہے کہ کب ,کتنا ,کہاں ,کیسے اور کس طرح ادا کیا جانا چاہیئے ۔ اب اس کے بعد بھی سمجھ میں نہ آے یا معلوم نہ ہوتو صحابہ کی زندگیوں کے قول وعمل سے معلوم کیا جاسکتا ہے اوراس پر بھی تشفی نہ ہوا الجھن باقی ہے ,تو آئمہ اربعہ نے اپنے اپنے طور پراس کی وضاحت فرمادی ۔ رہ گئی بات بندگی اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سے آشنا ہونے کی اس کے لئے اولیائے کاملین کے اعمال واقوال میں رہنمائی ہے ,اگران کی ریاضتوں مجاہدوں میں مشکل ہے اوراحتمال بدت وشرک میں مبتلا ہوجانے کا ہے تواسے ان کی کسر نفسی اور خود کو اللہ کے حوالے کردینے کے ان کے اپنے جنون پرمحمول کرکے خاتم ولایت محمد ﷺ کے سیدھے سادھے اور آسان طریقوں سے جو آپ علیہ السلام کی تعلیمات واعمال کی بنیاد ہیں بندگی ومعرفت کے اعلیٰ اقدار پر فائض ہوا جاسکتا ہے ۔

مگر برا ہو ناصبیت کا ! جس نے ابتدا اسلام سے ہی اللہ کے بندوں کا پیچھا نہیں چھوڑا ۔ اگر خوارج حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرلعن طعن کرتے ہیں اوراسلام میں رخنہ پیدا کرتے ہیں تو کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بدگوئی اورامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پرحرف زنی کرتے ہیں ۔ اسی ناصبیت کی بیزارگی کا اظہار حضرات ابوبکر وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا ۔ صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین کے درمیان دین کے مسائل میں اختلاف تھا' لیکن ذاتی دشمنی یارنجش کی ان کے پاس کوئی وقعت نہیں تھی ۔ ناصبیت کا بدترین پہلو یہ ہے کہ انسان حق کو حق جانتے ہوئے بھی اس کے خلاف برسر پیکار ہوجاتا ہے ,وہ جانتا ہے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ,لیکن پھر بھی وہ اپنی انا خودی اور خودنمائی کے زعم میں سچائی سے آنکھیں چراتا ہے ۔ اور بدبختی کی حد سے تجاوز کرتے ہوئے جانے انجانے میں اپنی جھوٹی شان وشوکت کے اظہار میں ایسی حرکتیں اورافعال انجام دیتا ہے کہ حق اور سچائی کو پیروں تلے روند ڈالے گا ۔ مگر افسوس وہ ایسا نہیں کرپاتا ۔ کیونکہ حق اور سچائی کے آگے اسے ہزیمت اور شکست آخر کار سامنا کرنا

ہی پڑتا ہے۔ کیونکہ دکھاوا, بناوٹ, خودنمائی, ریاکاری کے دن گنتی ہی کے ہوتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے اور فرماتے تھے قاتلین حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کی فوج میں گھسے بیٹھے ہیں, حضرت علیؓ اگر ان سے خصاص لیں تو اہل شام میں سے سب سے پہلے میں علی المرتضٰی کی بیعت کروں گا۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں اختلافات چل رہے تھے تو شاہ روم نے اسلامی سلطنت پر حملے کا ارادہ کیا اور سمجھا کہ علیؓ کے مقابلہ میں حضرت ماویہؓ میرا ساتھ دینگے' حضرت معاویہؓ نے اسے پیغام لکھا کہ ''اورومی کتے! بخدا اگر تو اپنے ارادے سے باز نہیں آیا اور اپنے علاقے کو واپس نہ لوٹا تو اے لعین میں اور میرا چچا زاد بھائی (علیؓ) مل جائیں گے اور میں تجھے تیرے ملک سے نکال کر دم لوں گا اور زمین جو وسیع پھیلی ہے تجھ پر تنگ کر دوں گا''

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ''جب حضرت معاویہؓ کو حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو رونے لگے آپ کو آپ کی بیوی نے کہا آپ ان پر رو رہے ہیں' آپ تو ان سے لڑتے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرا برا ہو تو نہیں جانتی آج لوگوں نے کس قدر علم و فضل والے فقہ کو کھو دیا۔

اب دیکھئے حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ ''ہم دونو ایک رب اور ایک نبی کے ماننے والے ہیں اسلام میں ہم دونوں فریق کی دعوت ایک ہے, ہم ان سے ایمان باللہ اور تصدیق رسالت محمد ﷺ میں کسی اور چیز کے طالب نہیں اور نہ وہ ہم سے (ایمانیات میں) کسی اور چیز کا اضافہ چاہتے ہیں۔ ہمارا اور انکا (امیر معاویہؓ) کا معاملہ ایک ہے۔ (ابوریحان فاروقی۔ سوانح حضرت علی)

سرّ الشہادتین میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے امر خلافت کے آخر میں ملنے کا فائدہ یہ بتاتے ہیں کہ خلافت ابوبکر و عمر و عثمان رضوان اللہ کے دور میں' حضرت علی رضی اللہ سے معرفت الٰہی یا ولایت محمدیہ کے وہ تعلیمات و اعمال مخصوصہ کا جتن اور ظہور ہوتا رہا جس علم کا سینہ بہ سینہ بعد میں ولایت کے طریقوں میں اظہار ہوا ہے، اس علم کے اول وارثوں میں حضرات حسنین رضی اللہ, کمیل ابن زیادؒ اور حسن بصریؒ ہیں۔ کیونکہ حضرت علیؓ کو حضور ﷺ نے شہادت کی خبر دی تھی کہ ایک شخص ہم میں سے ہے تمہیں شہید کرے گا و راس کا چہرہ بھی بتا دیا تھا یہ دیکھ کر آپؓ بہت خوش ہوئے۔ ظاہر ہے یہ بات سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضوان اللہ اجمعین کے دور میں ممکن نہ ہوسکی۔

عالیت پہلے بھی مخصوص لوگوں کا میدان تھا اور آج بھی مخصوص لوگوں تک محدود ہے۔ جہاں

پر ظاہری اعمال کوئی حیثیت اور قدر و قیمت نہیں رکھتے, جو تھوڑا بہت بھی ہوشمند ہے، عقل رکھتا ہے، ایمان کو سمجھتا ہے وہ میدان عالیت کے اعمال کا شہسوار بن سکتا ہے ۔البتہ رخصت کم علم، کم فہم اور معذور لوگوں کا شتر بے مہار ہے۔

بات شروع ہوئی تھی فرائض سے' آج کل اسلام کی باگ ڈور رخصتی مسلمانوں کے عالیت کے کمال کے تماشوں کی ہے۔اس کا اظہار رمضان کے مبارک مہینے میں زیادہ دیکھنے کوملتا ہے۔ چاند کیا دیکھ لیا وہ لوگ جو سال بھر نماز کے نام سے ناواقف ہوتے ہیں' لوگوں کو طنز کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ تراویح نہیں پڑھو گے؟۔سال میں ایک مہینہ تو پڑھنا ہے' سال کے تین سو پینتیس دن فرض ادا نہیں کی اس کا کوئی غم نہیں ،تراویح (سنت) نہ ادا کرنا گناہ ہو گیا۔صبح اٹھنے کی یوں بھی عادت نہیں ہوتی بڑی مشکل سے تو اٹھتے ہیں جلدی جلدی خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا جاتا ہے۔اور دن بھر کا حال اللہ ہی جانے ,افطار کا انتظار ہوتا ہے پہلے پیٹ بھر کے کھایا جاتا ہے پھر سگریٹ اس کے بعد نماز ,یہ ہوا ان کا روزہ۔اور نماز کے تو کیا کہنے پہلے ان کی نماز کی ضروریات جان لیں جبہ پاجامہ ضروری ,سجی سجائی مسجد ہو تو نماز ہوتی ہے یعنی مسجد سے اسلام کی امارت جھلکنی چاہیئے ,ہوا پنکھے کا انتظام ضروری ,فرش اور قالین اچھے ہونے چاہیں، جوتوں اور چپل کی حفاظت کا معقول بندوبست ہونا چاہیئے ,امام کا حافظ قران ہونا کافی ہے، ایمان واخلاص کا اس میں ہونا کوئی خاص ضروری نہیں، دینداری شرط نہیں، بس امام کا عالم ہونا کافی ۔عقیدے کا پتہ نہیں اقتداء ضروری۔جتنی بڑی مسجد میں نماز پڑھ لیں گے اتنے بڑے مسلمان ہو گئے۔

منافقین کے بارے میں ہم کیا کہیں ,اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں عذاب جہنم کا وعدہ فرمایا ہے ڈھٹائی اور بے شرمی سے غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے ایسے جاتے ہیں کہ جیسے ہمیں جتا رہے ہوں وہ ایمان والے ہیں دین و ایمان کی تمام تعریفیں انہیں میں جمع ہو گئی ہوں ۔حکم خدا اور رسول ﷺ کی حدیث کا انکار غرور و تکبر سے کرتے ہیں۔ہم سے ایک ایسے ہی منافق نے کہا کیا پرانی باتیں لے کے بیٹھے ہو۔ہم نے کہا دین اسلام بھی ایک پرانی ہی بات ہے اسے بھی آئے چودہ سو سال ہو گئے اسے چھوڑ دو یہودی و نصرانی کیوں نہیں بن جاتے اگر قیامت اور روز حساب کا یقین ہوتا تو اپنا محاسبہ خود کر لیتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا (انکار کیا) ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے چلے گئے کفر (انکار) میں ہرگز قبول نہ کی جائے گی ان کی توبہ اور یہی لوگ ہیں گمراہ'' (آل عمران ۹۰)

ایک حکایت یاد آرہی ہے من وعن تو یاد نہیں جیسی حافظے میں ہے یہاں بیان کردیتے ہیں :
ایک بہت بڑے عالم وفاضل بغداد میں رہتے تھے جن کے علم کا چرچا دور دور تک تھا, ایک دن وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص جلدی جلدی آیا اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہوگیا, نماز سے فارغ ہوکر جارہا تھا کہ عالم صاحب نے اسے آواز دی اس کے پاس آنے پر اسے ڈانٹنے لگے کہ تو نے نہ وضو ٹھیک کیا نہ نماز صحیح پڑھی، چل جا ٹھیک سے وضو کر اور نماز پڑھ۔ وہ شخص انہیں جانتا تھا ان کی علم دانی سے مرعوب ہوا اور جا کر دوبارہ وضو کیا اور نماز پڑھی اور واپس جانے لگا تو عالم صاحب نے بلا کر پوچھا اب بتا پہلے جو نماز تو نے پڑھی وہ ٹھیک تھی یا اب جو پڑھی وہ ٹھیک ہے اس شخص نے کہا جناب پہلے میں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور خوف سے نماز پڑھی تھی, اب جو نماز پڑھی آپ کے خوف سے پڑھی ہے کہ مبادا آپ دیکھ نہ رہے ہوں۔

زکواۃ کا معاملہ تو دنیا جانتی ہے, سب سے کم قیمت ہلکا اور معمولی مال اللہ کی راہ میں۔ اور دنیا کو پتہ چلنا چاہئے کہ زکواۃ دی گئی اور جناب صاحب نصاب ہیں۔ اور آج کل حج کو جانے کا مطلب بس دینداری کی خانہ پوری کرنا اور حاجی کہلوانا ہے, اب تو اس میں ترقی بھی ہوگئی ہے الحاج کہلوانا زیادہ موزوں بنالیا ہے۔ کرتو رہے ہیں فرض ادا اور احسان اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں پر۔ حج نہ ہوا رٹیلیجیس ٹور ہوا۔

ہمارے یہاں بھی حیلے بہانے بنانے کا ایک چلن ہے مہدی موعودؑ کے فرمان کی دہائی دے کر مرشد کے انتخاب کو ٹھوک بجا کر دیکھنے کی باتیں کچھ لوگ کرتے نہیں تھکتے ۔ عقیدہ وایمان کے معاملے میں ! بے دین لوگوں کے ایمان وعقیدہ کی تحقیق اور جانچ کی انہیں کوئی پرواہ نہیں بلا سوچے سمجھے آنکھ بند کر کے ان کی پیروی کر لینے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔

صحیحین میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ: ایک شخص حضور ﷺ کے قریب ہو کر گذرا, تو حضور ﷺ نے ایک شخص سے پوچھا جو آپؐ کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ تیرے نزدیک یہ شخص کیسا ہے اس نے عرض کیا یہ شریف لوگوں میں سے ہے اور قسم اللہ کی یہ اس لائق ہے کہ اگر پیغام بھیجے تو فوراً نکاح کر دیا جائے اور سفارش کرے تو فوراً قبول کر لی جائے ۔ حضورؐ نے سن کر سکوت فرمایا پھر ایک اور شخص گذرا آپ نے پوچھا یہ کیسا ہے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ فقراء ومساکین میں سے ہے اور یہ ایسا ہے کہ اگر کہیں پیغام بھیجے تو کوئی قبول نہ کرے اور جو کسی کی سفارش کرے تو کوئی نہ سنے اور اگر بات کرے تو کوئی خیال نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر پہلے جیسے

آدمی سے سارا عالم بھر جائے تو یہ ان سب سے اچھا ہے۔(نزہت البساطین)

ہمارے آباواجدا نے نفس کو قابو میں کر کے وفادار کتے کی طرح اسے اپنے دین وایمان کی حفاظت اور رکھوالی کے لئے تابع کرلیا تھا۔اب ہمارے نفس نے ہمیں قابو میں کر کے متاع دنیا کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں دنیادار کتا بنادیا ہے,اور ہم ہیں کے حرام وحلال کی تمیز کے بناء دنیا حاصل کر لینے کو ضرورت زندگی کا مقصد بنالیا۔دنیا حاصل کرنے کے لئے ہر جائز وناجائز شے پر منہ مارنا اپنا فطری حق سمجھ لیا ہے۔

خوب میاں صاحبؒ پالن پوری نے حدود دائرہ میں نقل درج کی ہے کہ: مہدیؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ طلب دنیا کفر وطالب دنیا کافر۔جو فقیر دائرہ,کسی ایسے شخص کی صحبت کرے یا اس کے گھر جائے یا اس محبت رکھے وہ ہمارا نہیں محمدؐ کا نہیں اور خدا کا نہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ"وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيا ہ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى . جس نے سرکشی کی (فرمان خدا سے) اور دنیا کی زندگی اختیار کی اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے(سورۂ النزعٰت ۳۸۔۳۹) (انصاف نامہ باب ۸) اس فرمان مبارک کی وجہ سے مہاجرین (مہدیؑ) اہل دنیا واہل نفس سے ہمیشہ بے تعلقی رکھتے تھے۔اور واقعہ ہے کہ: ایک دن بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کو سلطان محمود بادشاہ گجرات کی شہزادی نے (جو مصدقہ تھیں) خط لکھا حضرت اس خط کو پڑھ کر بہت روئے اور فرمانے لگے کہ افسوس میرا نام دنیاداروں کے خط میں لکھا گیا۔(انصانامہ)

اور لکھا ہے کہ: ایک مہدوی جاگیردار ملک لطیف کے اصرار پر بندگی میاں سید سلام اللہؓ نماز مغرب کے بعد اس کے گھر جانے کے لئے نکلے جو بھیلوٹ شریف سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا۔پھاٹک پر فقیر دائرہ نے جو دربانی کر رہے تھے حضرت کو روکا اور کہا بھلا یہ وقت ذکراللہ چھوڑ کر کہیں جانے کا ہے

حضرت سلام اللہ اور ملک لطیف نے ان کے کان میں کچھ کہا تو دربان بھی ساتھ ہوگئے اور تینوں بگھی میں سوار ہوکر چلے نکل تو گئے مگر میاں سلام اللہؓ کا دل حدود دائرہ توڑنے کی وجہ سے کانپ رہا تھا جیسے کسی کی چوری کی ہو اور بندگی میاں ثانی مہدیؓ کو معلوم نہ ہو جائے اس لئے واپس پلٹ کر عشاء تک واپس آ گئے۔دو چار دن گذرنے کے بعد حضرت ثانی مہدیؓ کے قیلولہ کے وقت فقیر دربان حضرت کے پاؤں کی چپی کرتے ہوئے کہنے لگے کہ خوندکار بگھی کی سواری کیا اچھی ہوتی ہے,تو آپؓ نے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا۔فقیر دربان نے عرض کیا مغرب کے بعد ایسے واقعہ ہوا۔یہ کیفیت سنتے ہی حضرت ثانی

مہدیؑ کو غصہ آیا ایسے لگا جسے تمام جسم میں آگ لگی ہے فوراً میاں سید سلام اللہؓ کو جو رشتے میں آپ کے سگے ماموں تھے بلا بھیجا۔ حضرت سید سلام اللہؓ طلبی کا سنتے ہی حیران واداس ہو گئے اور لگا کے جسم میں خون ہی نہیں ہے۔ لیکن مجبوراً حضور میں جانا پڑا۔ حضرت ثانی مہدیؑ نے آپ کو سخت وسست الفاظ میں دھمکانے لگے ,میاں سلام اللہ نے دیکھا کہ حضرت کی ناراضگی کسی طرح کم نہیں ہوتی دوڑ کر بھانجے کے قدموں میں گر پڑے پگڑی زمین پر ڈالدی توبہ ورجوع کی یہ شان دیکھ کر آپؑ فرمانے لگے کہ اس وقت تو معاف کرتا ہوں لیکن آئندہ ایسی حرکت کی تو ماموں سمجھ کر رتی بھر رعائت نہ کر کے دائرہ سے نکال دوں گا۔ میاں سلام اللہؓ کو اس قدر ندامت ہوئی کہ ڈیڑھ مہنہ تک بھانجے کو منہ نہ بتلایا۔ (خاتم سلیمانی)

دائرہ سے کوئی شخص فتح خاں بڑو (جو ایک رئیس آدمی تھے) کی حویلی کو گیا فتح خاں نے پوچھا کہاں سے آئے ہو انہوں نے کہا دائرہ بھیلوٹ سے ,فتح خاں نے خفا ہو کر کہا اس کو مارو اور خود بھی دوڑ کر ہاتھ میں کھڑام لی اور مارنے لگے کسی نے کہا کچھ دے (ہی) دو۔ فتح خاں نے کہا یہ شخص جھوٹا ہے۔ میں حضرت کے دائرے میں جاتا ہوں وہاں کے فقیر کتے کے برابر بھی میری عزت نہیں کرتے (حدود دائرہ)

فقراء کی بات ہم نہیں کرتے ان کا معاملہ اللہ کے حوالے۔ اگر آج کے کاسبین اپنے عقیدہ و ایمان کی حفاظت میں اغیار کے پیچھے نمازیں نہ پڑھ کے بے دین لوگوں کے بہکاوے میں نہ آ کر اول فول جھول بکنا چھوڑ دیں اور حلال کما کر جتنا ہو سکے ذکر اللہ کی عادت ڈالیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حدود دائرہ کی پابندی کر لی اور وہ اپنی مراد کو پالیں گے۔ اس کے لئے دماغ کو زیادہ الجھانے اور بے مطلب دلیل و منطق میں غیروں کی چوکھٹ پر سجدہ کرنے سے اچھا ہے کہ اپنے آبا و اجداد کی ایمان و یقین کی میراث ہی کو سنبھالیں۔ انہیں انجام کا صلہ اس دن ملے گا جس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بات کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اور ساری باتیں صاف ہیں ,رسول اکرم ﷺ اور خلیفتہ اللہ نے تمام باتیں واضح کر دی ہیں۔ اور یہ بات جان لیں کہ ہر دین کی بات کرنے والا مسلمان نہیں ہوتا۔ محبوب الاذکار (ص ۸۱) پر ہے لکھا ہے اگر سالک کو ابھی تک کسی مرشد کامل کی صحبت نصیب نہ ہوئی ہو تو اس کو ہمیشہ تلاش میں رہنا چاہئے ....اور ہر ایک کو ولی بھی نہ سمجھے , اور بے سوچے سمجھے مرید نہ بنے کیونکہ دنیا میں جھوٹے اولیاء بہت ہیں اور ایسے ولیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ دینا شیطان کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے۔

حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ مہدی کے ثبوت میں قرآن کریم کی اٹھارہ آیات پیش کیں اور احدیث متواترہ سے ہمارے بزرگوں نے ثابت کیا ہے کہ آپ ہی کی ذات مہدی مراداللہ خلیفۃ اللہ ,مبین کلام اللہ تھی پانچ صدیوں سے لوگوں نے جانا پرکھا اور حق پایا اور آپ کی تصدیق کی ہے اس کے باوجود بے دین لوگوں کی ہاں میں ہاں ملانا منافقی نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ: کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا' وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں' اور وہ لوگ کفّار (انکار کرنے والے) کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہ نسبت ان مسلمانوں کے زیادہ راست پر ہیں' اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدائے تعالی نے ملعون بنادیا' اور خدائے تعالی جس کو ملعون بنادے اس کا کوئی حامی نہیں سو ہم نے ابراہیمؑ کے خاندان کو کتاب بھی دی اور علم بھی دیا اور بعضے ان میں ایسے تھے کہ ردگردان ہی رہے' بلاشک جو لوگ ہماری آیات کے منکر ہوئے ہم ان کو سخت آگ میں ڈاخل کریں گے' (سورۂ نساء آیات ۵۱-۵۴)

یہاں اللہ تعالی معاملہ صاف کرر ہے ہیں کہ جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں یعنی اپنے نفس کے بت اور شیطان کی بات مانتے ہیں۔اور ایمان والوں کے تعلق سے جو ہمیشہ کے لئے اللہ کے ہورہے ان کے تعلق سے انکار کرنے والوں کو بہتر خیال کرتے ہیں کہ اور ایسے لوگ ملعون ہیں اگر ان کے پاس کتاب اللہ ہے تو کیا ہوا ان کے دلوں میں متاع دنیا ہے ایمان نہیں ہے' ابراہیمؑ کے خاندان یعنی بنی اسرائیل کے پاس بھی تو کتاب اللہ تھی اس کے باوجود انہوں نے سرکشی کی راہ اختیار کی۔اس کے بعد ایک صاف حکم ہے کے بلاشک جو لوگ ہماری آیات کے منکر ہوئے ہم ان کو سخت آگ میں ڈالیں گے۔غور کریں' آیات کے منکر' (احکام کے منکر) کہا گیا ہے وہ احکام جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہیں نماز روزہ زکواۃ حج کے نہیں ,آیات کے منکر کہا گیا ,کیونکہ کہ وہ لوگ نماز روزرہ زکواۃ و حج اداء کرر ہے ہونگے اور اللہ کی کتاب پر چلنے کا دم بھی بھرر ہے ہونگے جیسے کہ بنی اسرائیل مگر وہ اللہ تعالی کی وعید میں ہونگے ,کیونکہ آیات قرآن میں کچھ ایسے بھی احکام ہیں جیسے دیدار ,مبین کلام اللہ پر ایمان وغیرہ ایسی آیات کا انکار نفس اور علم کے غرور میں کرنا شیطانی صفت ہے۔انہوں نے اپنے علم کو اپنا بت بنالیا ہے اللہ کے رسول ﷺ کا حکم خلیفۃ اللہ کے طریقہ پر چلنا انہیں گوارہ نہیں۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے'' جس شخص نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ,اور جو شخص ردگردانی کرے سو ہم

نے آپؐ کو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا (سورۂ نساء ۸۰) اور قرآن میں کہا گیا ہے کہ ''کیا قرآن میں غور نہیں کرتے'، اور اگر یہ لوگ اس کو رسولؐ کے اور جو اس میں ''ایسے امور'' کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے ہیں تو اس کو وہ لوگ تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے'' (نساء ۸۲۔۸۳)

اعلانیہ دعوت دی جا رہی ہے کہ قرآن میں غور کرو' اور رسول ﷺ کے اقوال و احکام میں غور کرو اور ان میں کچھ ایسے امور ہیں ان کو سمجھنے کی کوشش کرو, اور جو دلائل ہیں ان کو سمجھو اور بعد از تحقیق انہیں پہچانوں۔ اب اس سے صاف اور کھلی بات اور کیا بتائی جا سکتی ہے۔ برا ہو ناصبیت کا لوگوں نے علم وعقل کو بت بنا کر تحقیق و ایمان سے آنکھیں چرالی ہیں۔ اپنی مشیخیت کے بت سے عہدہ براء ہو نہیں سکتے, اور وہ احکام جو ضروریات دین سے متعلق ہیں ان کے بارے میں جان لینا اور تحقیق کر لینا گوارہ نہیں۔

مولانا محمد یوسف بنوری۔ 'عقیدہ نزول مسیح السلام' میں ضروریات دین کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ ''جو چیز قرآن کریم یا احادیث متواترہ سے ثابت ہو یا اجماع امت سے' اور دلالت بھی قطعی ہو تو وہ سب ضروریات دین میں داخل ہیں 'ضروریات دین' کے معنی یہ ہیں کہ ان کا دین اسلام سے ہونا بالکل بدیہی ہو۔ خواص سے گذر کر عوام تک اس کا علم پہنچ گیا ہو۔ یہ نہیں کہ ہر آدمی کو اس کا علم ہو' کیونکہ بسا اوقات تعلیم دین نہ ہونے سے بعض ضروریات دین کا علم عوام کو نہیں ہوتا۔ لیکن تعلیم کے بعد اور جان لینے کے بعد اس پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے علماء نے تصریح فرمادی ہے کہ ''بعض متواترات شریعہ کے جہل سے تو کفر لازم نہیں آتا۔ لیکن معلوم ہونے کے بعد جحود وانکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے''۔

'ضروریات دین' کا انکار کرنا یا اس میں اختلاف کرنا مقصود تاویل کرنا دونوں کو علماء کرام نے موجب کفر بتلایا ہے۔

حجۃ السلام امام غزالیؒ نے اس موضوع میں ''التفرقه بين السلام و الذنديقه'' ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ ''جو چیزیں دین میں متواتر ہو جائے وہ دین میں 'ضروری' ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ متواتر کا افادہ علم ضروری قطعی مسلمات سے ہے۔ پس اگر کسی کو اس کا علم ہو جائے کہ یہ حدیث احادیث متواترہ میں سے ہے, یا یہ بات حدیث متواتر سے ثابت ہے تو اس پر ایمان لانا ضروری ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کا تعلق کائنات مافیہ سے ہو یا مغیبات مستقلہ سے خواہ اعتقاد کے متعلق ہو' خواہ احکام کے بارے میں ہو۔

و من اعترف یکون شیء من الشرع ثم جحده کان منکراً للشرع و انکار

جزء من الشرع کا انکار کله (شرح التحریر ۳-۱۳) جوشخص یہ مانے کہ یہ چیز شریعت میں ہے۔ باوجود اس کے اس کا انکار کرے تو یہ کل شریعت کا انکار ہے۔

''اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے متعلق یہ اتفاق ہو کہ نبی کریم ﷺ فرما چکے ہیں' اس کا انکار کفر ہے یا مانتا ہو کہ آپؐ فرما چکے ہیں۔ باوجود اس کے نہ ماننے یہ کفر ہے (بنوری)

قرآن کریم کا پڑھنا, حفظ کرنا, سمجھنا اور عمل کرنا ایمان ہے۔ صرف حفظ کرنے مخارج سے ادا کرنے خوش الحانی سے قرآت کر لینے پر ایمان کی بنیاد نہیں ہے۔ اسے سمجھ کر پڑھنے اس کے معانی و مطلب میں غور کرنے اس روح اور حقیقت کو پانے کی کوشش کرنا ایمان ہے۔ علم وعقل پر ایمان کی بنیاد نہیں ہے۔ خلوص و نیت عقیدہ کی مضبوطی ایمان ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ'' سو جو شخص کا سینہ اللہ تعالی اسلام کے لے کھولدے , وہ اپنے پروردگار کے عطا کے ہوے نور پر ہے۔ (الزمر۲۲) یعنی ایمان کا دارو مدار تعلیم حاصل کر لینے سے نہیں, بلکہ اللہ تعالیٰ کے نور کو پانے یا حاصل کرنے پر ہے۔ ایسا کرنے والے پر اللہ تعالی اسرار و معارف کے دروازے کھولدیتے ہیں اس کا سینہ کشادہ کر دیتے ہیں وہ جو دیکھتا ہے حق دیکھتا ہے جو سنتا ہے وہ حق سنتا ہے اور جو کہتا ہے حق کہتا ہے۔ وہ حق میں فنا ہو جاتا ہے وہ حق میں سما جاتا ہے۔

ایمان ویقین کا معاملہ دل سے ہوتا ہے علم یا عقل سے نہیں۔ اہل ایمان وہ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالی کی رحمت موجزن ہوتی ہے۔ تمام مکہ و جزیرۂ عرب محمدؐ کو دیکھ رہے تھے مگر کسی کے پاس وہ روح مطہر نہیں تھی جو بی بی حضرۃ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہ کو عطا ہوئی تھی۔ جنہوں نے رسول ﷺ کے ذات اعلی صفات کو اس وقت پہچان لیا جب ہر طرف کفر الحاد کی آندھیاں چل رہی تھیں سارا مکہ غفلت کی نیند سو رہا تھا, اور کا ینات کے سردار کا انتخاب کر لینا کوئی معمولی بات نہیں اور نہ معمولی ہوشمندی ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ کیا بات ہے کہ قریش کی مالدار صاحب حیثیت اور اعلیٰ خاندانی شخصیت اپنے سے کم عمر, یتیم پرسان حال بکریاں چروانے والے شخصؐ کی زوجیت کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھ کر نکاح کا پیغام دیتی ہیں, اگر وہ چاہتیں تو عرب کے رئیس اور مالدار شرفا آپ سے منسلک ہونے پر فخر محسوس کرتے۔ اور یہی نہیں اپنی ساری دولت ان پر لٹادی جنہیں اہل عرب امین سے خطاب کیا کرتے تھے۔ کیا کسی اشراف و ذی حیثیت, اور عالم وقت کی نظر وہاں تک دیکھ

سکی تھی جیسا کہ حضرتہ خدیجہؓ نے دیکھا۔اگر ابو بکر صدیقؓ بنے تو نبوت کے بعد بنے عمرؓ فاروق بنے تو نبوت کے بعد بنے عثمانؓ غنی بنے تو نبوت کے بعد بنے علیؓ ولایت محمد یہ کے وارث بنے تو نبوت کے بعد بنے اور حضرتہ خدیجہ پہلے بھی ام المؤمنین تھیں اور قیامت تک ام المؤمنین ہیں۔اور یہی نہیں رسولﷺ پر نہ صرف اپنی آن بان شان اور دولت لٹادی بلکہ جب حضورﷺ غار حرا سے جبریلؑ سے ملاقات پر ڈرے سہمے اور کپکپاتے ہوئے آئے تو حضرتہ خدیجتہ الکبریٰ نے آپ کو تسلی اور حوصلہ دیتے ہوئے جو الفاظ کہے وہ تاریخی وانقلابی ہی نہیں تھے بلکہ مذہبی سوجھ بوجھ کے سنہرے الفاظ میں گنے جا سکتے ہیں۔وہ محض الفاظ نہیں تھے عرب کے پراگندہ ،شرکیہ اور کفریہ ماحول کے درمیان ایمانی احساسات اور شرافت نفس کے ترجمان تھے' ایسے الفاظ وہی ہستی کہہ سکتی تھیں جو روحانی اعتبار سے پاکیزہ نفس تھیں جنہوں نے آپﷺ کی صداقت اور تقدس کو پہچان لیا تھا۔اے! ام المؤمنین حضرت خدیجتہ الکبریٰ ,اے! مادر مہربان تجھ پر ازل سے ابد تک کے تمام مؤمنین کا درود وسلام ہو۔اور وقت نے ثابت کر دیا کہ آپؓ کا انتخاب کتنا صحیح تھا۔عرب کے کفر والحاد کے ماحول میں ایمان ویقین کی جو چنگاری آپ کے سینے میں موجزن تھی' اس کا سمندر بے کراں آپؓ کی آغوش میں سماء گیا' اس کا نور ساری کائنات پر چھا گیا۔ایمان تو سب لائے لاتے رہے ہیں لاتے رہینگے لیکن حضرۃ خدیجتہ الکبریٰ کا ایمان کسی کو نصیب نہیں۔آپ نے نبوت سے پندرہ سال پہلے آپؐ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے خود کو آغوش سردار دوعالمﷺ کے سپرد کر دیا تھا۔یہ اعزاز تاریخ اسلام کی کسی ہستی کو نصیب نہیں۔حضرۃ عایشہؓ سے دنیا نے علم دین کی باتیں پائیں ہونگی' لیکن ایمان ویقین کا فیض تو حضرتہ بی بی خدیجتہ الکبریٰ کے پاس ہی حاصل کرنا پڑیگا۔ام المؤمنین کئی ہستیاں ہوئیں لیکن ام المعروفین صرف بی بی خدیجہؓ ہیں۔سورج کے طلوع ہونے کے بعد روشنی کا اقرار کرنا عاقلوں اور عالموں کا شیوہ ہے, لیکن گھٹا ٹوپ اندھیری رات میں روشنی کی جستجو کرنا عارفوں کا طریقہ ہے۔سب سے پہلے انسانیت کا سایہ رحمت آپ ہی کے در پہ رونما ہوا حضور اکرمﷺ باعث تخلیق کائنات تھے تو اس نور عالم کا تمامی حصہ آپ کے دامن میں تھا۔آپ خاتون جنت کی ماں تھیں۔رسول اکرمﷺ نے کئی موقوں پر آپ کے احسانات اور مناقب کا ذکر کیا ہے۔آپؓ جب تک حیات رہیں ایک ڈھال کی طرح آپؐ پر ہونے والے ہر وار کو اپنے اوپر سہہ لیا اور آپ پر آنچ آنے نہ دی۔کسی چیز کے ظاہر ہو جانے کے بعد کوئی بھی ساتھ نبھا سکتا ہے لیکن کسمپرسی ناامیدی کی حالت میں کسی کا

ساتھ دینے والے کی مستقل مزاجی اس کے صدق و یقین کی غمازی کرتی ہے یہی فطرت وراثت میں خاتون جنت بی بی فاطمۃ الزہرا نے پائی تھی۔ایک دن آپؑ نے چاندی کے کنگن پہنے اور دروازے پر پردے لگائے۔حضورﷺ گھر تک آئے اندر آئے بنا واپس چلے گئے بی بی فاطمہؑ کو اس بات کا پتہ چلا تو آپؑ نے وہ کنگن اور پردے حضورﷺ کی خدمت میں بھیج دئے اور آپﷺ نے انہیں اصحاب صفہ میں تقسیم فرمادیا اور بی بی فاطمہؑ سے راضی ہوئے۔حضرتہ بی بی خدیجہؓ میں بی بی حاجرہ کا ایثار ,آسیہ بنت مزاہم کا وقار ,زوجہ ایوبؑ کا صبر اور خدمت کا جذبہ اور حضرتہ مریم علیہم السلام کی طہارت جمع ہوگی تھی۔بی بی حاجرہ کو معلوم نہیں تھا کہ چاہ زم زم پھوٹنے والا ہے لیکن بے آب وگیا صحرا میں رہنا اس لئے گوارہ کرلیا کہ وہ خدا کا حکم ہے۔حضرت ایوبؑ آزمائش میں مبتلاء کئے گئے تو جسم میں تعفن پیدا ہوگیا بدبو پھوٹنے لگی آپؑ کی قوم میں آپ پر صرف تین لوگ ایمان لائے تھے وہ بھی چھوڑ کر چلے گئے سوائے آپ کی بیوی کے جو حضرت لوطؑ کی صاحبزادی تھیں۔آسیہ بنت مزاہم کو معلوم تھا کہ فرعون مغرور ومتکبر اور قہر و جبر والا ہے پھر بھی حضرت موسیٰؑ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی۔اور بی بی مریم کو معلوم تھا کہ وہ پاکدامن ہیں پھر بھی آپ نے دنیا کی پرواہ نہ کرتے ہوئے لوگوں کی تذلیل وتحقیر سے بے پرواہ ہوکر اللہ تعالی کے حکم کو بجا لایا اور عیسیٰؑ کی پرورش کی جو اللہ کی نشانیوں میں سے تھے حضرتہ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہم انہیں نفوس قدسیہ کی فطرت اور آزمائش پر کھری اتریں اپنی دولت عیش وآرام کو آپﷺ پر لٹا دینے اور عسرت وتنگدستی میں گذر بسر ہونے کے باوجود جس طرح حضورﷺ کا وہ خیال رکھتیں تھیں وہ کسی کے حصے میں نہیں آیا۔

یہاں بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کا ذکر برسبیل تذکرہ ہم نے کردیا۔تاکہ اندازہ ہو کہ رسولﷺ و مہدئ موعود پر ایمان وتصدیق کا دار و مدار یقین پر ہے علم کی گتھیوں میں الجھ کر اور بے دین لوگوں کے کہے پر عمل کرکے دین کی میراث کو نہیں پایا جاسکتا۔یا ایمان والوں کے کم اور تھوڑا ہونے پر اور بے دینوں کی تعداد زیادہ ہونے پر ایمان کی بنیاد نہیں ہے,دنیا میں ایمان والوں کی تعداد ہمیشہ کم ہی رہی ہے

کوئی بھی انسان یا گروہ دنیا میں یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ کسی فرد یا گروہ کی اصلاح کردیگا یا کرسکتا ہے ہاں! مگر کوشش ضرور کی جاسکتی ہے۔لیکن اس کے لئے دوسروں کی اصلاح سے پہلے خود کی اصلاح ضروری ہے۔نبوت کے اعلان سے پہلے وہی مکہ مدینہ والے تھے وہی لوگ تھے جو شام,یمن اور مصر وایران کو تجارت کی غرض سے جایا کرتے تھے انہیں کوئی پوچھتا نہ تھا,بلکہ انہیں جاہل اور بدو سمجھتے

تھے۔ لیکن جب اسلام قبول کر لینے کے بعد جو نمایاں تبدیلی ان میں آئی اسی نے دنیا کو ان کی جانب متوجہ کیا۔ اسلام لانے کے بعد ان کے عادات اطوار خصائل واعمال جو تبدیلی آئی اس میں وہ کشش اور جاذبیت تھی جس نے غیر اقوام کو ان کی جانب توجہ مبذول کروائی۔ اسلام کی تعلیمات نے خصائل و اخلاق حسنہ کو نکھار دیا اور دنیا نے ان کو گلے لگایا۔

اللہ تعالیٰ جس کو قابل سمجھتے ہیں اسی کو وہ چیز عطا کرتے ہیں جس کا وہ اہل ہے۔ قران کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ ''لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَه' خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (سورۂ حشر ۲۱) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا۔ (خشیت الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا)۔

لیکن حضور اکرم ﷺ کے سینہ مبارک نے اسے برداشت کر لیا۔ جبکہ حضرت موسیٰ کو جس پہاڑ پر رب کی تجلی نے طور پر جلوہ کیا تھا اور احکام خداوندی کی چند تختیاں دی گئیں تو برداشت نہ کر سکے گر پڑے بیہوش ہو گئے اور وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔ اور حضور ﷺ نے نہ صرف قرآن کریم کی عظمت و جلال کو برداشت کیا بلکہ معراج میں جو جسمانی تھی جو علماء و محدثین کا متفقہ علیہ ہے، آپ ﷺ نے بذات خود اللہ تعالیٰ سے عرش پر ملاقات بھی کی اور دیدار بھی کیا۔

موسیٰ سے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم نے تمہیں پیغمبری اور ہمکلامی کے شرف سے نواز دیا بس یہی کافی ہے۔ کیونکہ یہ مقام ولایت محمد یہ خاتم الانبیاء سردار الانبیا ﷺ کا ہے اس لئے موسیٰ سے کہا گیا تجلی دیکھ لی بس اسی اکتفا کرو اور شکر بجالاؤ اس مقام کے لائق ذات انوار صفات آنے والی ہے۔ موسیٰ بنی اسرائیل کی ضد کرنے پر ستر (۷۰) آدمیوں کو منتخب کر کے کوہ طور پر لیجاتے ہیں اور خدا سے دیدار کی طلب کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، یہ بس ہمیں دیکھنے آئے ہیں ایمان و یقین ان کے دلوں میں نہیں ہے، یہ دیکھ بھی لیں گے تو بعد میں کفر ہی کریں گے۔ یہاں یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یقین و ایمان اگر ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں دیدار سے مشرف بھی کر سکتے تھے، جب انہیں یقین ہی نہیں تو ان کو دیدار کی بات کرنے کا کیا فائدہ۔ اس لئے یہ مقام ان لوگوں کا تھا جو اس بات کا یقین رکھتے ہیں اور اپنے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق ہم اسے دیکھ سکتے ہیں یا وہ ہمیں دیکھ رہا ہے پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ مقام موسیٰ اور مقام محمد ﷺ کا فرق ہے، یہ امت موسیٰ و امت محمد کے خواص کا فرق ہے، کیونکہ خواص یہ

معنی وہ ستر آدمی جو منتخب بنی اسرائیل تھے۔رسول ﷺ کے امت کے خواص کو ہی یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے۔اور یہ مرتبہ ان لوگوں کا ہے جو قرآن کریم کی آیات کو سمجھتے ہیں ,غور کرتے ہیں ,تحقیق کرتے ہیں جو حق ہے اس کا انکار نہیں کرتے اور نہ تکبر کرتے ہیں اپنے علم اور سمجھ کی بنیاد پر۔

اللہ تعالی اپنے دین کا آپ ناصر ہے۔تخلیق آدم سے پہلے جب زمین پر جنوں کی آبادی تھی وہ مغرور و متکبر ہوئے اور اللہ تعالی کے احکام سے روگردان ہوئے تو اعزازیل کو فرشتوں کے لشکر کے ساتھ زمین پر ان جنات کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ابلیس نے ان سے جنگ کی اور انہیں دریاؤں پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف کھدیڑ دیا۔مگر بعد خود مغرور ہو گیا یہی حال خود ساختہ عالموں اور جھوٹے لوگوں کا ہے جو خود کو اس وقت نبیوں کے وارث سمجھ رہے ہیں جبکہ وہ ہیں نہیں۔

جو مکمل دین و ایمان پر قائم ہو مخلص ہو دین میں ,وہی تعلیمات مہدی موعود کی تصدیق کر سکتا ہے۔جسے دین سے کوئی واسطہ نہیں ,محض نام کا اور دکھاوے کا مسلمان ہے وہ دین و ایمان کی اساس کو نہیں پا سکتا۔آخر میں ہم نواب بہادر یا جنگ کے الفاظ کو دہراتے ہیں جو انہوں نے تحریک پاکستان کے وقت کہے تھے جیسے پروفیسر حافظ محمد بخش نے ''تسہیل الصرف'' کے مصنف حافظ محمد خاں نوری کا تعرف پیش کرتے ہوئے ۲۰۰۹ کے ایڈیشن میں دہرائے ہیں۔

''آج ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے جو شجر ملت میں پھول بن کر چمکنا چاہتے ہیں اور پھل بن کر کام و دھن کو شیریں کرنا چاہتے ہیں' ہمیں ان کی ضرورت ہے جو کھاد بن کر زمین میں جذب ہوتے ہیں' جو مٹی اور پانی میں مل کر پھول پیدا کرتے ہیں' جو خود فنا ہوتے ہیں اور پھولوں میں لذت و شیرینی پیدا کرتے ہیں۔ہم کو ان کی ضرورت نہیں ہے جو کاخ و ایوان کے نقش و نگار بن کر نگاہ نظارۂ یار کو خیرہ کرنا چاہتے ہیں۔ہم ان بنیاد کے پتھروں کو چاہتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے زمین میں دفن ہو کر اور مٹی کے نیچے دب کر اپنے اوپر عمارت کی مضبوطی کی ضمانت قبول کرتے ہیں۔''

یہ نواب بہادر یار جنگ کے الفاظ ہیں جو تحریک پاکستان کے دوران ایک موقع پر انہوں نے سامعین سے کہے تھے۔کہاں بار بار تحریک پاکستان جیسے مناظر پیدا ہونگے اور کہاں جان نثاروں کو ایسے کردار ساز پیغام سنائی دیں گے۔(تسہیل الصرف۔ابتدائیہ)

☆☆☆

جناب سید یوسف صاحب (بنگلور)

نبیٔ عربی مہدئ عجمی

علمائے حق وصالحین نے قرآن مجید میں اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق معنی ومطلب نکالنے سے اس لئے منع کیا ہے کیونکہ ہر شخص اپنی فہم وادراک، قابلیت اور حیثیت کے مطابق اس کے معنی ومطلب نکالے گا۔ اس طرح کلام اللہ میں شرانگیز دخل اندازی کے مواقع مل جائیں گے۔ اگر اسی حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور قرآن کریم کے حکم کی روشنی میں ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو'' (الاعراف ۲۰۴)

ایک انسان خلوص نیت سے اور طلب راہ ہدایت اور جذبۂ ایمانی سے اس میں غور وخوص کرتا ہے اور پڑھتا ہے تو قرآن مجید کے احکامات اور واقعات میں پنہاں کئی حیران کن حقیقتیں نظر آتی ہیں۔ معجزہ اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور انبیاء علیہ السلام کے ثبوت میں رونما اور پیش کئے جانے والے معاملہ یا واقعہ کو جو انسانی علم وفہم سے بالاتر ہو۔ تنزیل قرآن سے آج تک اور قیامت تک کے زمانوں میں اس میں کئی حیران کن باتیں ظاہر ہوئی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ اس لئے قرآن مجید کو لا محالہ ایک زندہ جاوید تسلیم شدہ معجزہ مانا جاتا رہا ہے ان حقیقتوں کے پیش نظر سورہ اعراف میں غور کریں۔

اس سورہ شریف کی ابتداء ہوتی ہے حرف مقطعہ ''آلمص'' سے اور اس کے بعد خاتم الانبیاء روحی فداء حضرت محمد ﷺ کا نام لئے بغیر کہا گیا ہے کہ ''یہ کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ ڈرایں سو آپ کے دل میں بالکل تنگی نہ ہونی چاہئے'' یعنی اے محمد ﷺ یہ جو کتاب آپ کے پاس بھیجی گئی ہے اس کے احکام وواقعات میں اتنی وسعت اتنی گہرائی اور اس کے ظاہر وباطن میں اتنی حقیقتیں پوشیدہ ہیں کہ اس سے لوگوں کو کفر وشرک وبدعات سے اور احکام خدا سے ڈرانے میں آپ کے دل میں بالکل تنگی نہ ہوگی بلکہ قیامت تک ہر لحہ نئے دلائل اور نئے معجزہ نمایاں اس کی ظاہر ہوتی رہیں گی۔ پھر اس کے بعد لوگوں سے کہا گیا ہے کہ ''تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے'' لوگوں سے کہا جارہا ہے کہ رب کے پاس سے آئی اس کتاب کے احکام پیشین گوئیاں اس کے ظاہر وباطن کے احوال کی اتباع کرو کیونکہ اکثر لوگوں نے اللہ کے خلیفوں

جیسے نبی، رسول اور پیغمبروں کے احکام کی خلاف ورزیاں کی ہیں اور ان کی کتابوں اور شریعتوں کا اتباع کرنے سے انکار کیا ہے اس لئے آگے آیت نمبر۱۰۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''اور اکثر لوگوں میں سے ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا'' اور بار ہا قرآن میں فرمایا ہے کہ جب بھی انسان پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو وہ اللہ سے مدد طلب کرتا ہے آہ وبکا فریاد کرتا ہے اور جب وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو نافرمانی کرتا ہے۔

اس سورۃ شریف میں آگے اللہ تعالیٰ انسانوں کو اپنے احسانات یاد دلاتے ہوئے اس واقعہ سے آگاہ کرتے ہیں جب آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے مخلوقات کو حکم دیا ان کو سجدہ کرنے کا فرشتوں نے حکم بجالایا اور عزائیل نے حکم کا انکار کیا اور لعنتی قرار دیا گیا اور وہ بغاوت پر اُتر آیا اور اولاد آدم کو خدا کی راہ سے بہکانے اور اس کے حضور رسواء کرنے اور نقصان کرنے کے درپہ ہوگا اس طرح وہ انسانوں کا ازلی دشمن بن گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کے گناہوں کی تلافی کا موقع دیتے ہوئے فرمایا ''اے اولاد آدم ہم نے تمہارا لباس پیدا کیا جو کہ تمہارا پردہ ہے اور بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس اس سے بہتر ہے'' (آیت ۲۶) جس طرح لباس بدن کے لئے پردہ ہے اور انسانوں کی شرم وحیا کی پردہ پوشی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور انسانوں کی خوشنودی اور کامیابی کا سبب بنتا ہے اور ظاہری عبادات اور ریاضت سے بہتر تقویٰ اور پرہیز گاری ہے اور انسان کے ظاہر سے اس کا باطن بہتر اور خوشتر ہونا چاہئے۔ انسانوں کے قول فعل اور عمل کے اخلاص میں انسان کی زینت پنہاں ہے اور اس تقویٰ کی پوری وضاحت آگے فرمادی۔ ''اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ پنہاں ہے اور اس تقویٰ کی پوری وضاحت آگے فرمادی'' اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اللہ کی طرف اور عبادت کرو خالص اللہ ہی کے واسطے'' (آیت ۲۹) تقویٰ یہ کہ تمام عبادات محض اللہ کے واسطے ہوں یہ نہیں کہ تمہارا رخ بظاہر کعبہ کی طرف تو ہو اور تمہارا خیال اللہ کی طرف سیدھا نہ ہو وہ یوں کہ تم شک وشبہ غیر یقینی او رشش وپنج میں مبتلا رہو کیونکہ ایمان کا دارومدار اللہ اور رسول ﷺ کے اخبار غیب پر یقین اور ثابت قدمی پر ہے بلکہ یہ ظاہری عبادات اور دکھاوا اور طلب متاع دنیا نام ونمود شہرت کا لبادہ اوڑھ کر تم اللہ کی خوشنودی نہیں پاسکتے اور دنیا میں اپنا دھیان اِدھر اُدھر لگا رہے'' آپ فرمادیجئے میرے رب نے حرام کیا تمام فحش

اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ فرعون کے پاس جاؤ اسے ہماری وحدانیت اور تمہاری نبوت کو پیش کرو تو موسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو خوف واندیشے کا اظہار کیا ''سو مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو قتل کر ڈالیں گے'' پھر اللہ کے کہنے پر فرعون کو معجزے پیش کئے اور اللہ کی قدرت کی نشانیاں دکھادیں مگر فرعون نے نہ مانا اس نے کہا آپ کو جادوگر کہکر آپ کا انکار کیا اور موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے تو اس نے آپ کے اور بنی اسرائیل کے پیچھے لشکر دوڑائے اور کہا کہ ''ان ھولاء لشر ذمة قلیلون'' (۵۴) یعنی بنی اسرائیل تھوڑی سی قلیل جماعت ہے جیسا کہ ہر زمانے میں ایمان والوں کو لوگ کہتے آئے ہیں اور کثرت تعداد کو ہی دین و مذہب کی کسوٹی مانا جاتا ہے اور آج یہی طعنہ مہدویوں کو بھی دیا جاتا ہے موسیٰ نے فرعون کا تن تنہا مقابلہ کیا اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ آپؑ نے تن تنہا نمرود اور اس کی قوم کا مقابلہ کیا حالانکہ فرعون اور نمرود طاقتور بادشاہ تھے۔ اور جاہ وجلال اور رتبہ والے تھے۔ اس سورۃ میں اللہ کے ان دو جلیل القدر پیغمبروں کے علاوہ دیگر انبیاء کا ذکر ہے مگر دوسرے انبیاء کے اپنی قوموں سے خطاب میں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اپنی قوم سے خطاب میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ دوسرے انبیاء خود کو اللہ کے امانت دار نبی بتا کر اللہ کا پیغام پہنچاتے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو گواہ بھی پیش کئے گئے ایک قرآن مجید دوسرے امانت دار فرشتہ جبرئیل امین پہلے جو بات ہوتی وہ راست پیغمبر کہتے تھے اب جو بات کہی گئی وہ گواہ اور دلیل کے ساتھ ہوئی ہے۔ سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ پیغمبروں نے الگ الگ زمانوں اور الگ الگ مقامات اور موقعوں پر ایک ہی بات دہرایا ہے جیسے نوحؑ نے فرمایا'' کیا خدا سے تم نہیں ڈرتے (۱۰۶) میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں (۱۰۷) سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو (۱۰۸) اور میں تم سے کوئی دینی صلہ نہیں مانگتا' میرا صلہ تو بس اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۰۹) سو تم اللہ سے ڈرو میرا کہنا مانو (۱۱۰) وہ کہنے لگے کہ کیا ہم تم کو مانیں گے حالانکہ رذیل لوگ تمہارے ساتھ ہو لئے ہیں'' جب ہودؑ نے قوم عاد سے کہا کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے (۱۲۴) میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۲۶) اور تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں مانگتا بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۲۷) قوم ثمود کو صالح علیہ السلام نے فرمایا'' کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے (۱۴۲) میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں (۱۴۳) سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۴۴) قوم ثمود نے صالح علیہ السلام سے کہا'' تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے (۱۵۳) تم تو بس ہماری طرح کے ایک آدمی ہو سو تم کوئی معجزہ پیش کرو اگر تم سچے

ہو (۱۵۴) جب لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا'' کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے (۱۶۱) میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں (۱۶۲) سوتم اللہ سے ڈرو میری اطاعت کرو (۱۶۳) اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۶۴) شعیبؑ نے اپنی قوم سے فرمایا'' کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں۔ (۱۷۷) میں اللہ کا امانت دار پیغمبر ہوں (۱۷۸) سوتم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو (۱۷۹) اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۸۰) شعیبؑ کی قوم نے کہا'' بس تم پر کسی نے بڑا بھاری جادو کردیا ہے (۱۸۵) اور تم تو محض ہماری طرح کے ایک معمولی آدمی ہو۔ اور ہم تو تم کو جھوٹے لوگوں میں شمار کرتے ہیں۔ (۱۸۶) اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو (۱۸۷) سو وہ لوگ ان کو جھٹلایا کئے۔

مگر خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ سے کہا جاتا ہے کہ'' یہ کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیں۔ یعنی اللہ سے ڈرنے کے لئے قرآن کافی ہے۔ اور پھر اسی سورۃ کے آیات ۱۹۲ تا ۱۹۷ میں کہا جاتا ہے کہ'' یہ تنزیل (قرآن) رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ اور اس کا ذکر پہلے اُمتوں کی کتابوں میں ہے کیا ان لوگوں کے لئے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس (پیشین گوئیوں) کو علمائے بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں۔

انبیائے سابقین سے کہلوایا جاتا ہے کہ'' کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ سوتم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو اللہ رب العالمین کے پاس ہے۔ اس کے جواب میں ان کی قوموں نے انہیں حقیر اور ذلیل جانا اور ان کو جادو گر اور جھوٹے کہا اور ان سے کہا کہ کوئی فرشتہ آ کر تمہاری گواہی دے اور تم معجزے پیش کرو۔ مگر رسول اللہ ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ'' یہ کتاب آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس سے ڈرائیں۔ '' اور پھر آگے کہا گیا کہ'' یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے۔ اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے اور اس کا ذکر پہلے کی کتابوں میں ہے اور یہ بات ان لوگوں کے لئے دلیل ہے اور اس کو علماء بھی جانتے ہیں۔

یہاں سب سے ضروری بات یہ کہی گئی ہے کہ جس نبی آخرالزماں پر یہ کتاب وحی کی گئی ہے وہ پڑھنا نہیں جانتے تا کہ خود ساختہ عالموں اور بال کی کھال نکالنے والوں کو یہ نہ لکھ لی ہے بلکہ اسکو امانت دار فرشتہ جسکو علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں ان کے ذریعہ وحی کیا ہے۔'' جو لوگ ایسے رسول نبی اُمّی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (۱۵۷)

جو بات نبی اور رسولوں کے توسط سے ہو رہی تھی اسے بعد امانت دار مقرب فرشتہ کے ذریعہ کہا گیا اور پھر کہا جا رہا ہے کہ "ایسے رسول "نبی اُمی" کی اتباع کرو جس کا ذکر توریت اور انجیل میں ہے" یعنی پہلے نبی اور رسول کہتے تھے اب پیغمبر آخر الزماں کے ساتھ ایک معتبر گواہ بھی ہے جنھوں نے توریت وانجیل میں پیغمبر آخر الزماں کی بعثت کا مژدہ جانفزا سنایا تھا آگے زور دے کر اس نبی اُمی سے کہلوایا گیا کہ میں اس اللہ کا پیغمبر ہوں جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

"لوگو میں تم سب کی طرف سے اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں جس کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمینوں میں اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو ایسے اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی اُمی پر جو کہ اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ راست پر آ جاؤ (۱۵۸)

ایک کے بعد دوسری آیت میں "نبی اُمی" کا ذکر کرنا اور ان سے کہلوانا کہ میں تم سب کی طرف سے اللہ کا بھیجا ہوا ہوں صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہ خطاب اس دور کے انسانوں سے کیا جا رہا ہے جو خود کو عالم، فاضل سمجھتے ہیں اور ہر بات کا علم دلیل اور منطق کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں ایسے انسانوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ ایمان کا معاملہ خلوص نیت پر ہوتا ہے نہ کہ علم ومنطق کی کسوٹی پر بلکہ ایک نبی اُمی کو تمام زمانوں کے پیغمبروں اور فرشتہ مقرب پر فوقیت شرف انسانیت عطا کیا گیا جیسا کہ پہلے کی قومیں طاقت اور شان والی باغوں، چشموں ولی بدافعال ناپ تول میں کمی کرنے والی وغیرہ ہوا کرتی تھیں اور اس دور میں ان کی الگ الگ خصوصیات تھیں اس طرح علمی قابلیت کا کمال اور انتہا آج کی قوموں کو حاصل ہے اور علم کی اتنی انتہا کسی زمانے میں نہ رہی تھی اور آج دنیا اپنے علمی کمال کی غلام ہے جبکہ ایمان کا معاملہ یقین پر ہوتا ہے۔ اگر یہی علم ان کے شرف کی وجہ ہے تو یہی علم ان کے ذلت کی بھی وجہ بن سکتا ہے۔ قرآن مجید ایسے لوگوں کے لئے اندھے، بہرے اور جانوروں جیسی سمجھ والے اور ان سے بھی بدتر کہا گیا۔ شرف انسانیت کا اعزاز نبی اُمی ﷺ کو ملا۔ علم کے مغرور دعویداروں کو جانوروں سے بدتر کہا گیا۔

"جن کے دل ایسے ہیں جن سے یہ نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے اور یہ لوگ چوپایوں (جانوروں) کی طرح ہیں اور بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں۔ جنہیں جنوں کے ساتھ دوزخ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ آیت ۱۷۹ یہاں جنوں کے ساتھ انسانوں کو دوزخ کے لئے پیدا کیا جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابلیس بھی علم وعمل میں درجہ

کمال کو پہنچا ہوا تھا اور آدم علیہ السلام اللہ کے دئے ہوئے حلم پر عمل کرنے والے تھے اور نبی اُمی ﷺ بھی اللہ کے احکام پر بے چوں وچرا عمل کرنے والے تھے نہ کہ علمائے بنی اسرائیل کی طرح دلیل ومنطق کے زور پر مباحثہ کرنے والے جو ابلیس کی روش ہے ان لوگوں کو جانوروں سے بدتر کہا گیا جو آنکھیں ہونے کے بعد بھی نہیں دیکھ سکتے اور کان ہونے کے بعد بھی نہیں سنتے یا سمجھتے۔ اس حقیقت کے پیش نظر اسی قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کو دیکھیں۔

''اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی (غیر عربی) پر نازل کر دیتے پھر وہ ان کے سامنے پڑھ بھی دیتا تو یہ لوگ (حد درجہ مخالفت کے) اس کو نہ مانتے۔ ہم نے اس طرح ایمان نہ لانے کو ان نافرمانوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے (۲۰۰)

یہ صاف اور کھلا اشارہ ہے کہ اگر ہم عجمی کو مہدی موعود بنائیں گے تو تم لوگ (اہل منطق) اس کی مخالفت کرو گے چاہے وہ اپنے خلیفۃ اللہ ہونے کے کتنے ہی ثبوت اور دلائل پیش کیوں نہ کرے تم لوگ اپنے پیش رو علمائے بنی اسرائیل کی روش اختیار کرو گے انہوں نے نبی اُمی کی مخالفت اس لئے کی کہ کیوں وہ ہم میں یعنی یہود ونصاریٰ میں جو اہل علم وجاہ وحشمت ہیں ان میں کیوں نہیں آیا اور جس طرح نبی امی کی گواہی امانت دار فرشتے نے دی ہے اسی طرح خلیفۃ اللہ مہدی موعود کی گواہ اللہ کی کتاب اور رسول مقبول ﷺ کی احادیث مبارکہ پیشین گوئیاں ہیں۔ جس طرح اگلی قوموں نے انبیاء علیہ السلام اجمعین کو جادوگر جھوٹے ہماری طرح کے آدمی، رذیل لوگوں کے رہبر چھوٹی سی حقیر لوگوں کی جماعت قرار دے کر انکا انکار کیا تھا کچھ ایسا ہی خلیفۃ اللہ مہدی موعود علیہ السلام کے بارے میں کہہ رہے ہیں اور بلا تحقیق جانے بوجھے سوچے سمجھے بنا حالانکہ حق اور ناحق کی جستجو اور تحقیق ایمان کا پہلا اصول ہے۔

اور ہم نے اس طرح اس کو قرآن عربی کر کے نازل کیا اس طرح ہم نے طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تاکہ لوگ ڈر جائیں یا یہ قرآن اس کے لئے کسی قدر سمجھ پیدا کر دے۔ سو اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ ہے اور وہ مالک ہے برحق، اور قرآن میں قبل اس کے آپ پر وحی پوری نازل ہو چکی جلدی نہ کیا کیجئے اور آپ یہ دعا کیا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے۔''

''اور اس سے پہلے ہم آدم کو حکم دے چکے تھے سو وہ حکم بھول گئے (غفلت میں پڑ گئے) اور ہم نے ان میں پختگی نہیں پائی'' (طٰہٰ رکوع ۶)

یہاں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں اس قرآن کو ہم نے عربی میں نازل کیا ہے تاکہ ہماری وعید بیان

ہو اور لوگ اللہ سے ڈریں اور ان میں دینی و ایمانی سمجھ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ مالک ہے برحق ہیں قدرت والے ہیں وہ چاہتے تو اسے انسانوں کی دوسری زبانوں میں بھی اتار سکتے تھے جو عجمیوں کی زبانیں تھیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ کا خطاب رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اُمت کو یہ ہے کہ جلد بازی نہ کریں قرآن کریم کو پوری طرح سمجھیں اور یہ دعا کریں کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے تا کہ ہم میں اس کو سمجھنے کی سمجھ پیدا ہو جائے کیونکہ اس سے پہلے ہم آدم علیہ السلام کو بھی یہ حکم دے چکے تھے وہ نہ صرف حکم بھول گئے اور غفلت میں پڑ گئے کیونکہ علمی لحاظ سے ان میں پختگی نہ پائی اور وہ اللہ کے حکم کو سمجھ نہ پائے۔ اور اب اولاد آدم بھی وہی غلطی دہرا رہی ہے قرآن مجید کے ظاہری احکام کو پڑھ کر خود کو عالم و فاضل سمجھ بیٹھی ہے اس کے باطن میں غور و خوص کرنے کو تیار نہیں اور تو اور جب اللہ تعالیٰ نے اس کے بیان کرنے والے کو مبعوث کر دیا تو اس کا بھی انکار کر رہے ہیں۔

''اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں شفاء و رحمت ہے۔ اور نا انصافوں کو اس سے اُلٹا نقصان بڑھتا ہے۔ (بنی اسرائیل ۹ ع) دیکھئے کیسے لطیف اشارے اللہ تعالیٰ دیتے ہیں یہاں بات قرآن اور قرآن پر عمل کرنے والوں کی ہو رہی ہے اور قرآن میں ایسی چیزیں یا پیشین گوئیاں نازل کئے جانے کی بات ہے جو ایمان والوں کے حق میں شفاء و رحمت ہے اور نا انصافوں کو نقصان ہونے کی بات بتائی ہے۔ اور جو لوگ عدل نہیں کرتے نا حق اللہ کے خلیفوں کی باتوں میں تکرار اور اعتراض کرتے ہیں وہ نقصان اُٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دعوت تحقیق دیتے ہوئے کہا کہ دیکھو جس طرح اگلی اُمتوں کی کتابوں میں نبی اُمی کا ذکر ہونے کے باوجود علمائے یہود و نصاریٰ نے ان دیکھی کی تھی اس طرح تم بھی قرآن مجید کی نشانیوں اور پیشین گوئیوں کو ان دیکھی تو نہیں کر رہے ہو اگر ایسا ہے تو مباہلہ کیوں نہیں کرتے یعنی اس معاملہ کو اللہ کے ذکر سے پانے کی کوشش کرو۔

''یقیناً جب لوگ پرہیز گاری کرتے ہیں جب ان کو شیطان سے وسوسہ لگتا ہے تو اللہ کی یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں (۲۰۲) مہدی موعود کی تعلیمات میں ذکر اللہ کے تلقین کے ذریعہ دیدار کے لئے آنکھیں کھولنے کی ہی تو بات ہے۔ فرمان مہدی موعود علیہ السلام ہے'' جو کچھ بندہ کہتا ہے اس پر عمل کرو تا کہ بینائی حاصل ہو۔ مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اُمی کا سینہ صاف ہوتا ہے جو سنتا ہے دلنشین ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' وہ وہی ہے جس نے اُمیوں میں رسول کو بھیجا (جز ۲۸ ع ۱۱)

قرآن کہہ رہا ہے کہ ''اُمیوں میں رسول کو بھیجا'' مہدی علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ اُمیوں کا سینہ صاف ہوتا ہے جو سنتا ہے دل نشین ہو جاتا ہے۔ یعنی اُمی کا سینہ علم منطق اور دلائل کی کدورت سے پاک ہوتا ہے اور وہ ایمان کی بات کو جو اطلاعات مغیبہ سے متعلق ہوتی ہیں خلوص کے ساتھ قبول کرتا ہے اور یہاں پر مہدیؑ کی اس نقل مبارک کو بھی ذہن نشین کرنا ہوگا'' روایت ہے کہ حضرت میاں نعمتؓ نے حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے علم پڑھنے کی اجازت چاہی حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا اگر اس سے پہلے علم پڑھے ہوتے تو مجھ کو قبول نہ کرتے'' (۱۵۸) اس سے پہلے علم پڑھے ہوتے تو کہا ہے اور قرآن کریم رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرماتا ہے۔'' اور اس سے پہلے آپ نہ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ یہ باطل پرست لوگ شک وشبہ میں پڑتے (العنکبوت ۴۸)

علم پڑھا ہوا شخص شش و پنچ بے یقینی دلیل و منطق میں الجھا ہوا رہتا ہے جبکہ اُمی جوں کا توں احکام خدا کو پیش فرماتا ہے۔ اور قرآن مجید کی بات پورے وثوق کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے جس طرح سابقہ انبیاء کے پاس احکام بھیجے گئے اس کو امانتاً انہوں نے تم تک پہنچایا تاکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرائیں اسی طرح قرآن مجید نبی اُمی کے ذریعہ تم تک پہنچایا گیا اور اس پر ایک امانت دار فرشتہ گواہ ہے اور اس کا ذکر پہلی اُمتوں کی کتابوں میں ہے جو دلیل ہے علماء کے لئے اور یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ مہدی موعود علیہ السلام نے اس قرآن مجید کو گواہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے اپنی مہدی موعود ہونے کے دعوے کو پیش کیا تھا اور گواہ کے طور پر اتباع محمد ﷺ کی پیروی بتایا وہاں پر رسول اللہ ﷺ داعی اور جبرئیل امین اور پہلی امتوں کی کتابیں گواہ' یہاں پر مہدی علیہ السلام ہادی اور قرآن اور رسول گواہ۔

یعنی ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے اقرار اور احکامات کی تکمیل کی گواہ کی بنیاد امانت دار نبی رسول پیغمبر جو اللہ تعالیٰ کے خلیفے ہوا کرتے تھے اور مقرب فرشتہ اور اللہ کی کتابیں اور صحائف آسمانی ہی ہوا کرتے رہے ہیں۔ علم دلیل اور منطق کی بنیاد نہیں جو ابلیس کی روش ہے۔ فرشتے اور دوسری مخلوقات احکام خدا کی اطاعت کی پابند ہے ابلیس اور اس کے ہمنوا علم اور دلیل کے پابند ہوتے ہیں۔

اب تو یہ اصول ہی بن گیا ہے کہ کوئی مفتی یا عالم آپ کو سرٹیفکیٹ دے گا تو آپ ایمان والے ہیں ورنہ آپ کا ایمان گیا کہ گویا خدائی معاملات اب اللہ تعالیٰ نے ان عالموں کے سپرد کردئے ہیں اب تو نجدی' بقوی' وہابی' قاسمی' زندیقی اور لعنتی لوگ نہ جن کے ایمان کا پتہ نہ ذات کا مہدویوں کو فرقہ باطلہ کہتے ہیں اور مہدی موعود کی شان میں گستاخی کرنے سے نہیں چوکتے۔ حالانکہ علم وادب کا معیار اپنے مدمخالف

کے ساتھ حسن سلوک شریفانہ انداز تخاطب ہوتا ہے اب ان شرعی اور زرین اصولوں کو بالائے طاق رکھنے والے خود کو مفتی اور علامہ کہلوار ہے ہیں اور ہم میں کا وہ طبقہ جو خود کو ذمہ دار کہتا ہے مہدی موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی شان میں قصیدے پڑھ رہے ہیں شہرت اور واہ واہی کا جنون سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ ہر زمانے میں اہل باطل بقوی' نجدی' زندیقی' لعنتی لوگ اللہ کے خلیفوں کو جھوٹے 'سحر زدہ' حقیر جماعت اور ہوش پر قائم نہ رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر' جذبہ اور استغراق میں رہنے کو مافی الضمیر کی لغزش ہونا قرار دیتے آئے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں ہم یہ شعر کہہ سکتے ہیں۔

وہ اپنی حرکتوں سے باز آیا ہے نہ آئے گا
اُسے ہم کنکری مار کر شیطان کردیں گے

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اس بات کی نشاندہی کرتے ہوئے آگاہ کردیا ہے کہ" اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کسی فرقے کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے تو وہ لوگ تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنادئے گئے۔ (جز۴ع۱)

یہاں خبردار کیا گیا کہ صرف مشرک و کافر ہی نہیں وہ فرقے جن کو کتاب دی گئی ہے وہ بھی مومنوں کو کافر بناتے ہیں ایمان والوں کو ان ظاہری طور طریق کے مسلمانوں سے ہوشیار رہنا ہوگا یہ لوگ اللہ رسول اور قرآن کی باتیں بتا کر لوگوں کو کفر میں مبتلا کرتے ہیں۔ شریف النفس لوگ ان لوگوں کی باتوں میں آجاتے ہیں جس طرح ابلیس کی باتوں میں آدم آ گئے تھے جن کے باپ اداد کا پتہ نہیں جن لوگوں کے پاس ہادئ برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال کا لحاظ نہیں ہے اولیاء وصالحین کا لحاظ نہیں' انہیں بدعتی خیال کرتے ہوں وہ مہدی موعودؑ کا کیا لحاظ کریں گے جو ان کے علم اور عقل کی کسوٹی پر پورا اترا وہی مسلمان باقی سب بے دین اصل میں یہ بے ڈھنگے بے دین ہیں۔ یہی روش تو یہود ونصاریٰ کی رہی ہے ابولہب کے سامنے رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف موجود تھی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ مانا جبکہ وہ جانتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں انکار کیا اب مہدئ موعودؑ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد پانچ سو سال بعد کوئی آپ علیہ السلام کو مہدی نہ ہونے کی سرٹیفکیٹ دینے بیٹھتا ہے تو وہ کوئی مومن تو نہیں ہوسکتا ہاں۔ بقوی' قاسمی' نجدی' زندیقی اور لعنتی ہوسکتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں۔

"تمام مخلوقات نفسانی خواہشات میں مبتلا اور خداوند تعالیٰ کی رضا وخوشنودی سے روگرداں

ہے زمانے کے علماء اور وقت کے مدعی تک راہ راست کے خلاف چل رہے ہیں اس زمانے میں لوگوں نے اپنی خواہشاتِ نفس کا نام شریعت رکھ لیا ہے۔ حب جاہ کا نام عزت' تکبر کا نام علم' دکھاوے کی عبات کا نام تقویٰ' کینہ کو ظاہر کرنے کے بجائے اس کو دل میں پوشیدہ رکھنے کا نام حلم' مجادلہ ومناظرہ اور نہایت کمینگی کے ساتھ محاربہ کرنے کا نام عظمت' نفاق کا نام زہد' جو منہ میں آئے اسے بک دینے کا نام معرفت' نفسانیت کا نام محبت' الحاد کا نام فقر بجود (انکار حق) کا نام صفوت' زندیق ہوجانے کا نام فناء اور جناب نبی کریم ﷺ کی شریعت کو ترک کردینے کا نام طریقت رکھ لیا ہے۔ یہاں تک کہ اربابِ معانی (اصل اہل حق) ان جہلاء سے اسی طرح مغلوب ہوگئے ہیں جس طرح خلافت راشدہ کے سقوط کے بعد اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر آل مروان نے غلبہ حاصل کرلیا تھا''

اس کے بعد حضرت علی ہجویریؒ جن کا سنہ پیدائش ۴۶۵ھ ہے یہ دعا کرتے نظر آتے ہیں جو آج کے حالات کی پوری عکاسی ہے ''ایسے حالات میں حق جل جلالہ کے سوا کون ہے جو اُس چیز کو لانے کا ارادہ اور اس کے اسباب پیدا فرمائے جسے اہل زمانہ کھو چکے ہیں جس کے ارادت مند تک اس کے ظہور پذیر ہونے سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اور جس کے عارفین کی معرفت بھی اس کے وجود سے جدا ہو چکی ہے''

پانچویں صدی ہجری کے بعد کے اہل اللہ کونسی چیز اور اس کے اسباب کو پیدا کرنے کا دعا اللہ تعالیٰ سے فرما رہے ہیں؟ وہ وہی چیز اور اس کے اسباب ہیں جس کا وعدہ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا تھا۔ ثوبانؓ سے روایت ہے ''پس جب تم اسے دیکھو (مہدی) تو اس سے بیعت کرو اگرچہ کہ تمہیں برف پر سے رینگنا ہو پس تحقیق کہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے''

اور جب اللہ تعالیٰ نے مہدی موعودؑ کو مبعوث فرمادیا تو اہل باطل جن کے اخلاق وعادات کا نقشہ حضرت ہجویریؒ نے کھینچا ہے ''چراغ پا ہوگئے کہ ہم دنیا دارو میں ایمان کی باتیں بتانے والا کیوں آ گیا کہ اب ہماری مشیخیت اور علم دانی کی دوکان پھیکی پڑجائے گی اور آج تک اپنے ناپاک منصوبوں' فتوؤں کے ذریعہ نیچا دکھانے کی کوشش کررہے ہیں اور ہمارے اندر کے بھیڑ کی کھال کے بھیڑئے ان کی چاپلوسی اور قدمبوسی میں زمین کے اندر دھنسے چلے جارہے ہیں۔

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو حقارت سے تھوڑی سی جماعت کہا' نوحؑ اور ان کی قوم نے رذیل لوگوں کی جماعت کہا۔ قوم ہود قوی طاقت والی اور باغوں' چشموں کی مالک تھی ظالم وجابر قوم تھی ان کو اپنی طاقت اور قوت پر گھمنڈ تھا' قوم ثمود بڑی طاقت ورتھی پہاڑوں کو تراش کر مکان بناتی اور باغوں چشموں کی

مالک تھی انہوں نے آپ سے معجزہ طلب کیا قوم لوطؑ بدفعلی میں مبتلا تھی۔ شعیبؑ کی قوم ناپ تول میں کمی کیا کرتی تھی۔ اور رسول مقبول ﷺ کی قوم جس کا زمانہ قیامت تک کا ہے علمِ تحقیق اور جستجو دلیل اور منطق کی علم بردار دعویدار ہیں اسی لئے انہیں سرچشمہ علم قرآن مجید کے ذریعہ ڈرانے کی بات کہی گئی اور اس میں کسی بھی بات کو بتائے جانے میں یا سمجھنے میں تنگی نہیں ہوگی۔ جس کو ایک امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے اگر اس میں خلوص نیت کے ساتھ جستجو اور تحقیق کی جائے تو ایمان پر قائم رہنے میں کوئی پریشانی نہیں۔ کیونکہ تمام باتیں صاف ہوتی چلی جائیں گی اور قرآن مجید کی ہر آیت مبارکہ حق کے متلاشیوں کی رہبری کرتی رہے گی۔ اس کے لئے ہمیں کسی دنیادار عالم کی رہبری کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی ہماری تضحیک کرتا ہے یا مہدی موعود علیہ السلام پر خاکم بدہن نازیبا الفاظ کا استعمال کرتا ہے تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں۔ ولا یخافون لومة لایم ذلک فضل الله یوتیه من یشاء (۵۴:۵) یعنی اللہ کے خاص بندے ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈرتے اور یہ صفت اللہ کے فضل کے بغیر پیدا نہیں ہوتی اور انسانوں کی ملامت قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔

اگر رسول اللہ ﷺ کے عربی ہونے پر اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو اعتراض ہوسکتا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ میں کیوں نہیں بھیجے گئے تو مہدی موعود علیہ السلام کے عجمی ہونے پر اہل قرآن کو باوجود اس میں شواہد و دلائل ہونے کے اعتراض ہوسکتا ہے۔ ہم کو تو بس تلاش حق سے سروکار ہونا چاہئے اگر ہمیں تعلیمات مہدیؑ میں ایمان اور احسان کی رہنمائی مل رہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا ہے تو یہ ہمارے لئے کافی ہے۔

"ہم نے انسان کو راہ دکھادی اب اس کا جی چاہے شکر گذاری کی روش اختیار کرے اور جی چاہے نافرمانی اور نمک حرامی کی راہ اختیار کرے (۷۶:۳)

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ "ایمان ذات خدا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے ولایت محمدیہؑ کے ان احکام کو بیان کرنے کے لئے مبعوث کیا ہے جو کہ مہدیؑ سے متعلق ہیں" (نقلیات میاں عبدالرشید ۲۲۰) ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہے۔ جس میں ہیت ماہیت اور تشبیہ کو دخل نہیں وہ لامحدود ولازوال ہے۔ "لیس کمثله شیء" "اس کو کوئی مثل نہیں وہ واحد و یکتا ہے" اور ولایت محمدیہؑ جو مہدیؑ سے متعلق کیا ہیں اس کے بارے میں مہدی علیہ السلام فرماتے ہی۔ "نیز مہدیؑ نے فرمایا جو کچھ بیان کیا جاسکتا ہے وہ سب شریعت ہے اور حقیقت بیان میں نہیں آسکتی" (۲۲۶ نقلیات میاں عبدالرشیدؓ)

اس حقیقت کے بیان کو سمجھنے کیلئے مہدی موعود علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں قرآن کریم کی سورۃ طٰہٰ کی ۷ ویں رکوع کی یہ آیات دیکھیں جس میں آدمؑ و حواؑ کو حکم عدولی کی پاداش میں جنت سے اُتارے جانے کے بعد اولاد آدم سے اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے جس طرح آدم نے حکم عدولی کی اس کے بعد دوسری قوموں نے انبیاء سابقین کی باتوں کو نہیں مانا اس طرح تم اہل قرآن رسول ﷺ کی طرف وحی کئے گئے احکامات کو نہ سمجھ کر حکم عدولی کررہے ہو جبکہ تمہاری سہولت اور آسانی کے لئے ہم نے قرآن کریم کے باطن کے بیان کرنے والے ہادی کو تمہارے درمیان بھیج دیا اور انہوں نے بیان بھی کیا اور ایمان والوں نے آمنا وصدقنا کہا ہے۔

''اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو شخص میری اس ہدایت اتباع کرے گا تو وہ گمراہ نہ ہوگا اور نہ شقی ہوگا۔ اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہے (اس کے سوچ سمجھ کی تنگی علم وعمل کی تنگی، دل ودماغ کی تنگی جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور وسعت کا غلط اندازہ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کو محدود سمجھے گا)

اور قیامت کے روز ہم اس کو ''اندھا'' کرکے اٹھائیں گے وہ کہے گا اے میرے رب آپ نے مجھے کیوں اندھا کرکے اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا تو ارشاد ہوگا کہ ایسے ہی تیرے پاس ہمارے احکام (حق بینی کے ذرائع) پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسے ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا (ایسے ان کو آخرت میں بھی دیدار الٰہی نصیب نہ ہوگا) اور اس طرح ہم سزا دیتے ہیں جو حد سے نکل جاتے ہیں اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لاوے'' اور آگے فرمایا ہے ''اس (قرآن) میں تو اہل فہم کے لئے دلائل موجود ہیں''

نقل ہے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''میں اللہ کے حکم سے مردے کو زندہ کردینے سے عاجز نہیں ہوں لیکن عالم احمق کی تفہیم سے عاجز ہوں''

ہمیں اس علم کی حقیقت سے انکار نہیں ہونا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری میں ہمارا مددگار ہو اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی قربت اور معرفت سے متعارف کرائے اور اس علم سے احتیاط اور انکار ہونا چاہئے جو خدا کی حکم عدولی اور اللہ کی معرفت سے ہمیں بے نیاز کرتا ہو۔ اور حدیث نبوی ﷺ اس پر گواہ ہے ''اے اللہ! میں اس علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو نفع دینے والا نہ ہو'' 0000

جناب سید یوسف صاحب (بنگلور)
سیل نمبر 09242653492

احیائے دین مہدئ موعودؑ سے مخصوص ہے

ازمنہ قدیم کی قوموں، اسرائیلی، نصرانی اور ان کے بعد اسلام میں دُر آئی بدعات، رسوم و قیاسات کا بہ کلّی غور سے جائزہ لیں تو ایک بات جو نظر آتی ہے وہ یہ کہ انسان کی طبیعت اور فطرت میں نفس اور ابلیس کا جو دخل ہے وہ کسی نہ کسی طرح انسان کو اللہ تعالی کی وحدانیت کے اعتقادی و ایمانی تصور سے دور کر دیتا ہے، اس میں اشرار و اشراک کی نئی نئی صنعتیں پیدا کر دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے پہلے کے واقعات، قیاسات، رسوم و بدعات کا تاریخی جایزہ لیں تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ، آپ ﷺ نے بعد اعلان نبوت پوری شد و مد سے ان مشرکانہ تصورات کا بہ کلّی خاتمہ اہل ایمان کے لئے کیا۔ لیکن! آپ ﷺ کے بعد فی الفور یہ اعتقادات اور تصورات اسلام میں بھی داخل ہوتے چلے گئے، جس کا ایک سبب تو اسرائیلی و نصرانی تصورات و اعتقادات کا جزیرۂ عرب کے اطراف و اکناف میں موجود ہونا اور دوسری بات یہ کہ فتوحات اسلام سے بلاد اسلامیہ کی سرحدوں کا ان خطوں تک پھیل جانا جہاں پر رومی دیو مالائی، عیسائیت پرستی، چنگیزی ارواح پرستی، ہندی بت پرستی اور افریقی توہمات اور سحر و جادوٹونا کا بول بالا تھا۔ ان عقائد و تصورات نے مذہب اسلام کے بنیادی تصور وحدانیت کو بھی متاثر کیا۔

امام غزالیؒ نے ان تصورات کو اسلام کے عقیدۂ توحید سے پاک وصاف کرنے کی مقدور بھر کوشش کی اور وحدانیت، رسالت اور ولایت کے اعمال کی کیفیتوں کو الگ الگ پیرایۂ میں بیان کر کے ان حقیقتوں کو بالکل واضح کر کے ان کے درمیان ایک خط فصیل کھینچ دی۔ اس کے علاوہ دوسری اقوام کے میل جول اور اخلاط سے پیدا شدہ بدعات و اشراک کے طریقوں کو اسلام سے جدا کرنے کی سعی کی۔ امام غزالی کا زمانہ ۴۵۰ تا ۵۰۵ ہجری کا ہے، پیغمبر اسلام حضور اکرم ﷺ کے بعد آپ امت میں مصلحین اسلام کی صف میں سب سے پہلے کھڑے نظر آتے ہیں۔ بعد میں امام ابن تمیہ کے ماننے والوں نے انہیں اس مقام پر کھڑا کرنے کوشش میں ظلم و جبر کے تمام سابقہ حدوں کو توڑ دیا۔ جس ہستی نے چنگیز خاں کے پوتے غازن خاں جیسے جابر حکمران کے دربار میں یہ الفاظ کہہ کر اپنے عالم ہونے کا حق اداء کیا تھا کہ

******

''تم خود کو مسلمان کہتے ہو اور تمہارے ساتھ محدثین، متقی، شیخ اور امام موجود ہیں، مگر تم نے ہم مسلمان ملکوں پر حملہ آور ہو کر اور غاصبانہ قبضہ کیا ہے، جبکہ تمہارا باپ ہلاکو خاں کافر ہونے کے باوجود ہم پر حملہ نہ کر کے اپنا وعدہ نبھایا تھا، مگر تم نے وعدہ خلافی کی'' اور امام ابن تمیمیہ نے ایسے ہی حالات کا مقابلہ کیا جیسا کہ امام غزالیؒ نے کئے تھے۔ لیکن امام ابن تمیمیہ نے وحدت الوجود کی شق پر زیادہ توجہ دی اور ولایت کے طریقوں اور سلسلوں میں دُر آئے عقاید اور احادیث میں حد فصیل قائم نہ کیا، اس کی وجہ ان کے سامنے غیر اسناد، ضعیف اور غریب احادیث کی کثرت کا ہونا تھا۔ مثلاً ایک حدیث یہ گھڑ لی گئی تھی کہ ''اللہ تعالیٰ بروز حشر حضورﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا'' یہ وہ نظریہ تھا جو وحدت الوجود سے متضاد تھا۔ یہ حالت بعد کے زمانے میں پورے اسلامی عقائد کو متاثر کرتی نظر آئی، اس لئے بہت سارے محدثوں، مفسروں نے کئی صحیح السناد اور متواتر احادیث کا بھی انکار کر دیا۔ کیونکہ ولایتی سلسلوں میں بے شمار غلو اور بے بنیاد بدعتیں اور رسمیں اختیار ہو چکی تھیں، جس کا اثر یہ ہوا کہ بعد میں کئی ایسی تحریکیں وجود میں آ گئیں جنہوں نے کہیں پر اشراک و بدعات کا دروازہ کھولدیا تو کہیں ان شرک بدعتوں کے طریقوں کے انکار و عناد کا ایسا غلغلہ بلند ہوا کہ حقیقی اسلام کہیں گم ہونے لگا تھا جس کا اثر آج بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدت کا انکار کفر ہے, بالکل اس کی بھیجے ہوئے صحیفوں, فرشتوں, پیغمبروں, جنت, جہنم, ملایکہ اور پیغمبر آخر لزماں کے اقوال واحکام کا انکار بھی کفر ہے۔ مگر! امام ابن تمیمیہ کے ماننے والوں نے عقیدہ وحدت الوجود کو ایسے مقام پر رکھ لیا جہاں سے وہ خود کو اس مقام پر پاتے ہیں اور یہیں سے انا، غرور, تکبر و نخوت کا مرحلہ شروع ہوا ہے۔

حضرت شیخ علی ہجویریؒ نے فرمایا, جو شخص علم کلام (توحید الٰہی) کی صرف عبارات پر اکتفا کرتا ہے, اور زہد و تقویٰ اختیار نہیں کرتا, وہ زندیق (بے دین) ہے اور جو شخص پرہیزگاری اپنائے بغیر شریعت اور علم فقہ پر اکتفا کرتا ہے, وہ فاسق ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر واسطیؒ فرماتے ہیں کہ 'توحید وجود کو شناخت کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے, اور نہ کسی میں یہ جرأت ہے کہ وہ صحرائے وجود میں قدم رکھ سکے'' اور فرماتے ہیں ''پوری مخلوق عالم عبودیت میں غوطہ زن ہونے کے باوجود اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتی اور نہ کوئی بحر عبودیت کو عبور کر سکا'' اور فرمایا جس نے وحدانیت کو سمجھ لیا وہ مقصود تک پہنچ گیا'' اور فرمایا ''تمام نسبتوں میں افضل

ترین نسبت یہ ہے کہ بندہ بندہ ہی بن کر نسبت عبودیت کی جستجو کرتا رہے''

ابوزرعہ العراقی شیخ مسلم کہتے ہیں کہ 'جب آپ کسی کو اصحاب رسول ﷺ کی تنقیص کرتے دیکھو تو سمجھ لو کے وہ زندیق ہے, اس لئے قرآن وسنت رسول ﷺ میں جو کچھ آیا ہے سب برحق ہے, یہ سب چیزیں ہم تک صحابہؓ کے ذریعہ پہنچی ہیں, جو شخص ان کو برا کہتا ہے اور کتاب وسنت کو باطل قرار دیتا ہے, ایسے شخص کو برا کہنا اور اس پر ضلالت وزندیق کا حکم لگانا, زیادہ مناسب اور صحیح ہے''. وہابیوں کے یہاں قرآن کے بعد امام بخاری کی احادیث کے علاوہ سبھی احادیث وسنت کی کتابیں, غیر صحیح اور مشکوک ہیں. جبکہ حضرت امام بخاریؒ نے خود یہ فرمایا ہے کہ 'نہیں درج کیا میں نے اس کتاب میں جو صحیح احادیث ہیں, اور ترک کیا ان بہت سی حدیثوں کو 'جو صحیح تھیں' کتاب کی طوالت کے (ضخیم) ہونے کے اندیشے سے'' (عبدالحق محدث, دہلوی)

حضرت احمد بن انطا کیؒ فرماتے ہیں'' یقین خدا کا عطا کردہ نور ہے, جس سے بندہ اس طرح امور آخرت کا مشاہدہ کرتا ہے کہ درمیان سے تمام حجابات رفع ہو جاتے ہیں'' اور جس کو کسی بھی بات کا یقین نہ ہو اس کو نورِ خدا کا حاصل ہونا محال ہے۔ امام ابن تمیمہ نے کوئی ثبوت فراہم کئے بناء آیمہ وصلحاء کو فلسفہ یونان سے متاثر لوگ کہہ کر ان کی ایمان ویقین کی کوششوں کو یک قلم مسترد کر دیا, جبکہ امام غزالیؒ نے نبوت, رسالت اور ولایت کی تشریح قرآن وحدیث کی روشنی میں کرتے ہوئے فلسفہ روم ویونان سے متاثر الفارابی اور ابن سینا جیسے حکیموں کے عقاید ومذہب کے شرکیہ نظریوں کو رد کیا, اور ارسطو کے نظریات کو فاسد قرار دیا۔

اما غزالیؒ کے ۴۰۰ سال بعد اور امام ابن تمیمہ کے ۲۰۰ بعد کے حالات کیا ہوئے ہونگے؟ اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوگا, جب کہ ان دو ہستیوں کے زمانے میں ہی حالات دگر گوں ہو چکے تھے ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ان سے پہلے یا ان کے بعد مصلحین ہوئے ہی نہ ہوں, لیکن جو عوامل ابتدائے اسلام سے نفاق وارتداد کی کڑی در کڑی ایمان وعقاید میں داخل ہو گئے تھے وہ برابر اپنا کام کرتے چلے گئے۔ اس کا سلسلہ صحابہ رضوان اللہ کے دور میں ہی شروع ہو گیا, جن فرقوں نے مذہب اسلام کے ایمان وعقیدے کی بنیادوں کو کمزور کرنے کی کوشش کی ان میں سب سے پہلے سبایئیہ تھے, علویہ, خوارجی (یا حروریہ) ناصبیہ, مُرجیئیہ, معتزلہ, جہمیہ, ظواہر اور اشاعرہ اور اشعریہ اور صلافیہ وغیر ہم نے بعد میں بڑی بدعتیں اور ظلمتیں پھیلائیں۔

****

مذہب اسلام میں وحدت الوجود، رسالت خاتم الانبیاء، معرفت الٰہی اور تصوف کا جامع سہی اور مفصل خلاصہ اما غزالیؒ کے بعد اگر کسی نے پیش کیا ہے تو وہ ہستی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ ہیں جنہیں حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام نے پہلوان دین کہا ہے۔

صحابہ رضوان اللہ کے بعد تابعین ,آیمہ اربعہ و اولیاء و صالحین نے ,اس تمام طوائف الملوکی کے دور میں بھی امت کے اسلام ,ایمان اور عقیدہ کی کڑیوں کو منظم اور مربوط بنائے رکھا ,اور عوام الناس کی دینی ضرورتوں اور ورثہ اسلامی کی حفاظت میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ امام احمد بن حنبل کو کوڑے مار کر شہید کرنا ,امام ابوحنیفہ کو زہر دیا جانا ,اسی طرح کے واقعات کے سلسلہ کی خونین دور کی ابتداء کی مثال ہے۔

وہابیوں کے یہاں مکارم اخلاق کے وہ پہلو جسے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ سے تعبیر کیا گیا ہے ,جو بندگی اور نیکی سے موصوف ہیں وہ یکلخت خارج ہیں اور صفات اشرار ,ورزیلیہ ,جن سے انکار و حجت تکرار و غرور کا مظاہرہ ہوتا ہے ,جن سے لعنیت اور شیطنیت موصوف ہے ,ان کا اظہار ہوتا رہتا ہے ,اس لئے صحابہ رصوان اللہ اجمعین اور اولیاء و صالحین کے تعلق سے وہ بد باطنی اور دریدہ ذہنی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں ,اور اب تو وہ شان رسول ﷺ میں گستاخیاں کرنے سے نہیں چوکتے .ان کے بد بخت ارادوں اور خفیہ منصوبوں کا پتہ ایک صدی تک امت کو نہیں لگ سکا، اب ان کی کچھ کچھ خباثتیں سامنے آ رہی ہیں۔

شدت پسندی ,جدت پسندی ,خود نمائی یا خود پسندی جو یہودیوں کا بنیادی نظریہ ہے۔ اس میں وہابیت شرابور نظر آتی ہے۔ اگر اس بات کا یقین نہ ہو تو ,انکی تحریرات اور کتب کا مطالعہ کیا جائے جس میں انہوں نے صحابہؓ و آیمہ رحمہ اللہ پر بدترین قسم کی بدزبانی اور دریدہ ذہنی کی ہے۔ یہاں تک کے اب قرآن کریم کے ترجموں ,تفسیروں میں حد درجہ زیادتی و کمی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ شتر بے مہار کی طرح اسلام کی روحانی ورثہ کو روندنا شروع کر دیا ہے۔ اور اپنے نظریات باطلہ کو امت مسلمہ پر زبردستی تھوپنے کے لئے ہرنا جایز طریقہ استعمال کر رہے ہیں

یہودیوں نے بڑی پر اسرار خاموشی کے ساتھ اپنے نظریات ان میں داخل کر دئے ہیں۔ یہ اتنی خطرناک اور موثر ترکیب ہے کہ عبداللہ ابن سباء کی سبائیو خوارجی تحریک بے معنی ہے۔ اس بات کو یوں سمجھئے کہ اسلامی پاکستان میں ہندوستانی فلموں کے ناچ گانے کا اثر اتنا ہے کہ ہندوستان میں فلم ریلیز ہونے سے پہلے ویڈیو پیریسی کے ذریعہ پاکستان میں دیکھ لی جاتی ہے۔ اور ہندی فلموں کا پاکستانی سماج پر گہرا اثر چھوڑ

****

ان کے شیطانی ارادوں کے چند نمونے ملاحظہ ہو۔ رشید احمد گنگوہی نے تذکرۃ رشید میں لکھا ہے,سن لوحق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں,مگر اس زمانے میں ہدایت ونجات موقوف ہے میری اتباع پر''یعنی رشید احمد کی زبان سے (نعوذ باللہ) اللہ بولتا ہے اور رشید احمد کی اتباع کے بغیر امت کی ہدایت ونجات ممکن نہیں۔

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبویﷺ کوئی نبی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیت محمدی (حضورﷺ کے آخری نبی ہونے میں) کچھ فرق نہیں آئے گا (ص۲۵) اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی (زمانے کے لحاظ سے پہلے یا بعد میں آنا) میں بالذات کچھ فضیلت نہیں (نعوذ باللہ) (تحذیر الناس کتب خانہ رحیمیہ دیو بند تحریر: قاسم نانوتوئی بانی دارالعلوم دیو بند) اسی عقیدے کی بنیاد پر دیو بندی وتبلیغی خود کو نبیوں والا کام کرنے والے جانتے ہیں کیونکہ ,قاسم نانوتوی,اسماعیل دہلوی,رشید احمد گنگوہی و دیگر دیو بندی بڑے انبیاء ہیں اور یہ سب چھوٹے چھوٹے نبی ہیں۔اس کی وضاحت بھی خود ان ہی سے سنئے''اولیاء و انبیاء امام اور امام زادے پیر اور شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں,اور بندے عاجز ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے,ہم ان سے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں سی کرنی چاہئے (تقویۃ الایمان معہ تذکیر الاخوان ص۸۰,اسماعیل دہلوی) اور بھی بہت ساری ذلتیں آج منظر عام پر ان سے دیکھنے کو مل رہی ہیں۔

امام غزالیؒ معارج اقدس میں فرماتے ہیں''نبوت انسانیت کے رتبے سے بالاتر ہے,جس طرح انسانیت حیوانیت سے بالاتر ہے۔وہ عطیہ الٰہی اور موہبت ربّانی ہے,سعی ومحنت اور کسب تلاش سے نہیں ملتی,اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''اور اسی طرح ہم نے تیرے پاس اپنے حکم سے ایک روح بھیجی,تو پہلے نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے,لیکن ہم نے اس کو ایک نور بنایا ہے,جس سے ہم نے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہا راہ سوجھائی (سیرت النبی ۱۶ جلد ۱)

اسماعیل انبیٹھوی کا یہ کہنا کہ انبیاء ہمارے بڑے بھائی اور ہم ان کے چھوٹے بھائی اور رشید احمد گنگوہی کا یہ کہنا کہ رشید احمد کی اتباع کے بغیر امت رسولﷺ کی نجات ممکن نہیں۔کیا یہ مومن اور مسلمان کا ایمان وعقیدہ ہوسکتا ہے؟ ہم کہتے ہیں نہیں ہے۔اور! ایسے لوگوں کے اصحاب النار وجہنم ہونے میں کیا شک ہے۔

***

اب خدارا ہمیں بتائیے کہ یہودیوں کے کبالہ عقیدہ کے مطابق یہودیوں کے اللہ کے پسندیدہ بچے ہونے کا جو عقیدہ کفر ہے اس میں اور ابن وہاب نجدی کے ماننے والوں کے نفسی غرور میں کیا فرق ہے۔

یہ اللہ تعالی کا احسان عظیم اور شان کریمی ہے کہ رحمت عالم ﷺ کو مبعوث کرنے سے پہلے ہی عذاب کے سلسلے کو ابرہہ (واقعہ فیل) کے عذاب کے بعد بند کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس واقعہ کے ۵۵ دن بعد ۴۰ جلوس کثرائے نوشیروان مطابق ۵۷۱ عیسوی کو دنیاء میں شان نزول رحمت فرمائی۔ اگر عذاب اور سزا کو برقرار رکھا جاتا تو, کفار و مشرکین , یہود و نصاری اور شان خداوندی اور شان رسول ﷺ و خلیفتہ اللہ میں گستاخیاں کرنے والے قعر مذلت کی زندگی گذارتے ہوے, خنزیر, بندر اور کتوں میں تبدیل ہو گئے ہوتے۔

اب بات کچھ اہل ایمان کی بھی ہو جائے .اللہ تعالی فرماتا ہے" اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر, دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (ابراھیم ۲۸)

وہ جن کو علم الغیب اور روحانیت سے انکار ہے ان کے لئے ,اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ,میں اپنے پیچھے اس طرح دیکھتا ہوں ,جیسے اپنے آگے اور سامنے کی چیزیں دیکھ رہا ہوتا ہوں ,اس لئے تم اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو اور اپنے رکوع و سجود اچھی طرح اداء کیا کرو (مسند امام حنبل) اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وَ تَراھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیکَ وَ ھُمْ لَا یُبْصُرِوْن اے! نبی ﷺ آپ ان کو دیکھتے ہیں جو آپ کی جانب نظر کرتے ہیں ,حالانکہ وہ آپ کو نہیں دیکھ سکتے حضرت جنید بغدادی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں' خدا کے علاوہ ہر شئے کو چھوڑ کر خود کو فناء کر لینے کا نام تصوف ہے۔

ایک طرف معرفت الٰہی و شریعت رسول ﷺ کے بغیر وحدت الوجود کا کٹر نظریہ جو کبالہ عقیدہ یہود سے متاثر ہوتا نظر آ رہا تھا اور دوسری طرف ,ولایت کے طریقوں میں اہل ہنود و اصنام پرستوں کے عقاید کا امتزاج جیسے کے نماز معکوس جیسے طریقے اختیار کر لئے جا رہے تھے .حالانکہ امام غزالیؒ اور امام ابن تمیمیہ نے اپنے عقاید و نظریات کی بنیاد جس اخلاص نیت پر رکھی تھی وہ بعد میں ان کے ماننے والوں کے ہاں یکسر معدوم ہوگئی۔ اور اس میں حد درجہ غلو اختیار کر لیا گیا ,اور ان کے اعمال کے طریقے اختیار بھی کے گئے' تو اس میں کبالہ اور اصنام پرستی کے طریقے اور نظریات کو فوقیت دی گئی۔ انہیں باتوں سے دین کے اصل معنی جاتے رہے۔

اصلاح امت کی کوشش کوئی بھی کر سکتا ہے ,لیکن ! تجدید و احیاء دین مہدئ موعود علیہ السلام

سے مخصوص ہے تاریخ علم کا غور سے مطالع کریں ساتویں صدی ہجری کے بعد کا وقت تجدید و احیاء دین کا متقاضی تھا, مہدیٔ موعود آخرلزماں علیہ السلام نے اللہ تعالی کے حکم سے نہ صرف رسوم و بدعات و اشراک سے برآت کا بلکہ وحدت الوجود اور عصمت رسالت مآب ﷺ کا وہ حل پیش فرمایا, جو تمام بے مقصد تاویلات, ترجیحات, رسوم و بدعات کا قلع قمع کرتا تھا, اور وہ نظریہ تھا' دیدار باری تعالی' جس میں بندگی کو تمام خرافات سے پاک کر کے, شریعت مطہرہ ﷺ پر عمل کرتے ہوئے صرف اللہ تعالی کو پانے کا عملی عقیدہ و طریقہ ولایت محمدیہ ﷺ کی بنیاد پر پیش فرمایا۔

بندگان خدا کو اللہ تعالی کی اطاعت و بندگی کے ذریعے پانے کی تربیت خاص دی, جو قرآن و سنت کے مطابق تھا. اس طریقہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیم و تربیت صحابہؓ و اولیاء کی زندگیوں میں دیکھنے کو ملتی ہے اور اس تحریک کا نعرہ تھا'' مذہب ما کتاب اللہ و اتباع سنت رسول اللہ ﷺ'' جس نے عوام اور خاصان خدا کو زیادہ متاثر کیا, کیونکہ یہ عقلی و عقایدی بے راہ روی کے خلاف اصل اسلامی روایات اور تجدید و احیاء اسلام کا مرکز و منبہ تھا, جس کو امت مسلمہ کے خاص اور پاک افراد نے خوشی سے قبول کر لیا اور وہ جو وحدت الوجود کی تلاش میں غلطاں و پیچاں تھے اور وہ جو ولایت کے سلسلوں میں لٹک کر اور بھٹک کر خدا کو پانا چاہتے تھے, ان کی سمجھ میں شریعت مطہرہ کی بنیاد پر اللہ تعالی کے خلیفہ کا سیدھا سادھا طریقہ سمجھ میں نہ آیا۔ اس کو سمجھنے کے لئے سورہ انعام کی تنزیل کی حقیقت اور کیفیت کو سمجھنا ضروری اور حضور اقدس ﷺ کی اس حدیث مبارکہ پر غور و فکر کرتے ہوئے آگے بڑھنا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس شخص نے دو دن ایک ہی حالت میں بسر کئے وہ محروم ہے,'' یعنی مزید ترقی کی خواہش نہ کی اور قناعت کر لی (اقتباس الانوار) یعنی جو جامد و ساکت ہو جاتے ہیں ایک ہی بات پر اڑے رہ جاتے ہیں, اور اللہ تعالی کو پانے قرآن و حدیث کی روشنی میں آگے نہیں بڑھتے, اس سے ملاقات کی خواہش نہیں رکھتے۔

قرآن کریم کی سورتوں کے شان نزول, اسباب اور کیفیات کے بارے میں مفسرین و محدثین نے کچھ نہ کچھ تشریح ضرور کی ہے, لیکن! سورۂ انعام کی معنی و مطلب اسباب و علت اور کیفیت کے بارے میں ہم نے کہیں کوئی وضاحت نہیں دیکھی کہ آخر اس میں کونسے انعام کا وعدہ کیا گیا ہے؟ اسکی وجہ آیمہ و محدثین کا معصوم نہ ہونا تھا۔ اس لئے شواہد ہونے کے باوجود انہیں معرفت خداوندی کا وہ نکتہ انہیں سجھائی نہیں دیا۔ اگر اولیاء نے اس بات کو سمجھ بھی لیا تو وہ اس کے ادراک و تشریح اور بیان پر معمور

****

نہ تھے۔جس طرح انبیاء ماسبق اللہ تعالی کی وحدت کے درس وتبلیغ تو کرتے تھے مگر! اس کی صفات و کیفیات کے بیان پر معمور نہ تھے۔اس لئے ہم دیکھتے ہیں کے حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ سے وحدانیت اور اللہ تعالی کے خالق کل ہونے کے باب میں قرآن کی تشریح وتوجیحات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے مطالعہ کے بعد کوئی ذی فہم انسان اللہ تعالی کی بندگی سے انکار نہیں کرسکتا۔

اس طرح سورہ انعام کے بیان کئے ہوئے انعام عظیم کا بیان اور خلاصہ وہی کرسکتا تھا جو مبین کلام اللہ و مراد اللہ و خلیفۃ اللہ و مامور من اللہ ہو جن کا وعدہ مخبر صادق ﷺ نے کرتے ہوئے فرمایا کہ ''مہدی مجھ سے ہے ,میرے نقش قدم پر چلے گا , اور خطا نہیں کریگا۔البتہ اس سورہ کے شان نزول کے متعلق جو احادیث مبارکہ مروی ہیں وہ یوں ہیں۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ'یہ پوری سورت ایک ہی مرتبہ ایک ساتھ ایک ہی رات میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔اس سورت کے نزول کے لئے ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح پڑھ رہے تھے۔ایک روایت میں ہے کہ اس وقت حضور ﷺ کہیں جا رہے تھے , فرشتوں کی کثرت زمین سے آسمان تک تھی ۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اس مبارک سورت کو پہنچانے کے لئے اس قدر فرشتے آئے تھے کہ آسمان کے کنارے دکھائی نہیں دیتے تھے۔ابن مردویہ میں یہ بھی ہے کہ فرشتوں کی اس وقت تسبیح نے ایک گونج پیدا کردی تھی۔زمین گونج رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم پڑھ رہے تھے۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث ہے کہ ''مجھ پر سورۂ انعام ایک دفعہ ہی اتری۔اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح وحمد بیان کر رہے تھے۔(تفسیر ابن کثیر)

اس سورت مقدسہ ومبارکہ کا حضور ﷺ پر ایک بار ہی نازل کیا جانا اور فرشتوں کی تسبیح وتحمید کا زمین پر گونجنا اور انکا زمین پر اتنی کثرت سے اتر آنا کے زمین کے کنارے نہیں دکھائی دے رہے تھے اور حضور ﷺ کا سبحان رب العظیم کا ذکر کرنا بتا رہا ہے کہ ''امت رسول ﷺ کو اس سورہ میں ایک انعام عظیم دیا جارہا تھا'' اس طرح یہ سورت یوں شروع ہوتی ہے''سب تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں جس نے زمین وآسمان پیدا کئے ہیں اور جس نے اندھیریاں اور روشنی پیدا کی۔........(آیت ۱)

حافظ عمادالدین ابوالفداء ابن کثیر نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر یوں کی ہے۔اللہ تعالی اپنی تعریف کر رہا ہے ,ہمیں اپنی تعریفوں کا حکم دے رہا ہے۔'اسکی تعریف جن امور پر ہے'ان میں سے ایک

****

زمین وآسمان کی پیدائش بھی ہے۔ دن کی روشنی اور رات کا اندھیرا بھی ہے۔ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْر ۔ اندھیرے کو جمع کے لفظ سے اور نور کو واحد کے لفظ سے پیش کرنا نور کی شرافت کی وجہ سے ہے۔ جیسے فرمان ربانی ہے عَنْ اْلیَمِنِ وَ الشَّمَآئِلِ میں اور اس صورت کی آخری آیت وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیمًافَاتَّبِعُوْہُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُم عَنْ سَبِیْلِہٖ میں یہاں بھی راست کو واحد رکھا اور غلط راہوں کو جمع کے لفظ سے بتایا۔........آگے آیات ۱ تا ۳ کی تشریح کرتے ہو لکھا ہے کہا آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آسمان میں بھی اسی کی ذات کی عبادت کی جاتی ہے اور زمینوں میں بھی۔ اس کی الوہیت وہاں بھی ہے اور یہاں بھی.......جیسے اس آیت میں ہے وَ ھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ یعنی وہی آسمانوں میں معبود برحق ہے اور وہی زمین میں معبود برحق ہے........تمہارے کل اعمال سے خیر وشر سے وہ واقف ہے یعنی وہ ہر وقت دیکھ رہا ہے.(یہاں حدیث احسان کا عقدہ کھل رہا ہے کہ 'تو اللہ تعالی کی عبادت اس طرح کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے, یا اتنا جان لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے) اور اس کے بعد کی آیت مبارکہ غور سے پڑھئے وَ مَا تَاْتِیْھِمْ مِّنْ 'اٰیَۃٍمِّنْ 'اٰیٰتِ رَ بِّھِمْ اِلَّا کَانُوْ ا عَنْھَامُعْرِ ضِیْنَ . فَقَدْ کَذَّ بُوْ ا بِالْحَقّ لَمَّا جَآئَھُمْ ط فَسَوْفَ یَاْ تِیْھِمْ اَنبٰٓوءُ ا مَا کَانُوْبِھٖیَسْتَھْزِءُ وْنَ (۴) ان کے پاس ان کے رب کی جو بھی نشانی آئی یہ اس سے منہ موڑ تے ہیں۔ یہ حق بھی جب ان کے پاس آیا انہوں نے اسے بھی ناحق کہا۔

اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ' کفار (انکار کرنے والوں) کی سرکشی کی انتہا بیان ہو رہی ہے کہ 'ہر امر کی' تکذیب پر گویا انہوں نے کمر باندھ لی ہے۔ نیت کر بیٹھے ہیں' جو نشانی دیکھیں گے' اسی کا انکار کریں گے۔ انکی یہ خطرناک روش ایک دن انہیں ذلیل کرے گی.......(کہ اس سورۃ میں دئے جانے والے انعام عظیم کا انکار کریں گے)

فَقَدْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَ ھُمْ فَسَوْفَ یَاْتِیْھِمْ اَنْبٰٓوءُ ا مَا کَانُوْ بِہٖ یَسْتَھْزِئُوْنَ (الانعام ۵) بے شک انہوں نے جھٹلایا حق کو جب وہ آیا ان کے پاس,(ان کے قریب انکے سامنے اسکو پانے سے انکار کیا) سو اب آیا چاہتی ہیں ان کے پاس خبریں اس چیز کیں جس کے ساتھ وہ مذاق کیا کرتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گیں جس کے ساتھ انہوں نے کتاب اللہ سے استہزاد کیا تھا۔ اب اسکے بعد کی آیت مبارکہ دیکھئے اَلَمْ

رَوْاکَمْ.......(الانعام ٦) کیا نہیں دیکھا انہوں نے, کتنی ہلاک کردیں ہم نے ان سے پہلے قومیں, جنہیں ہم نے ایسی تسلط دیا تھا زمین میں جو ہم نے دیا تھا, اور اتارتے ہم آپ پر کتاب (لکھی ہوئی) کاغذ پر اور وہ چھو بھی لیتے, اس کو اپنے ہاتھوں سے, تب بھی کہتے, جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے, کہ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا۔ (انعام ۷) (جس طرح اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جادو سمجھا گیا تھا, اسی طرح اس کی موجودگی کا انکار کیا گیا)

اور بولے کیوں نہ اتارا گیا ان پر فرشتہ اور اگر ہم اتارتے ان پر فرشتہ تو فیصلہ ہو گیا ہوتا ہر بات کا, پھر مہلت نہ دی جاتی انہیں اور اگر ہم بناتے نبی کسی فرشتہ کو تو بناتے اس کو انسان (کی شکل میں) تو یوں مشتبہ کردیتے ان پر جس شبہ میں وہ اب بھی ہیں۔ (جس طرح کسی نظر نہ آنے والے فرشتے کو نبی نہیں بنایا جاتا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے نظر نہ آنے پر انکار نہیں کیا جاسکتا۔ انسان کے مرنے کے بعد اسے فرشتے نظر آتے ہیں تو کیا خالق اور مخلوق کی صفت ایک جیسی ہوسکتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بھی بعد مرنے کے ہی نظر آئیگا۔ مہدیٔ موعود علیہ السلام نے فرمایا' جو اللہ تعالیٰ کو مقید دیکھے وہ کافر ہے)

ان آیتوں میں کفار (انکار کرنے والوں) کی ضد اور سرکشی بیان ہوئی ہے, کہ یہ تو حق کے دشمن ہیں۔ بالفرض یہ کتاب اللہ کو آسمان سے اترتی ہوئی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور اپنے ہاتھ لگا کر اسے اچھی طرح محسوس کر لیتے پھر بھی ان کا کفر نہ ٹوٹتا اور یہ کہہ دیتے یہ تو کھلا جادو ہے۔ محسوسات کا بھی انکار کردیتے۔ جیسے اور جگہ ہے وَ لَوْ فَتَحْنَاعَلَيْهِمْ بَا بًامِّنْ السَّمَآءِ یعنی اگر ہم آسمان کا دروازہ کھول دیتے اور یہ خود اوپر چڑھ جاتے' جب بھی یہی کہتے کہ ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کردیا گیا ہے۔ یعنی جو یہ طے کر بیٹھے ہوں دیکھنا ہی نہیں ہے وہاں جا کر ہی دیکھیں گے۔ اگر ان کو اللہ تعالیٰ آسمانوں کے در کھول کر اور سیڑھی لگا کر اوپر بلا کر بھی دعوت نظارہ دیں گے تو اقرار نہ کریں بلکہ اسے جادو قرار دیں گے۔

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں, وَ اِنْيَّرَوْا کِسْفًا مِّنْ السَّمَآءِ سَاقِطًا' غرض کے جن باتوں کے ماننے کے عادی نہیں ہوتے' انہیں ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی ایمان نصیب نہیں ہونے کا۔

''بالفرض اگر ہم اسے (نبی, رسول, پیغمبر, خلیفۃ اللہ) فرشتہ ہی بناتے تب بھی لامحالہ بصورت انسان ہی بناتے۔ پھر بھی جو شبہ وہ اب کرتے ہیں, وہی انتباہ ہم ان پر ڈالتے, تجھ سے پہلے کے رسولوں

***

کا بھی مذاق اڑایا گیا۔ بالاخر مذاق اڑانے والوں پر ان کے مذاق کا وبال آ ہی پڑے گا, کہدے کہ زمین پر چل پھر کر دیکھ بھال لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا کچھ انجام ہوا (۹ تا ۱۱)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ''..... بات یہ ہے کہ قرآن میں (آیتوں) کی ایک دوسری جگہ ہونے کی توجیہہ کا بیان موجود ہے۔ لیکن بے علمی کی وجہ سے لوگوں کی نگاہیں وہاں تک نہیں پہنچتیں (مطلب یہ کہ قرآن کریم کی مختلف آیات کی ایک دوسری کی توثیق و توجیہہ کہیں کہیں پر ہے لیکن ان کے معنی و مطلب ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں یا ایک جیسی یا ملتی جلتی ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالی کے احکام و پیغام کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے اور ان سے فیص اکتساب کیا جا سکتا ہے)

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللهِ ط حَتّىٓ اِذَا جَآئَتْهُمُ السَّا عَةُ بَغْتَةً (۲۱) یقیناً اس جماعت نے یا ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس ناگہاں قیامت آ پہنچی۔ یہاں (کافروں, مشرکوں یا منافقوں سے خطاب نہیں ہے) اس جماعت یا ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور نقصان اٹھایا۔ یہاں اللہ تعالی سے ملاقات کا ذکر پہلے ہوا ہے اس کے بعد قیامت کے اچانک آنے کا ذکر ہے۔ اس طرح اللہ تعالی کی ملاقات کو قیامت سے پہلے جھٹلایا جانا بیان ہوا ہے۔ یہ غور طلب امر ہے۔ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے حق کو پہچاننا یا قبول کرنا ہے۔ کیونکہ بعد قیامت بے حجاب یا باحجاب تو یہ یقینی امر ہی ہے کہ اس سے ملاقات ہونی ہے۔ ایمان والوں کو۔

وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّ نْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ط وَ لَلدَّارُ ا لْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ط اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ (۲۲) دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشہ ہے (کوئی مقصد نہیں اور نہ کچھ حاصل کیا, یا اللہ سے ملاقات کی کوشش نہ کی یعنی نقصان کیا اپنا) ہاں بیشک پرہیز گاروں کے لئے آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے (صرف جنت نہیں بلکہ بہت ہی بہتر آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے جو تقوی اور پرہیز گاری اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالی کی ملاقات کا یا دیدار کا شوق ہیں) کیا تم عقل ہی نہیں رکھتے۔ (کیا تم غور نہیں کرتے اللہ کی آیتوں اور نشانیوں میں) دنیا کی زندگانی بجز کھیل تماشے کے کچھ نہیں' آنکھ بند ہوئی خواب ختم۔ جو دنیا میں اندھا وآخرت میں اندھا۔ اگر اسکے دیدار سے بہرور ہو جاتے تو یہ دنیا کی زندگی کا کھیل تماشہ کہاں سے اچھا معلوم ہوتا۔ یا خالق کائنات کی صنائے قدرت سے زیادہ بھی دنیا کا اچھا کوئی

کھیل تماشہ ہوسکتا ہے۔

ہمیں بخوبی علم ہے کہ تجھے ان کی باتیں رنجیدہ کرتی ہیں۔ یقین ماننا کہ یہ دراصل تجھے نہیں جھٹلاتے, بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ بلا شبہ تجھ سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے گئے' انہوں نے اپنے اس جھٹلائے جانے پر اور ایذا دئے جانے پر صبر کیا یہاں تک کے ان کے پاس ہماری مدد آن پہنچی, اللہ کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں تیرے پاس پیغمبروں کے حالات پہنچ چکے ہیں (۲۴)

اللہ تعالی کو بخوبی معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالی کی آیتوں کو جھٹلاے جانے پر رنج ہوتا ہے، کیونکہ اس سے پہلے بھی نبیوں, پیغمبروں, رسولوں اور اللہ کے خلیفوں کے ذریعے اللہ کے احکام پہنچانے پر جھٹلایا گیا ہے۔ اس کے لئے انہیں ایذائیں دی گئیں اور اس پر انہوں نے صبر کیا۔ یہاں تک ان کے پاس اللہ تعالی کی مدد آ پہنچی اللہ کے ان برگزیدہ بندوں نے حق کو ثابت کر دکھایا معجزات کے ذریعہ, اللہ کی نشانیوں کے ذریعہ, اللہ سے ملاقات کر کے اس کا دیدار کر کے۔ اور نہ ماننے پر پہلے عذاب بھی نازل ہوا کرتا تھا اور اب قیامت ہی ان کے لئے دردناک عذاب ہے. یعنی قیامت کے دن ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔

امام محمد بن اسحاقؒ ایک طویل واقعہ بیان کرتے ہیں جس کا اختصار یہ کہ کفار ایک دوسرے سے چھپ کر رات کے وقت حضور اکرم ﷺ کی تلاوت اور قرآن سنتے تھے۔ ایک دن صبح ہوتے ہی اخنس بن شریق تیار ہو کر ابوسفیان بن حرب کے پاس گیا اور کہنے لگا اے ابو حنظلہ' سچ سچ بتاؤ' جو قرآن تم نے محمد (ﷺ) کی زبانی سنا' اس کی بابت تمہاری اپنی ذاتی رائے کیا ہے؟ اس نے کہا' ابوثعلبہ سنو! واللہ بہت سی آیتوں کے الفاظ' معنی اور مطلب تو میں سمجھ گیا, اور بہت سی آیتوں کو' ان کی مراد کو میں جانتا ہی نہیں۔ اخنس نے کہا واللہ یہی حال میرا بھی ہے اخنس ابوجہل کے پاس گیا اور کہا اے ابوالحکم تم سچ بتاؤ جو کچھ تم حضورؐ سے سنتے ہو اس میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا سن جو سنا ہے اسے ایک طرف رکھ دے, بات یہ ہے کہ بنو عبد مناف میں اور ہم چشمک ہے۔ وہ ہم سے اور ہم ان سے بڑھنا اور سبقت کرنا چاہتے ہیں، مدت سے یہ رسہ کشی چل رہی ہے، اب جبکہ برابر کی ٹکر چل رہی ہے تو انہوں نے کہا ہم میں ایک نبی ہے۔ سنو چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے' نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے نہ مانیں گے اس کے بعد بھی اخنس ابوجہل سے ملا اور کہنے لگا' سچ بتا محمد (ﷺ) تمہارے نزدیک سچے ہیں یا جھوٹے؟ یہاں میرے تمہارے سوا کوئی نہیں, دل کی بات مجھ سے نہ چھپا' اس نے کہا جب یہی بات ہے تو سنو' خدا کی قسم محمد (ﷺ) بالکل سچے

ہیں اور یقیناً صادق ہیں، عمر بھر کسی چھوٹی سی بات میں بھی جھوٹ نہ بولا، ہماری مخالفت کی ایک ہی وجہ ہے یہ کہ جب بنوقصی کے خاندان میں جھنڈے چلے گئے اور بیت اللہ کے مہتمم اور منتظم ہو گئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نبوت بھی اسی قبیلے میں چلی گی تو اب قریش کے لئے کون سی فضیلت باقی رہ گئی۔

یہودیوں کو اس بات کا دکھ ہے کہ نبوت عظمٰی آل اسمٰعیل کو چلی گئی, بنی اسحاق کو اللہ تعالی نے نظر انداز کر دیا، بنو امیہ کو اس بات کا دکھ کہ نبوت بنو ہاشم کو چلی گئی, وہابیوں کو اس بات کا دکھ کہ ہدایت (مہدویت) عجمیوں (ہندوستان) کو چلی گئی, ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ دکھ کہ مہدویت مہدیٔ جونپوری کو کیوں چلی گی، اگر آنا ہی تھا تو بیت المقدس پر سیڑھی لگا کر ہی اترتے۔ جب سردار الانبیاء کو ہی ایسا نہیں اتارا گیا ہے, تو مہدیٔ کو ایسا اتارا جانا کیا معنی ؟ جو آپؐ کے تابع ہیں، جس کا منصب اپنے رسول ﷺ کی اتباع کرنا ہے, وہ ایسے مقام و مرتبہ پر کیسے فایز کیا جا سکتا ہے, کہ جس میں فرشتوں کے جیسے کمالات ہوں واوصاف ہوں۔ جبکہ پہلے بتایا جاچکا کہ اللہ تعالی انسانوں کے درمیاں فرشتوں کو نہیں (یا فرشتوں جیسے صفات والوں کو نہیں) ان جیسے انسانوں کو ہی مبعوث کرتے ہیں۔

وَ قَالُوْ لَوْ لاَ نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌمِّنْ رَّ بِّهٖ ط قُلْ اِنَّ اللهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ هُمْ لاَ يَعْلَمُوْنَ . کہتے ہیں اس پر کوئی نشان (معجزہ) کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ تو جواب دے کہ اللہ ہر نشان (معجزہ) نازل کرنے پر قادر ہے, مگر ان میں سے اکثر بے علم ہیں۔ (انعام ۲۷)

اللہ تعالی رسول ﷺ سے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو اتنی نشانیاں, اس قدر معجزے دئے ہیں کہ ایک اندھا بھی شک نہ کر سکے, اب ان کے طلب معجزات محض مذاق اور عناد و ضد ہے۔ کوئی ضرورت نہیں کہ آپ انہیں ان کی چاہت کے معجزات ہر وقت دکھاتے پھریں, اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر متفق کر دیتا......ایمان کی سعادت جن کے حصے میں ہے توفیق اسی کی رفیق ہوگی۔

امام ابن المنذ راور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ عنہم نے حضرت محمد بن اسحاق سے قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو دعوت اسلام دی اور آپ ﷺ نے ان کے ساتھ گفتگو فرمائی کہ میں انہیں وہی پیغام پہنچا رہا ہوں جو مجھ تک پہنچا ہے، یہ سن کر زمعہ بن اسود نضر بن حارث بن کلدہ عبدہ بن عبد یغوث ابو خلف بن وہب اور عاصی بن وایل بن ہشام نے کہا: اے محمد! اگر آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ اتارا جاتا جو آپ کی جانب سے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتا اور آپ کے ساتھ دکھائی دیتا۔ امام

عبدالرزاق بن حمید ابن جریر ابن المنذر ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ''اگر ہم فرشتہ اتارتے ,تو قیامت قائم ہو جاتی ,اور انہیں مہلت نہ دی جاتی ,اور اگر فرشتہ آتا بھی تو انسانی شکل میں آتا ,کیوں کے وہ فرشتوں کی طرف دیکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔امام ابن الضریس ,ابن المنذر ,طبرانی ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سورت انعام مکمل طور پر رات کے وقت مکہ میں نازل ہوئی ,اور اس کی خبر پھیلانے کے لئے اس کے ساتھ ملائکہ کی ایک جماعت بھی اتری ،اس کے گرد ستر ہزار فرشتے بلند آواز سے زمین و آسمان کے مابین تسبیح و تحمید بیان کرنے لگے ,حتیٰ کہ قریب تھا ان کی تسبیح کی آواز سے ساری زمین گونج اٹھی ,جب نبی کریم ﷺ نے ان کی تسبیح کی آواز سنی تو آپ ﷺ پر رعب طاری ہو گیا اور آپ ﷺ سجدے میں گر گئے . وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ بُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ط ...... ''اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو (تو وہ) بہرے گونگے ہیں ,اندھیروں میں (سرگرداں ہیں) انعام ۲۹) امام عبد بن حمید ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ,آیت نمبر ۲۹ والذین ....صُمٌّ بُكْمٌ. یہ کافر کی مثال ہے ,جو اللہ کا انکار کرتا ہے (اللہ کی آیتوں کا انکار کرتا ہے) جو زیادہ بہرہ و گونگا ہے ,نہ وہ ہدایت کو دیکھ سکتا ہے ,نہ اس سے نفع اٹھا سکتا ہے ,وہ حق سے بے بہرہ ہے ,کیونکہ وہ تاریکیوں میں ایسا بھٹکا ہوا ہے کہ ,ان سے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

آیت ۴۹ انعام اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو پہنچے گا انہیں عذاب ,بوجہ اس کے کہ وہ حکم عدولی کیا کرتے تھے اور ڈرائے اس (قرآن) سے انہیں جو ڈرتے ہوں اس لئے کہ انہیں اٹھایا جائے گا ,ان کے رب کی طرف سے اس حالت میں کہ نہیں ہوگا ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی (انہیں ڈرانے والا) تا کہ یہ (کامل) پرہیزگار ہو جائیں

اور نہ دور ہٹاؤ جو پکارتے رہتے ہیں ,اپنے رب کو صبح شام ,طلب گار (فقط) اس کی رضا کے. (۵۲) (درمنثور)

جو اللہ کے بندے تقویٰ ,پرہیزگاری ,توکل اور دنیا سے کنارہ کش ہو کر ذکر اللہ میں مشغول ہو کر اللہ کو پکارتے رہتے ہیں اس سے ملنے کے لئے ,دیکھنے کے لئے اس کے دیدار کی طلب میں ۔ ان کو ہمارے قریب آنے میں مدد کرو ان کو ہماری قربت کا راستہ اور طریقہ بتاؤ۔ جو اللہ تعالی کو ملنے کی آرزو رکھتا

ہے اس لئے کہ اللہ تعالی بھی ملاقات کی تمنا رکھتے ہیں, جو اسے دیکھنے کی آرزو رکھتے ہیں اللہ تعالی انہیں اپنے دیدار سے مشرف بھی کرتے ہیں۔ اپنے پاس سے انہیں ہرگز دور نہ کرنا انہیں جو صبح شام اپنے رب سے رضامندی طلب کرتے رہتے ہیں۔ اسی کے ''دیدار'' کے طالب رہتے ہیں.........اس طرح ہم نے بعض لوگوں کا بعض سے امتحان کرلیا, تا کہ یہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم سب کے درمیان میں سے 'احسان' کیا ہے, کیا اللہ تعالی شکر گذاروں کو بخوبی جاننے والا نہیں؟ یعنی انہیں کے ساتھ رہو جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ اس کی رضامندی طلب کرتے ہیں۔ خبردار ان کی طرف سے آنکھیں نہ پھیرنا تا کہ دنیا کی زندگی کی آسائش کرنے لگو۔ ان کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کی ہے۔ اور اس کا ہر کام حد سے گذرا ہوا ہے۔ بلکہ ان کا ساتھ دیجئے جو صبح شام اللہ کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

لِكُلِّ نَبَأٍ مُّسْتَقَرٌّ زوَ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ ہر خبر کے لئے ایک معین وقت مقرر ہے۔ اور جلد ہی تمہیں معلوم ہوجائے گا۔ اس کے بعد ہے کہ جب آپ انہیں دیکھیں کے ہماری آیتوں کا مذاق اڑاتے ہیں تو ان سے منہ پھرلیا کریں۔ اور کبھی شیطان تجھے بھلادے تو خبردار یاد آجانے کے بعد ہرگز ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ غور طلب امر ہے کہا جارہا ہے کہ'' ہر خبر کے لئے ایک معین وقت مقرر ہے۔ تم کو عنقریب معلوم ہوجائے گا۔ رسولﷺ کے ذریعہ خبر دی گئی کہ تو اللہ تعالی کی عبادت اس طرح کر کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے یا اتنا جان لے کے وہ تجھے دیکھ رہا ہے؛ اور آپﷺ کے موعوؑد کے ذریعہ خبر دی گئی کہ اللہ تعالی کو دیکھا جا سکتا ہے۔'' کہ میں دیکھنے والوں کا مذہب لایا ہوں'' اس کے بعد کہا گیا ہے کہ جو اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے اور اس میں اپنی علمی قیاس سے جھٹلاتے ہیں اور ممکن کو ناممکن اور ناممکن کو ممکن بتاتے ہیں ان سے منہ پھیر لیا کریں۔ کیا یہ قرآن کی دلیلوں کو جھٹلانے والوں کے ساتھ قطع تعلق کی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد خبردار بھی کیا جارہا ہے کہ اگر غلطی سے ان سے تعلق ہو بھی گیا تو ان سے دور ہوجائے کنارہ کش رہیئے۔

ایک معین وقت پر خبر آچکی کے اللہ کا خلیفہ مبعوث ہو چکا اور اللہ کے حکم سے قرآن کی آیتوں کی شہادتوں کی بنیاد پر طلب ''دیدار باری''، ممکن بتایا اور تصدیق واطاعت کا حکم دیا تو اس کا انکار کیا۔ کیا ایسے لوگوں کے ساتھ تعلق رکھنا, ان کی تقلید کرنا بے دینی نہیں ہے۔ جبکہ اللہ تعالی کی جانب سے ایسی

***

حرکتوں سے باز رہنے سے خبر دار کر دیا گیا ہے۔ کیا یہ اللہ تعالی کی اور رسول ﷺ کی حکم عدولی نہیں ہے۔ کیا ایسے لوگوں کے پیچھے نماز جایز ہے اور ان سے تعلق رکھنا اللہ کے غضب کو آواز دینا نہیں ہے۔ حضور ﷺ کی امت کے اس شخص کو جو ایمان ویقین سے بہرہ ور ہو چکا ہے اس پر حرام ہے کہ وہ ایسی مجلس میں یا ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھے اور دینی تعلقات رکھے جو اللہ تعالی کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ جس طرح اہل کتاب, اللہ کی نافرمانی کر کے اللہ کے عذاب کے مستحق ہوئے اسی طرح اہل قرآن کی نافرمانی کیا اللہ کے عتاب کو دعوت نہیں دیگی؟ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اس طرف اشارہ ہے ''وَ قَدْ نَزَّ لَ عَلَيْكُمْ فِي ا لْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ تم پر اس کتاب میں یہ فرمان نازل ہو چکا ہے کہ جب اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر اور مذاق ہوتا ہوا سنو تو ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور اگر تم نے ایسا کیا تو تم بھی اس صورت میں ان جیسے ہو جاؤ گے۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے اور خود اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ سمجھو۔ تم تو محبت کی بنیاد ڈالنے کے لئے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو, وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے, وہ کفر (انکار) کرتے ہیں پیغمبر کا, اور خود تمہیں بھی اس وجہ سے جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو۔ (ممتحنہ)

سورۂ ممتحنہ کی یہ آیات معرکہ بدر سے تعلق رکھتی ہیں لیکن یہاں اللہ کے دوستوں اور دشمنوں کی توجیہہ کے ضمن میں ایک مثال ہیں۔

آیت ۵۷ انعام, آپؐ فرمائے بے شک میں قائم ہوں ایک روشن دلیل پر, اپنے رب کی طرف سے اور جھٹلا دیا تم نے. جس طرح قرآن ایک روشن دلیل ہے, اسی طرح اس کی ہر آیت ایک روشن دلیل ہے. اس کا جھٹلانا کفر ہے۔

آیت ۶۸ انعام, اور (اے سننے والے) جب تو دیکھے انہیں کے بے ہودہ بحثیں کر رہے ہیں, ہماری آیتوں میں تو منہ پھیر لے ان سے (ایسے لوگوں کے ساتھ قطع تعلق کرنا ایمان ہے) آیت ۹۱ انعام, اور قدر نہ پہچانی انہوں نے اللہ کی جیسے حق تھا اس کی قدر پہچاننے کا, جب کہا انہوں نے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر کوئی چیز (وحی) آپ پوچھئے کس نے اتاری تھی وہ کتاب جسے لے آئے تھے موسیٰ (جو سراسر) نور تھی اور (سراپا) ہدایت تھی لوگوں کے لئے تم نے بنا لیا اسے الگ الگ کاغذ, ظاہر

کرتے ہوا سے اور چھپاتے لیتے ہو (اسکا) بہت سا (حصہ) اور جو تمہیں سکھایا گیا جو نہ تم جانتے تھے, اور نہ تمہارے باپ دادا؟

جس طرح کتاب موسیٰ نور تھی (اور اللہ تعالی خود اسے نور قرار دے رہے ہیں) اس طرح قرآن کریم محض کاغذ کے صفحات نہیں, یہ بھی اللہ تعالی کا نور ہے کیونکہ اس میں اس کے نور کی تجلی ''دیدار'' کا تذکرہ آیا ہے اور اس کا چھپانا کفر ہے جبکہ اللہ کے خلیفہ نے رسول ﷺ کی اتباع میں اس کی نشاندہی کر دی ہے۔

امام ابن منذر نے ابن جریرؒ سے اس آیت کے بارے میں فرمایا, کہ یہ ان یہودیوں کے بارے میں ہے, جنہوں نے تورات کو ظاہر کیا اور محمدؐ کے ذکر کو چھپایا, اور اہل قرآن نے قرآن کو تو ظاہر کیا اور اللہ تعالی کے نور کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے واقف تھے اس لئے پورے وقار اور دبدبہ سے اس بات کا اعلان کیا کہ۔ لَا تُدْرِ كُهُ الْاَبْصَارُ ز وَ هُوَ يُدْرِ كُ ا لْاَبْصَارَ ج وَ هُوَ ا للَّطِيْفُ الْخَبِرُ .

آیت ۱۰۳ انعام, اس کو تو کوئی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی, اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے. اور وہ بڑا باریک بین اور (پوری طرح) باخبر ہے۔

اسکو نگاہیں محیط نہیں کر سکتیں۔ وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی کے انداز بیان کی شان دیکھیں اسکو نگاہیں محیط نہیں کرتیں بلکہ وہ نگاہوں کو محیط کر لیتا ہے۔ اسکو نگاہیں نہیں پا سکتیں وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے۔ نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں وہ نگاہوں پہ چھا جاتا ہے۔ یعنی جو دکھتا ہے وہ نہیں دکھتا ہے یعنی جو نہیں دکھتا ہے وہ دکھتا ہے۔ یعنی جو ہے وہ نہیں ہے اور جو نہیں ہے وہ ہے۔ جو نظر آ رہا ہے وہ حجاب ہے, حجابات دور کرو، کارگاہ قدرت کا جلوہ ہی جلوہ ہے۔

امام ترمذی, ابن جریر, ابن منذر, ابی حاتم, طبرانی اور حاکم علیہ رحمہ نے, اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے, اور الالکائی نے السنۃ میں بیان کیا ہے کہ, حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے, ''رَآی مُحَمَّدٌ رَّ بَّه'' ''

امام ابن جریر, ابن ابی حاتم, اور ابن مردویہؒ نے عکرمہؓ کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ, آپ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ تو آپ کے پاس

***

موجود افراد میں سے کسی نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا'' لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ؟ ''تو عکرمہؒ نے اسے کہا کیا تو آسمان کو نہیں دیکھتا, اس نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے کہا پھر سب کچھ دیکھا جا سکتا ہے۔

المستدرک۔حاکم ۲۱۶ : حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا'' اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ ابراہیم خلیل اللہ ہوں, موسیٰ کلیم اللہ ہوں, اور رسول اللہ ﷺ اللہ کو دیکھیں'' یعنی ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ دوست بناتا ہے تم کو تعجب نہیں ہوتا۔موسیٰؑ کو کلام کرتا ہے تم کو تعجب نہیں ہوتا اور محمد ﷺ کو دکھائی دیتا ہے تو تم کو تعجب ہوتا ہے۔

جیسے بیان ہوا ہے وَهُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ (الانعام ۱۴) وہ رزق دیتا ہے, اسے رزق دیا نہیں جاتا.امام نسائی، حاکم وبیہقی رحمہ اللہ نے شعیب ابن ابی مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ'' انصار میں سے ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ کی دعوت کی تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہوئے, جب حضور ﷺ کھانا تناول فرما چکے اور ہاتھ دھو چکے تو اس طرح دعا فرمائی۔'' سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں, جو کھلاتا ہے اسے کھلایا نہیں جاتا, اور جس نے ہم پر احسان فرمایا, کہ ہمیں ہدایت عطاء فرمائی, ہمیں کھلایا اور ہمیں پلایا, اور ہر اچھی شئے کے ساتھ آزمایا, سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں, جو میرا رب ہے جسے چھوڑا نہیں جا سکتا, نہ اس سے بدلہ لیا جا سکتا ہے, اور نہ اس سے انکار کیا گیا ہے اور نہ اس سے مستغنیٰ ہوا گیا ہے, سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا, ننگے بدن کو لباس پہنایا, گمراہی سے ہدایت فرمائی, اندھے کو بصارت عطا کی, اور ہمیں بہت سی مخلوق پر فضیلت عطاء کی۔

یہاں رسول اللہ ﷺ کی دعا میں ایک خاص بات یہ ہے کہ'' اندھے کو بصارت عطا کیا جانا, اور ہمیں بہت سی مخلوقات پر فضیلت کا عطا کیا جانا۔اندھا تو دیکھ نہیں سکتا ! یہاں رسول اللہ ﷺ کا یہ کہنا کہ اندھے کو بصارت عطاء کی اور ہمیں بہت ساری مخلوق پر فضیلت عطاء کی۔صاف اشارہ دیا جا رہا ہے کہ بہت ساری مخلوقات پر انسان کو فضیلت دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اگر متمنی ہے تو یہ ملاقات ہو سکتی ہے اور دیدار پا سکتا ہے۔بس اس کے اندھے پن کو دور کرنے کا طریقہ اور تعلیم اسے حاصل ہونا چاہیئے: جیسا کہ اندھے تو بہت ہوتے ہیں لیکن ان میں کچھ کا علاج ممکن ہے اور کچھ کا ناممکن۔جو خلیفۃ اللہ کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اس نے اپنا علاج کر لیا اور دانا و بینا ہے اور جس نے علاج نہیں کرایا اپنے اندھے پن کو دور کرنے کی کوشش نہ کی وہ ناسمجھ نابینا ہے۔بینائی کے لئے کیا کرنا ہوگا حجابات کو

دور کرنے ہونگے' وہ کیسے ؟ رسول ﷺ کے کہنے کے مطابق 'موتو قبل ان تموتو یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ جو چیز مرنے کے بعد پانے کی کوشش کرتے ہو وہ مرنے سے پہلے بھی حاصل ہوسکتی ہے حضرت امام زین العابدین بن امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ'' میں اپنے علم کے جواہر کو پوشیدہ رکھتا ہوں تا کہ ناواقف لوگ نہ دیکھیں اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں۔ یہ میرا وہ علم ہے کہ اس کو ابوحسن (حضرت علیؓ) نے حسین سے بیان کیا تھا اور اس کے پہلے اس کی وصیت کی تھی حسن کے پاس کتنے علم کے جوہر ہیں اگر میں ان کو ظاہر کروں تو مجھے لوگ کہیں گے کہ یہ بت پرستوں میں سے ہے۔ اور وہ مسلمان جو بری باتوں کو اچھی سمجھنے والے ہیں میرے خون کو حلال سمجھیں گے۔ پس یہ علم احسان وہ علم ہے کہ اس کو امام بزرگ علی مرتضیٰؓ نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا اور اس کی تعلیم اپنی اولاد کو اور اپنے بعض احباب مثلاً حسن بصریؒ اور کمیل ؒ ابن زیاد کو دی پھر یہ علم ان دونوں اصحاب سے اہل تصوف میں منتقل ہوا۔ (جو اس امت کے محقق ہیں) پس یہ ولایت کی شاخ ہے جو ہمارے زمانے تک از روی خلافت شرایط کے ساتھ پہنچی ہے۔ لیکن اس کا سلسلہ حضرت علیؓ کے سوا کسی دوسرے صحابی سے نہیں شروع ہوا۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ اپنے تابعین میں سے جس کو چاہے خلافت کا حکم دینے کے لئے مخصوص ہیں۔ اور یہ خلافت' خلافت باطنی ہے اور اس کا نام خلافت کبریٰ رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ خلافت ہے جہاد اکبر میں مع اس کے اصول وفروع کے اور وہ نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس وقت فرمایا جب کے آپ ؐ کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے واپس ہوئے۔ پس خلافت کبریٰ تعلق رکھتی ہے جہاد اکبر سے مع اس کے اصول وفروع کے اور خلافت صغریٰ تعلق رکھتی ہے، جہاد اصغر سے۔ پس خلافت کبریٰ میں خلیفہ بنانے میں صحابہؓ سے کوئی صحابیؓ شریک نہیں خلافت صغریٰ کے سوائے اگر چہ کہ سب صحابہؓ بذاتہ خلافت کبریٰ کے بہرہ مند تھے۔ حتیٰ کے ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہؓ نے خلافت کبریٰ میں اپنا جانشین نہیں بنایا۔ مگر علیؓ نے نامحرم (ناسمجھ) سے اسرار کو پوشیدہ رکھنے کی شرائط کیساتھ اپنا جانشین بنایا ہے۔ پھر آپ کی اولاد نے، اس کے بعد اس شخص نے اپنا جانشین بنایا، جس کو آپؓ کی اولاد نے جانشین بنایا، اس کے بعد مہدیٔ موعود آخر لزماں جو رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہیں۔ علیؓ اپنے پیروؤں کو پوشیدہ ارشاد کرنے پر مامور تھے۔ اور مہدیٔ موعود علیہ اسلام آخر لزماں اس کے آشکار کرنے (اعلان) پر مامور تھے۔ پس اگر کوئی کہے کہ خلافت کبریٰ کے اسرار چھپانے میں کیا حکمت تھی تو میں کہتا ہوں کہ علیؓ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھے اور لوگ شریعت اور طریقت کا امتیاز نہیں رکھتے تھے۔ اور ہر وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول ؐ کے افعال بظاہر دیکھتے اسی کو

شریعت سمجھ کر اخذ کرتے اور وہ شریعت سنت و جماعت ہے۔اصول دین وفقہ میں اور یہ طریقت کے اصول علیحدہ ہیں۔جو شریعت کے اصول مشقت وتکلیف کے اضافے کے ساتھ بنائے گئے ہیں۔

پس طریقت کے اصول لوگوں کو اصل مقصد سے بہک جانے کی وجہ سے نہیں ظاہر کئے گئے (اگر ظاہر کئے جاتے تو) لوگ ایمان نہ لاتے۔اوراس کی اطاعت ہرگز نہ کرتے۔وہ اس لئے کے اس میں خواہشات نفس کی مخالفت دنیا کی لذتوں اور شہوتوں کو ترک کرنا اور دنیا کی زینتوں سے دور رہنا ایسی چیزیں ہیں کہ لوگوں کی طبیعت اس طرف مائل نہیں ہوتی۔اور حاصل اس کا عظیم الشان (دیدار) ہے۔چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے پیٹوں کو بھوکے رکھو، اوراپنے جگروں کو پیاسے رکھو، شاید کے تم اپنے پروردگار کو آشکارا دیکھو۔(مخزن الدلایل۔حضرت علامہ قاضی منتخب الدینؒ)

اس طرح یہ تعلیم خاتم ولایت محمدیہ ﷺ کے پاس عام ہے جس کے لئے آپ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔اوراللہ تعالی اوراس کے رسول ﷺ نے اس کی توثیق اس طرح فرمائی قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓ اِلَى اللهِ ۣ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي (سورہ یوسف ۱۰۸) کہہ دو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے جس پر دعوت دیتا ہوں (بلاتا ہوں) اللہ کے دیدار کی طرف (بینائی پر) اور وہ بھی بلائے گا جس نے میری اتباع کی۔

پس اہل سنت الجماعت کے پاس دیدار حق ہے۔علمائے گروہ مہدویہ نے کہا ہے کہ جس طرح" انا " میں) رسول ﷺ سے مخصوص ہے اسی طرح " من " (وہ) مہدیٔ موعود خلیفہ سے مخصوص ہے، کیونکہ" تَّبَعَنِي "، یعنی حضور ﷺ کی اتباع کرنے والا بھی یہاں مخصوص ہی ہے۔کیونکہ حضور ﷺ کی ایسی اتباع کرنا جیسا آپ کے ﷺ نے عمل کیا تھا کسی غیر معصوم سے ممکن نہیں۔ایسا صرف معصوم عن الخطا ہی کرسکتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ" مہدی مجھ سے ہے، میرے نقش قدم پر چلیگا (اتباع کریگا) کبھی خطا نہیں کریگا" اور دیدار باری کی تعلیم کا تقاضہ بھی یہی ہے۔کیونکہ معرفت الٰہی کی تعلیم جو ولایت محمدیہؐ سے مخصوص ہے اسے سوائے مامور من اللہ معصوم عن الخطاء کے کوئی نہیں آشکار کرسکتا اور نہ اس کے اعلان اور وعدے کا مجاز ہوسکتا ہے۔چونکہ سورۂ یوسف...میں یہ آیت آئی ہے۔جو سورۂ انعام کے بعد...والی سورۃ ہے سورۂ انعام میں یہ کہہ دیا گیا کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ج وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ . آیت ۱۰۳ انعام، اس کو تو کوئی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی، اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہوجاتا ہے۔اور وہ بڑا باریک بین اور (پوری طرح) باخبر ہے اور اس کے بعد!! سورۂ یوسف میں اس دیدار کے اعلان کرنے

****

والے اور اس کی تعلیم کے بیان کرنے والے کو یا رسول ﷺ کی ہو بہو اتباع کرنے والے کو بھیجا جانا بیان ہوا ہے۔ کہہ دو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے جس پر دعوت دیتا ہوں (بلاتا ہوں)۔ اللہ کے دیدار کی طرف (بینائی پر) اور وہ بھی بلائے گا جس نے میری اتباع کی۔(سورۂ یوسف)

اہل ایمان جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورتوں کا نزول موقع ومحل کے لحاظ سے مختلف اوقات میں ہوا ہے۔مگر! اس ترتیب کو رسول مقبول ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب پر ہی اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین نے اسے رکھا۔اس طرح پہلے کہا گیا کہ ''وہ سب نگاہوں کو محیط ہوجاتا ہے'' پھر بعد میں اعلان ہوا کہ ''کہہ دو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے جس پر دعوت دیتا ہوں (بلاتا ہوں)۔ اللہ کے دیدار کی طرف (بینائی پر) اور وہ بھی بلائے گا جس نے میری اتباع کی۔اور متبوع کی اتباع کی کیا شرائط ہیں وہ پہلے بیان ہو چکی ہیں۔یعنی معصوم عن خطا ہونا! اب آگے کی آیت میں اس انعام عظیم 'دیدار باری' حق ہونے کی دلیلوں (شہادت) کا ذکر ہے کیا ہیں وہ دلیلیں؟ کیا قرآن کریم کی آیات مبارکہ سے بڑی شہادت اس دار فانی میں ہوسکتی ہے؟ وہ قرآن جو اللہ کا کلام ہے! جس کے بارے میں فرمایا گیا ''وَ اِنَّه' لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمؤْمِنِيْنَ (سورہ نمل ۷۷)'' بے شک یہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے, اہل ایمان کے لئے '' بے ایمانوں کے لئے یہ ہدایت بھی نہیں رحمت بھی نہیں۔آگے کی آیات میں صاف کر دیا گیا کہ جو قرآن کی شہادتوں میں غور نہیں کرتا اور آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا وہ اندھا ہے اور اپنا نقصان کرنے والا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم نے اللہ کی آیتوں کو یا دلیلوں کو خوب پڑھ کر سنا بھی دیا اور کھول کر بیان بھی کر دیا۔اب ہماری کوئی ذمہ داری نہیں یا ہم تمہارے نگہبان نہیں ہیں۔یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو علم رکھتے ہیں اور وحی کی پیروی کرتے ہیں (جو قرآن کی آیتوں پر غور کر کے عمل کرتے ہیں) قَدْ جَآءَ كُمْ بَصَآئِرُمِنْ رَّبِّكُمْ ج فَمَنْ اَبْصَرَفَلِنَفْسِهٖ ج وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَ مَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ . وَ كَذَالِكَ نُصَرِّفُ ا لْاٰيٰتِ وَ لِيَقُوْلُوْ ا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَه' لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ . آیت ۱۰۴,۱۰۵ انعام, بے شک آئیں تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں, اپنے رب کی طرف سے تو جس نے آنکھوں سے دیکھا اس نے اپنا فائدہ کیا اور جو اندھا بنا رہا تو اس نے اپنا نقصان کیا اور میں نہیں ہوں تم پر نگہبان اور اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں دلیلوں کو تا کہ بول اٹھیں یہ لوگ کہ آپ نے خوب پڑھ سنایا ہے اور تا کہ ہم واضح کر دیں اس کو اس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے، پیروی کیجیے آپ اس کی جو وحی کی جاتی ہے بصائرَ سے مراد دلیلیں اور حجتیں ہیں جو قرآن وحدیث

****

میں موجود ہیں, جو انہیں دیکھے ان سے فایدہ اٹھائے جو قرآن وحدیث کی شہادتوں اور پیشین گوئیوں کو سمجھ لیتا ہے وہ اپنا فائدہ کرتا ہے اور جو انہیں سمجھ نہیں پاتا یا نہ سمجھنے پر بضد ہے وہ اپنا نقصان کریگا۔ کیونکہ اندھا اپنا ہی نقصان کریگا اور اس کی گمراہی کا اثر اسی پر پڑے گا, کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں, بلکہ سینوں کے اندر دل اندھے ہوجاتے ہیں۔

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌوَّ رَ حمَةٌ لِّلْمُوءُمِنِينَ ہم نے قرآن اتارا ہے جو مومنوں کے لئے شفاورحمت ہے اور ظالموں کو تو نقصان ہی ملتا ہے۔

یہ ایمان والوں کے لئے ہدایت وشفاء اور بے ایمانوں کے کانوں میں بوجھ اور ان پر اندھا پن غالب ہے اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ''قرآن سے لوگ نصیحت بھی حاصل کرتے ہیں اور گمراہ بھی ہوتے ہیں'' کیا اس پہلے وہ لوگ جو قرآن پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے تھے گمراہ نہیں ہوئے جیسے سبائیہ, علویہ, خوارج, مرجیہ, معتزلہ وغیرہ اور وہابیہ ہیں۔

علماء نے مہدیٔ موعود علیہ السلام سے کہا کی آپؑ کہتے ہو کے ایمان گھٹتا بڑھتا ہے اور امام ابو حنیفہ ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے قائل نہیں ہیں تو آپؑ نے فرمایا ابوحنیفہ نے اپنے ایمان کی خبر دی ہے ان کا ایمان اس مقام کا تھا جہاں سے بڑھنے گھٹنے کا سوال نہیں تھا آپؑ نے قرآن کریم کی آیات پیش کیں۔

دوسروں کے نظریات سے متاثر کوئی بھی عقیدہ چاہے وہابیت ہی کیوں نہ ہو, مہدیٔ موعود خلیفۃ اللہ مامور من اللہ کی بعثت کی روشن قرآنی دلیل ''دیدار باری'' کے حق ثابت ہونے میں مانع نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس میں وحدت الوجود کا اقرار بھی ہے' اور عالم الغیب ہونے کا اعتراف بھی ہے اور روحانیت کے منازل سلوک کا بغیر رسوم وبدعات کے عمل کرنے کا طریقہ اور تعلیم بھی ہے۔ مہدیٔ علیہ السلام نے فرمایا ''ہر جا کہ باشد بایاد خدا باشد'' دنیا میں رہو, دین میں رہو, حاضر رہو, غایب رہو, زندہ رہو, مردہ رہو (موتو قبل ان تموتو) رہو تو اللہ کا بندہ بن کے رہو, نفس کا بندہ نہیں۔ احیائے دین مہدیٔ موعود خلیفۃ اللہ سے مخصوص ہے, اس میں کسی غیر معصوم کو اختیار نہیں۔ اس لئے کہ آپؑ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی بنیا پر, ولایت مخصوصہ کی ختمیت پر مامور تھے۔ جس میں وحدت الوجود کی تاویلات, رسوم وبدعات کی تخیلات, نفس امارہ کی مذمومات اور شرک وبت پرستی کا دھارا صرف ایک ضرب حرکت سے موڑ دیا گیا ہے کہ ''میں دیکھنے والوں کا مذہب لایا ہوں'' جو وحدت الوجود کے نکتے پر اٹک گے ہیں وہ اس کی دریائے وحدت کا نظارہ کرلیں اور جو فرسودہ تخیلات کی بھول بھلیوں میں بھٹک

رہے ہیں وہ اس کی قدرت بے انتہاء کے دریا میں غوطے لگائیں, جو شرک و بت پرستی کی ذلت کو اختیار کئے ہوئے ہیں وہ اسکے آگے سربسجود ہو جائیں اور جو نفس امارہ میں اور غرور تکبر میں مبتلاء ہیں وہ اپنی انا کو فناء کر کے اس کی جلال احدیت کے فیض و کرم سے ہمیشہ کے لئے اس کی نعمتوں کے حقدار بن پائیں۔

شکوک و شبہات, منتشر خیالات, روسم و بدعات اور شرک و الحاد کا حل...! تقویٰ پرہیزگاری, عزلت از حلق, ترک دنیا اور ذکر کثیر کے ساتھ طلب دیدار باری میں پنہاں ہے۔ خودی کا انکار خدا کے اقرار بصارت میں پوشیدہ ہے۔ جس کسی نے یہ عقدہ حل کرلیا وہی مومن ہے۔

رہا یہ سوال کہ ہمیں وہابیت سے اتنی خلش کیوں؟ وہ اس لئے کہ اسلام کی چودہ صدیوں کے تاریخ میں کوئی نظریہ یا عقیدہ اسلام میں ایسا نہیں ہوا جو کفر و الحاد کی بنیاد پر اسلام کا علم بردار رہا ہو اور اسے اتنی وسعت اور قبولیت حاصل ہوگئی ہو کے ایک قلیل عرصے میں اس نے دین و ایمان کی بنیادیں متزلزل کرنے کی کوشش کی ہو۔ جب اچھی طرح غور سے اس کا جایزہ لیا جائے تو اس میں چھپی خباثت پوری طرح عود کر آجاتی ہے۔ کیونکہ یہودیت بڑی دوراندیشی اور چالاکی سے اس پر حاوی ہو چکی ہے۔ ہمیں اس کا اندازہ اتفاقاً ہوا۔ جب یہودیوں کے عقائد کے بارے میں دیکھا گیا تو جیسے ہی ان دو نظریات کو ہم نے یکجا کئے، میں بھونچکا رہ گیا۔ عبداللہ بن صباء کے سازش کبالہ کی سازش کے سامنے بیکار محض ہے۔ جیسا سبایوں نے علویہ پیدا کئے اس سے کئی گناہ بدتر اور شریر ترین لوگ وہابی پیدا کئے ہیں۔ اب آہستہ آہستہ ان کی کارستانیاں اور شرارتیں سامنے آنے لگی ہیں۔

ان کی بڑبولی, رسول ﷺ کی شان میں گستاخیاں آئمہ وصالحین کے تئیں دریدہ دہنی انتہا درجہ پر ہے اس کا اندازہ کم ہی لوگوں کو ہوا ہے۔ انجانے میں لوگ یہودیت کے نظریات کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اور ان نظریات کی کڑیاں, حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کی بعثت اور اعلان خلافتہ اللہ کے بعد بڑی عیاری اور چالاکی سے جوڑی گئیں ہیں کیونکہ مہدویت کی تعلیمات اور اعمال میں قربت خداندی کا راز پنہاں ہے۔ امت کو خدا سے دور کرنے کا صہیونی طریقہ خود خدا کی وحدت کو بنیاد بنا کر انہیں متاع دنیا اور عیش وعشرت میں مبتلاء کردینا ہے۔ اس طرح اسلام کی بنیاد علم الغیب پر غیر محسوس نشانہ ہے۔ صہیونیوں نے وہابیت کو یہودیت کا آلۂ کار بنایا ہے۔ دعوائے مہدویت نویں (۹) ہجری میں ہوا ہے۔ کبالہ عقیدہ پہلی بار گیارہویں (۱۱) ہجری میں منظر عام پر آیا۔ وہابیت کی بنیاد بارہویں (۱۲) ہجری میں پڑی۔ واقعات کا تسلسل غیر محسوس سازشوں کی کڑی کی طرف صاف اشارہ کر رہا ہے۔

***

جناب سید یوسف صاحب (بنگلور)
Cell No. 09242653492

بولیں تو کیا بولیں! نہ بولیں تو کیوں؟

سو پشتوں سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری

یہ مصرعہ کہتے ہوئے غالب نے اپنے آبائی پیشہ تو بتا دیا لیکن! وہ یہ بھول گئے وہ اب سپاہی نہیں شاعر ہو چکے ہیں ایسا ہی کچھ معاملہ ہم مہدویوں کا اب ہے، ہمیں اپنے بزرگوں کے ماضی کے ایمانی معاملات کی شان وشوکت کا علم تو ہے مگر عملی طور پر ہماری بے حسی اور بے بسی اب ایک ضرب المثل بنتی جارہی ہے۔

مہدویہ دائرے مستقل طور پر مقیم کیا ہوئے کئی نئی نئی پریشانیاں اور مسائل ابھر آئے۔ان میں ایک ضروری مسئلہ ہے، کسب وتجارت اور روزی روٹی کا۔کاسبوں اور عامیوں نے اپنے لئے اس مسئلے کا حل تلاش تو کرلیا، لیکن فقراء ومسند نشینوں کو اللہ کے حوالے کر کے حقوق العباد کے تئیں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گے۔اس مسئلے پر عام مہدویوں کا رویہ بڑا ازیغانہ اور مایوس کن اور شرمندگی کا سبب ہے۔

ہم کو فقراء ومسند نشینوں سے شکایات فی نفسہ بہت ہیں لیکن! ان کی پریشانیوں اور شکایات کو سننے محسوس کرنے اس پر غور وفکر کرنے کا نہ تو احساس ہے نہ وقت نہ موقعہ، ہر کوئی اپنا رونا روتا ہوا نظر آتا ہے۔جب بھی مذہبی مسائل کی بات آتی ہے ہماری نگاہیں اس طبقے کی طرف اٹھ تو جاتی ہیں، لیکن ہماری اپنی ذمہ داری اور حقوق کی ادائیگی کی بات آتی ہے تو زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔اس فکر ونظر کے تضاد اور فرض ذمہ داری کے تفاوت نے ہمیں بے حس غیر ذمہ دار بنا دیا ہے۔ بلکہ کئی ایک کو یہ کہتے سنا ہے کہ کاسبین سے ان کی دنیاوی زندگی اچھی ہے۔اس کے لئے چند ایک مسند نشینوں کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے جو کمال علم وعقل سے متاع دنیا میں ملوث ہیں۔جبکہ اس طبقہ کی کثیر تعداد کی ذاتی زندگیوں کے مسائل اور ضرورتوں کو اگر قریب سے دیکھا جائے تو شرمندگی سے سر جھک جاتا ہے اور خود پر لعنت کرنے کو جی چاہتا ہے۔معدودے چند مسند مشیخیت کے علمبردار افراد کو چھوڑ کر اس طبقہ کی اکثریت کی زندگیوں کا جائزہ لیں جو اپنی آبائی وموروثی ذمہ داری کو پورا کرنے پر اپنی مرضی سے یا بزرگوں کی عزت کے

خاطر یا اللہ کے لئے یا مجبوراً اختیار کئے ہوئے ہیں، ایک طرف نفس سے مقابلہ دوسری طرف اہل وعیال اور کنبہ کی ذمہ داری تیسری طرف فقراء وکاسبین کا خیال رکھنا چوتھا اپنی دینی و مذہبی ذمہ داریوں کواداء کرنا اور سب سے بڑھ کر مریدوں کے نخرے سہنا۔ خلیفۃ الرحمٰن مہدیؑ موعود کی یہ پیشین گوئی ایسے ہی تارک الدنیا پر صادق آتی ہوگی کہ ''مہدیؑ اور مہدویوں کے لئے کوئی جگہ اور جائے پناہ گھر اور الفت کا مقام نہیں ہے۔ انشاء اللہ جو ہمارے ہیں مفلس مریں گے مہدویاں قیامت تک رہیں گے۔

یہ ایک ظاہر حقیقت ہے کہ ہمارے یہاں سوائے اللہ تعالی سے سوال کرنے کے، کسی سے مانگنے کی اجازت نہیں چہ جا یکہ چندہ مانگنا اور صورت سوال بننا، کیونکہ مہدیؑ موعودؑ نے فرمایا'' لوگوں کے پاس اپنی ضرورتیں مت لے جاؤ اور تقدیر پر راضی رہو'' وہ لوگ جو آج خود کو بڑے سمجھ دار عقل والے ترقی یافتہ اور مذہبی سوجھ بوجھ والے اور عقائد باطلہ سے متاثر ہیں۔ انہیں عقیدہ و مذہب پر تو بڑے بے باک مباحث کرتے ہوئے دیکھا ہے لیکن خود ان کی اپنی ذمہ داری اور حقوق العباد کی ادائیگی کے سوال پر بغلیں جھانکتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو غیر مہدویہ آبادیوں میں بسے ہونے کے زعم میں مدرسوں اور مسجدوں کو قطیر رقمیں چندے کے طور پر لکھوا کر محلے کے زعماء کے غرور میں شان کے ساتھ اکڑ کر چلتے ہیں مگر اپنے خاندانی وعقیدہ مذہب کے رہنماء کی زندگی کی کبھی خبر بھی لی ہو ایسا نہ ہوا، اور اس پر طرہ یہ کہ ہمارے پیشواؤں کو الزام دینا کہ انہیں دینی معلومات نہیں ہیں، جب تمہیں دینداری کا احساس نہیں تو ان کی دینی معلومات تمہیں کا ہے کا فائدہ دیگی۔ ہم بھی وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں۔ کئی کوتاہیوں کے باوجود ان میں کئی ہیں جو شریعت محمد ﷺ اور اتباع مہدی علیہ السلام پر قائم رہنے اور نفس کشی میں حد سے گذر ئے ہوے ہیں جو خود کو اور اپنے اہل خانہ کو خدا کی خود سپردگی میں جھونک رکھا ہے، لیکن کبھی کبھی نفس اور اطاعت و بندگی کی کشمکش میں نفس کا غلبہ اتنا ہو جاتا ہے کہ برداشت کرتے کرتے جھنلا ہٹ غالب آجاتی ہے۔ ایسے حالت میں سرزد ہونے والی حرکتیں تنقید کرنے والوں اور مخالفوں کو حربہ فراہم کر دیتی ہیں۔ دنیا میں سب سے بڑا جہنم پیٹ ہے انسان خود تو کسی بھی مرحلے سے گذر جانے کا حوصلہ رکھتا ہے، لیکن اہل خانہ وعیال کی ذمہ داریوں کے آگے اس کا حوصلہ ٹوٹ جاتا ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں پر بڑے سے بڑے اللہ والے کے پائے استقلال میں لڑکھڑاہٹ اور لغزش ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر جس نے خود کو سنبھال لیا وہی اللہ کی بارگاہ میں کامیاب ہوا۔ لیکن ایسے باصفا اور ہمت والے اب کہاں؟ اب تو تقویٰ توکل راضی بہ رضائے الٰہی ہونا ایک بھولی ہوئی حقیقت ہے جو مسند نشینی کا جز لاینفک اور اور ولایت

تامہ کے اعمال کا اعجاز اورطُرہ ٔامتیاز ہوا کرتا تھا۔ پہلے ہجرت ہوا کرتی تھی تا کہ شریعت کا نفاذ ہو اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی پاسداری کا اہتمام کرایا جاسکے، اور اب؟ دورے ہوا کرتے ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ اپنی اولاد کے مستقبل کو محفوظ کیا جاسکے تا کہ دنیاوی اعتبار سے انہیں مستحکم کیا جاسکے، اب تو عالم یہ کہ قابلیت کوئی معنی نہیں رکھتی خطابات و القاب سند و دستار ہی دین داری کی علامت قرار دی جارہی ہے۔اور یہ ایک بڑا خطرناک رجحان ہے، اور اس طرح للّٰہیت اور روحانیت کا خاتمہ کیا جا رہا ہے، جو تعلیمات مہدویہ کے برخلاف عمل ہے۔ایسے طریقوں کو بڑھاوا دینے میں مسندنشین اور کاسبین دونوں قصوروار ہیں۔اس طرح تین قسم کے گروہ پیدا ہوئے ہیں جن کا اسلام اور مہدویت سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ایک گروہ چرب بیانی وعظ و بیان دکھاوا مجمع اکھٹا کرنا ہی دین داری خیال کرتا ہے، دوسرا گروہ عقیدہ و اعمال میں آئے دن نئے نئے شوشے چھوڑ کر بلا سوچے سمجھے بزگان دین کے اعمال اقوال کو اور قومی روایات کو پامال کرنے کی کوشش میں سرگرداں ہے، ان کی وجہ سے ملت وعقیدہ کو نا قابل تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑرہا ہے ان گروہوں کے اطراف جن ابن الوقت لوگوں کا حلقہ ہے وہ سب سے خطرناک لوگ ہیں جو جان بوجھ کر اپنی من مانی اور سہولیت کا دین اختیار کرنے کی راہیں ہموار کرنے میں کوشاں ہیں ،مثلاً کوئی حدیث نبوی ﷺ کے خلاف بعد نکاح بغیر شب عروسی کے اپنی جھوٹی شان دکھانے اور سہولت کے خاطر دعوت کر کے اسے دعوت ولیمہ قرار دے کر دوسروں کی دیکھا دیکھی شریعت کا ٹھٹول کر رہا ہے تو کہیں حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کے خلاف بدعقیدہ لوگوں کی اقتداء کا پروانہ دیا جارہا ہے اور کہیں شان رسول ﷺ میں گستاقی کو آنکھیں بند کر کے قبول کیا جارہا ہے کہ گویا دین وایمان وعقیدہ نہ ہوا ان کے گھر کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا۔ملت کے وہ افراد جو دینی تعلیمات سے بے بہرہ ہیں وہ سخت تشویش میں مبتلا ہیں کہ ادھر جاؤں یا ادھر جاؤں۔ان گروہوں کے درمیان وہ لوگ جو خاموشی سے تماش بین بنے ہیں اپنے مسند کی ذمہ داری سے بے پرواہ ہو کر ملت کے دین و ایمان کو پائمال کر رہے ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟۔

حضرت شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ کے مکتوبات کے حاشیہ پر ہے کہ: ایک شخص شاہ علی نامی دولت آباد میں پیری مریدی کرتا تھا یہ اور اس کے ہمنواء حضرت مہدیؑ کے محکم فرامین میں تاویل کرتے تھے زمینداری ،کھیتی کرتے اور دنیا داروں کے گھر بےضرورت شرعی جانے کو جائز رکھتے تھے، اسی بناء پر سیدنجی خاتم مرشدؓ نے ان کو حزب الشیطان (شیطانوں کا گروہ) فرمایا تھا۔اسی گروہ شیطان نے حضرت

شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کو زہر دیا۔ چونکہ شاہ علی اور اس کے لوگ بظاہر فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور خود کو مہدوی کہتے تھے۔

اسی طرح جھوٹی نبوت کا مدعی مسیلمہ کذاب کے ہاں جو اذاں دی جاتی تھی اس میں ’لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ‘ کے الفاظ دہرائے جاتے اس لئے بنو حنفیہ کے لوگ مغالطے میں آ گئے اور اس کے ساتھ ہو لئے۔ ہمارے یہاں بھی ایسے لوگ ہیں جو مہدویوں کے درمیان رہکر فرامین مہدئ موعود کی غلط تاویل کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے اور مہدویت کی بیخ کنی میں کوشاں ہیں۔

اٹھیں! بغیر تام جھام کے جلسہ جلوس کے شہرت اور نام و نمود کے صرف اور صرف اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ اور مہدئ موعود کے طریقے وتعلیم کے سیدھے سادھے طریقے پر بندگان خدا کو سراط مستقیم پر اکھٹا کریں اور صوم وصلواۃ کا پابند کریں شراب نوشی بدکاری بد معاملگی اور بے کاری تن آسانی سے ان کو نکال کر قوم وملت کے فعال افراد کی ایک فوج بنائیں۔ جو ہمارے بزرگوں کا طریقہ تھا اس کو اپنائیں۔ اس طرح قوم وملت کی تعمیر بھی ہوگی اور دین وایمان وعقیدہ کی آبیاری بھی۔ بے شک ہم بھی اس بدعمل ڈولتی لڑکھڑاتی ملت کا حصہ ہیں، لیکن برائی کو تلوار سے ہاتھ سے روکنے کا حوصلہ نہیں ہے اس لئے دل میں اسے برائی خیال کر کے قلم سے اپنی ذمہ داری نبھانے کی سعی کر رہے ہیں کہ شاید کوئی ولولہ ایسا پیدا ہو جائے جس میں ہم بھی اس ملت کا حصہ بننے پر اللہ تعالی کا شکر اداء کرنے کے قابل بنیں۔ کیا کوئی تحریک کوئی ہلچل کوئی خلوص نیت والی کوشش ہے جو ہمیں راہ دکھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے آگے آئے گی؟۔ ہمیں امید ہے ایسا ہوسکتا ہے کیونکہ اب بھی توبہ کے دروازے بند نہیں ہوئے۔ خاموشی سے ایک نئی کوشش کی جاسکتی ہے۔ مہدی موعود علیہ السلام کی مہدویت کی چنگاریوں سے چار صدیوں بعد خود غرضوں اور شہرت نام ونمود کے دلدادؤں نے اصلاح وتبلیغ کے نام پر در پردہ نبوت کے دعوؤں کے ساتھ دنیا میں کامیابی حاصل کی ہے، تو کیا ہم مہدئ آخرلزماںؑ کے نام لیوا اخلاص نیت کے ساتھ بندگی کا حق اداء کرنے کے مجاز نہیں ہیں، ہم کو تو اس بات کا حق پہنچتا ہے اور یہ ہمارا فرض منصبی ہے چاہے مسند نشیں ہوں کے کاسب، تجدید واحیائے دین مہدویوں کا کردار ہے رسم رواج کو مٹا کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا طریقہ اپنانا ہمارا اپنا شعار ہے۔ سب سے پہلے مسند نشینوں اور کاسبوں کے معاشی نظام کو مضبوط واسطوار کیا جائے اور ساتھ ساتھ دینی وعملی معاملات کی اصلاح ہمارا مقصد ہونا چاہئے۔ میدان عمل میں آنا پڑتا ہے پیشہ ’ آبا سپہ گری کی رٹ لگانے سے بہادر نہیں کہلائے جاتے، ہمارے آبا واجداء کیا تھے سو تھے،

ہم کیا ہیں وہ ہمیں ثابت کرنا ہوگا ۔ پدرم سلطان بود کہنے سے کچھ نہیں ہوتا خود کو سلطانی کے لائق بنانا ہوگا۔ دینی وایمانی سلطانی کے لائق بننا، در پردہ دنیا میں نام کمانا یا متاع دنیا مقصد نہ ہونا چاہئے ۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ رحمہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب آپ نے 'فتوحات مکیہ' لکھی تو سارے دمشق میں دھوم مچ گئی اہل دمشق کھنچے چلے آئے ارباب اقتدار نے نوازشوں کی بارش کردی، شیخ کا گھر مال ودولت سے بھر گیا، گورنر حمص ہر دن سو درھم نذر کرتا اور ابن الزکی ہر روز تیس درھم حاضر کرتا، لیکن شیخ عربیؒ نے اس میں سے کچھ بھی ذخیرہ نہ کیا سب کا سب صدقہ کردیا۔

فوائد الفواد میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کے حوالے سے تصوف کی تعریف یوں لکھی ہے'' یہ راستہ طے کرنے کے لئے وہی موزوں ومناسب ہے جو اپنے سیدھے ہاتھ میں قرآن مجید رکھتا ہو اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفویﷺ اور ان دو چراغوں کی روشنی میں چلتا ہو، تاکہ شبہ کے غار میں نہ گرے اور بدعت کی تاریکی میں نہ بھٹکے'' آگے مزید ارشاد فرمایا: صوفی وہ ہے کہ اس کا دل حضرت ابراہیمؑ کے قلب کی طرح سلیم ہو دنیا کی دوستی سے سلامت یافتہ ہو اور خداوند تعالی کے فرمان کا بجالانے والا ہو، اس میں حضرت اسماعیلؑ جیسی تسلیم ہو اور اس کا غم حضرت داؤدؑ کے غم کے مانند ہو اس میں حضرت عیسیٰؑ جیسا فقر ہو اور اس کا صبر، صبر ایوبؑ کی طرح ہو اور حضرت موسیٰؑ جیسا شوق رکھتا ہو اور مناجات واخلاص کے وقت حضرت رسول اکرمﷺ کی مانند اس میں اخلاص ہو'

ایسی بہت سی تعریفیں تصوف کے باب میں اولیاء اللہ سے منقول ہیں، اگر تصوف میں کمال حاصل کرنے کے لئے ان شرائط پر اترنا ہے تو ولایت باری تعالی یا قربت خداوندی سے اعمال مخصوص ہیں، ولایت محمدیہ مخصوصہ ﷺ کو پانے کہ محبوب خداﷺ کے اشغال واعمال ہیں جو دیدار باریٔ تعالی کی بنیاد اور واصل بہ حق ہونے کا ذریعہ ہیں ان کے لئے کیا نہیں کرنا چاہئے اس پر عمل کے لئے غور کرنا ہوگا۔ کیونکہ کیا کرنا چاہے اس پر انسان کو اپنے ارادے پر دخل حاصل ہے، انسان ارادہ اور عمل کے ذریعہ اس پر قابو رکھتا ہے، جیسے کہ فرائض اور سنن۔ اور کیا نہیں کرنا چاہئے اس پر انسان کو دخل نہیں ہے یہ مرحلہ ضبط نفس سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لئے مہدیٔ موعود علیہ السلام نے دم اور قدم کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ شجرۃ الکون میں رقم فرماتے ہیں کہ'' گروہ ملائکہ نور سے متخلق ہیں۔ اس لئے ان سے خیر اور بھلائی ہی سرزد ہوتی ہے۔ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤاَمَرَهُمْ (وہ اللہ تعالی کی نافرمانی نہیں کرتے)، شیاطین کا گروہ تاریکی سے پیدا کیا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ سوائے شر

کے اور کوئی کام نہیں کر سکتے حضرت آدم علیہ السلام اوران کی اولاد کو تاریکی اور نور دونوں سے پیدا کیا گیا ہے، خیر وشر نفع وضر چاروں ان کے عنصر میں ودیعت کئے گئے اور انسان کو معرفت ونکرت دونوں چیزیں عنایت کی گئیں ۔نور وظلمت سے جس کا جوہر غالب آ گیا انسان اسی طرف منسوب ہوگیا ۔اگر اس کا جوہرنور، جوہر ظلمت پر غالب آجائے، گویا اس کی روحانیت اس کی جسمانیت پر غالب آ گئی ۔ بے شک اس طرح انسان ملک وفلک سے بہتر وافضل ہوگا ۔اوراگر اس کا جوہر ظلمت ،نور پر غلبہ حاصل کر لے تو بایں صورت وہ شیطان سے بھی بڑھ جائے گا ۔(شجرۃ الکون)

اللہ تعالی فرماتا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اے لوگوں جو ایمان لاے ہوشیطان کے قدموں کے نیچے سے پیدا کی گئی چیز (نفس) کی پیروی نہ کرو ۔کیونکہ شیطان تو تاک لگائے بیٹھا ہے وَ لَاُضِلَّنَّھُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّھُمْ وَلَاٰ مُرَنَّھُمْ میں ضرور بنی آدم کو گمراہ کروں گا اور دنیا کی امید دلاتا رہونگا اوران کو برائی کا امر کرتا رہونگا۔

اس تمام گفتگو کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسند نشین اپنی ذمہ داری سے عہدہ براءنہیں ہو سکتے اور نہ ہی کاسبین اپنی ذمہ سے بری الذمہ،خصوصاً کاسبین نے حقوق العباد سے فرار کی جوراہ اختیار کر رکھی ہے وہ اللہ تعالی کے حضور باعث گرفت ہے ۔اپنی کمزوریوں، ناکامیوں اور بے اعتدالیوں کا ٹھیکرا وہ کسی اور کے سر نہیں پھوڑ سکتے ۔انہیں اپنے فرائض کا بار ہر حالت میں اٹھانا ہوگا ،اگر منافقی کا لبادہ اوڑھ کر غیروں کے ہاں میں ہاں ملائیں گے تو انجام کار دین ودنیا کی رسوائی ان کا مقدر ہے ۔ہم ایک ایسے شخص کو جانتے ہیں جو ہمیں حقیر سمجھ کر غیروں کی پناہ میں گیا ۔مگر جب ایک مرتبہ ہم سے مباحثہ ہوا تو سامنے کہنے لگے کہ دیکھو یہ تمہارے اپنے ہیں جو اپنے باپ دادا کی غلطی پر تھے اب ہمارے ہاں آکر کچھ کچھ سدھرے ہیں ۔مطلب یہ کہ جو شخص ان کا اپنا ہوگیا اسی کے سامنے اس کے باپ دادا کو ذلیل کیا گیا اور وہ بیٹھے سنتا رہا، پھر ہمیں ان سے اپنے بزرگوں کی شان میں گستاخی پر ان سے دو دو ہاتھ کرنے پڑے اوران کی سات پشتوں کو ہمیں بے دین ثابت کرنا پڑا ۔ان منافقوں کی وجہ سے ساری ملت کو برسرپیکار ہونا پڑ رہا ہے۔

مسلمانوں کے کثیر طبقہ میں منفی سوچ زیادہ ہوتی ہے ،وہ ہر بات میں نیگیٹیو فیاکٹرس Negative Factors زیادہ تلاش کرتے ہیں اسی لئے تعلیمات مہدیؑ کو قبول کرنے میں انہیں تامل ہی نہیں انکار ہے ۔اس کا کچھ کچھ اثر مہدویوں میں یہ ہے کہ کسی چیز کی تحقیق وتعلیم اور ترقی حاصل کرنے میں ایک مایوس کن تساہلی ہے جس کے سبب تعلیم کے میدان میں ہو یا تجارت یا نوکری کی تلاش

میں وہ تحریک اور احساس نہیں ہے جو دین و دنیا کی ضرورت ہے۔ مہدیؑ موعود علیہ السلام نے کہا ہے کہ اہل وعیال کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل ہو جاؤ۔ جس ہستی نے تابع تام رسول اللہ ﷺ کے مقام پر اعمال ولایت کی تعلیم جیسے ترک دنیا، عزلت الخلق، تقویٰ و توکل کا درس دیا وہیں پر انسانی حوائج اور اہل خانہ کی ضرورتوں کا بھی پوری طرح خیال رکھا۔ نہ صرف اس ذمہ داری کا احساس دلایا بلکہ آپ کے فرزند عزیز حضرت سید محمود رضی اللہ تعالی عنہ کو پادشاہ کے پاس نوکری کرنے پر توقف اختیار کی، وہ تو آپؑ کی تربیت اور تعلیمات کا اثر تھا کہ بندگی میاں سید محمودؓ نے دنیا کو ٹھکرا کر حق کو پانے کا ذوق لے کر واپس آ گئے۔ آپؑ کی تعلیمات کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ آپؑ نے انسان کو انسان بنے رہنے کی تعلیم دی ہے ضروری ذمہ داریوں سے جی چرانے یا بھاگنے کی تربیت نہیں دی، آپ نے صرف طبقے قائم کئے کہ، جو خالصتاً اللہ تعالی کو پانا چاہتا ہے وہ تسلیم ورضا اور سلوک احسان کو اپنائے اور، جو ذمہ داریوں کو پورا کر کے اللہ کو پانا چاہتا ہے وہ اتنی دنیا حاصل کرے جو اسے اللہ تعالی کو پانے کی راہ مستقیم سے بھٹکا نہ دے اور وہ متاع دنیا میں اس طرح ملوث نہ ہو جائے کہ خالق حقیقی کو ہی بھول جائے۔ جنہوں نے اللہ تعالی کو پانے کی جستجو کی ان کے لئے ولایت محمدیہ کا راستہ بتایا اور جن کے حوصلے کم تھے یا اللہ تعالی کے عشق کے تقاضوں کو پورا کرنے اور نبھانے کا دم خم نہیں رکھتے تھے، ان کے لئے شریعت پر پوری ایمانداری سے عمل کا طریقہ اور راستہ بتایا۔ اس طرح عالیت اور رخصت دونوں کے ضابطے اور اصول بتائے، ان دو طبقوں کو ہم فقراء و کاسبین کے نام سے جانتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جہاں جہاں پر آپؑ کی ہجرت ہوئی آپؑ کے بعد وہاں پر دائرے بستے چلے گئے اور جو لوگ فقر و فاقہ اور فراق حق کی تمنا رکھتے تھے وہ آپؑ کے ساتھ چلتے گئے۔ ٹھٹھہ کے واقعہ کی وہ روایت دیکھئے جس میں آپؑ کے قافلے میں بوڑھے بچے جوان اور عورتیں دھوپ سے تپتے چٹیل میدان میں آپؑ کے پیچھے چلے آرہے ہیں، کئی دن کے فاقے، پتے چبا کر باچھیں چھل گئیں تھیں، پاؤں میں آبلے اور زخم ہیں اور واصل بہ حق ہونے کا شوق ایسا کہ آپؑ سے پوچھا جاتا ہے کہ میرانجیؑ مہدی کے ماننے والوں پر وہ وقت کب آنے والا ہے جب ان پر مصیبتیں اور پریشانیاں آن پڑیں گی۔

مہدیؑ موعودؑ نے فرمایا: جو شخص خدا کو چاہتا ہے مال کو نہیں چاہتا، اور جو شخص مال کو چاہتا ہے خدا کو نہیں چاہتا مہدویت قانقاہیت اور رہبانیت نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو مہدویؑ موعود علیہ السلام کے دائرے کے وہ فقراء جو توکلت الی اللہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر ذکر دوام میں مستغرق ہو جاتے تھے، کیا ایسے ہی فاقہ مست رہ جاتے تھے اگر ایسا ہوتا تو یہ محیر العقول بات ہوتی اس طرح کشف وکرامات کا دروازہ کھل

جا تا، جسے مہدیؑ موعودؑ نے اللہ تعالی سے دُعا کر کے منقطع کر دیا۔ انہیں روایتوں میں امامنا علیہ السلام کے دائرؤں میں فتوح کا آنا بیان ہوا ہے جو سویت ہوا کرتی تھی۔ مہدیؑ موعودؑ نے فرمایا ہے کہ'' جو کچھ انسان کے اختیار کے بغیر شریعت کے مطابق پہنچ جائے وہ حلال ہے'' اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا'' جو فتوح کا انتظار کرے گا وہ متوکل نہیں''اور یہ بھی فرمایا'' حلال طیب کیلئے حساب نہیں'' یہ قرین قیاس امر ہے کہ ان ذاکرین اور فقراء کے لواحقین جو دائرے کے حدود یا قرب و جوار میں ہوا کرتے تھے وہ اللہ دیا فتوح کیا کرتے تھے جو محنت مشقت کی کمائی یا اکل حلال ہوا کرتی تھی اسی لئے قبول کر لی جاتی۔ یعنی اللہ تعالی کے جانب سے ایک سماجی معاشیاتی مدد یا سپورٹ سسٹم تھا۔ مہدیؑ موعودؑ کے صحابہؓ نے ہجرت ترک دنیا تقوی 'توکل ذکر اللہ دیدار سب کیا، اسی کے ساتھ تبلیغ دین اور اصلاح امت کی ذمہ داریوں سے بھی کوتاہی نہیں برتی اور ساتھ کا سبوں کی اصلاح کے ساتھ ان کے دنیاوی مسائل اور ذمہ داریوں میں بھی راہ نمائی کی ہے

حضرت سردار دو جہاں ﷺ کے دور میں بھی ایسی کئی مثالیں ہیں جس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے۔ اصحاب صفہ رضوان اللہ تعالی علیہ اجمعین ہی مثال لیجیے، ان کی کفالت کا ذمہ تمام تر حضور ﷺ پر تھا، ابو ہریرہؓ سے ایک طویل روایت ہے جس میں ان کے فاقہ کی میں رسول ﷺ سے ملاقات ہوتی ہے تو آپ ﷺ انہیں گھر لے جا کر دودھ کا پیالہ پیش کرنے سے پہلے تمام اصحاب صفہ کو بلواتے ہیں اور سب کو پیٹ بھر دودھ پلانے کے بعد ابو ہریرہؓ کو بھی پلاتے ہیں اس کے اس پیالے میں دودھ جوں کا توں رہتا ہے۔ ایک حدیث مبارک یہ بھی بتاتی ہے کہ اصحاب صفہ میں کسی کا انتقال ہو گیا تو ان کے پاس ایک درہم برامد ہو گیا اس پر حضور ﷺ نے ایک ترک دنیا صحابی کے پاس متاع دنیا ہونے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اور ان کے علاوہ رسول ﷺ کے بہت سے صحابہؓ ایسے تھے جو تجارت بھی کرتے تھے اور محنت و مشقت بھی۔ اس طرح ایک طبقہ صرف دینی امور کو اپنائے ہوئے تھا دنیا سے اسے کوئی رغبت نہ تھی اور دوسرا طبقہ دنیاوی ضرورتوں کو پورا کر کے دین کے امور بھی انجام دیا کرتا تھا۔ رسول ﷺ کے پاس جو اصل بات ہو گزری ہے اس کی مہدیؑ موعود کے پاس اتباع ضرور ہوئی ہے۔ امت کے لئے رسول ﷺ کا فرمان حرف آخر کا حکم رکھتا ہے: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، یاد رکھو تم اپنا مال جو اپنے اوپر خرچ کرتے ہو یہ صدقہ ہے، اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے ہو وہ بھی صدقہ ہے، اپنی بیوی پر خرچ کرتے ہو وہ بھی صدقہ ہے، نیز تم اپنے اہل خانہ کو اچھی حالت میں چھوڑ جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں اس حال میں چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے لئے مجبور ہو جائیں۔

ملت کے بہت سے لوگوں کا حال یہ ہے کہ سب سے پہلے محنت ومشقت سے جی چراتے ہیں، کوئی کام کرنے میں شرم اور بڑکپن حائل ہوتا ہے اور کوئی کام کرتے بھی ہیں تو ایک دم سے بڑے آدمی بننے کے لئے وہ تمام طریقے ڈھونڈتے ہیں جس میں حلال حرام کی تمیز نہیں ہوتی، اس طرح تھوڑا بہت جمع ہوجاتا ہے تو سیر سپاٹے عیش وعشرت میں ضائع ہوجاتا ہے، نہ بیوی بچوں کا خیال نہ اہل خانہ کا، بچوں کو دین و دنیا کی تعلیم کا جتن کر کے قوم کے ہونہار بنانے، دین کے ذمہ دار بنانے اور خدا کا خوف دلانے کو تیار نہیں ہے جس میں ہر کوئی مبتلاء ہے۔ ایک شخص کو راہ راست پر لانا اس کے تمام کنبہ کی کفالت کرنے کے برابر ہے۔ دنیا اور دین کے ذمہ دار افراد کی یہ مجرمانہ روش ہے جسے خدا کیسے معاف کرئے گا۔ مسند حنبل کی جلد۳ میں ۱۶۵۲۱ شعیبؒ سے ایک ضعیف حدیث یوں بیان ہوئی ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبیﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جب تم میری امت کو دیکھو کہ وہ ظالم کو ظالم کہنے سے ڈر رہی ہے تو جان لوان سے ضمیر کی زندگی اور دعاؤں کی قبولیت رخصت ہوگئی ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ ہم یہ فرق سمجھ نہیں پاتے کہ ترک دنیا کیا ہے اور کسب کیا ہے، دو الگ حقیقتوں کو ایک دوسرے میں گڈ مڈ کر کے عقیدہ واعمال میں کمیاں اور خرابیاں تلاش کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایک ہی ملت ایک ہی قوم کے افراد ہونے کے باوجود ہمارے بزرگان دین کے معاملات دین و دنیا الگ ہوا کرتے تھے، پچھلی صدی سے کچھ بعد اخراج وہجرت موقوف ہوگئی اور مہدویہ دائرے قیام پزیر ہوگئے، ایک ہی آبادی میں کئی کئی مسند نشینوں کے دائرے بس گئے۔ جس کی وجہ سے میرا مرشد تیرا مرشد، میرا مرید تیرا مرید، میرا طریقہ تیرا طریقہ، میں بڑا تو بڑا کی زور آزمائی اور کشمکش نے مقابلہ آرائی اور زور آزمائی کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہوگیا، جس میں کیا فقراء کیا کاسب سب ملوث ہوگئے نہ دین کے احوال واعمال کی طرف توجہ دی گئی اور نہ تعلیم وتربیت کی طرف اور نہ تلاش معاش اور روٹی روزی کے ذرائع واسباب تلاش کئے گئے اس طرح نہ صرف دین کے معاملات میں جھول پیدا ہوا اور دنیا کی ضرورتوں کو حاصل کرنے میں بھی پریشانیاں بڑھنے لگیں اب معاملہ یہ ہے کہ مسند نشینوں میں دینی تعلیم اور عمل نہیں رہا، جو کچھ بزرگوں کے پاس تھا اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی، اور جو حاصل کیا وہ صرف رسم ورواج کی ضرورت کے لئے تھا۔ اور جو لوگ غیر مہدویہ مدرسوں سے فارغ ہوکر آئے وہ یا تو بس یوں ہی سا علم حاصل کر کے آئے یا پھر جو سیکھ کر آئے اسے ہی دین ایمان عقیدہ و مذہب سمجھ لیا۔ اسکولوں کے نصابی کتابوں میں عیسایت ہندومت، بودھ دھرم، کیمونزم اور دیگر اسباق ہوتے ہیں

تو کیا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ان سب پر عمل شروع کر دینا چاہئے، یہ سب باتیں انسان میں اچھی اور بری چیزوں کی پہچان کراتی ہیں تا کہ وہ فیصلہ کرے کہ کیا صحیح اور کیا غلط ہے، یا یہ کہ یہ سب ادیان اور طریقہ اپنا کر انسان چوں چوں کا مربہ ہی بن جائے اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ دماغی کمزوری اور احساس کمتری ہے کہ خود کی اچھائیوں اور طاقت کو نظر انداز کرنا ہے۔ اپنی اندر کی اچھائیوں اور طاقت کو پہچاننا اور انہیں بروئے کار لانا ہی انسانیت ہے۔ مولوی فاضل مفتی کامل اسد العلماء افضل العلما خطیب دوراں مجتہد اور مفسر۔ ان سب کے درمیان مہدویت کہاں گم ہو رہی ہے کسی کو خبر نہیں۔ اس کڑوی حقیقت سے کسی کو انکار نہ ہونا چاہئے، اور اس کا تدارک ہونا چاہئے۔

مہدیؑ موعود علیہ السلام نے اعمال ولایت کے ایسے بیش بہا گوہر مصدقوں کو دئے ہیں کہ ان کے بعد کسی سند و دستار کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہ ہونا چاہئے کہ حضرت سردار الانبیاء خاتم النبیین ﷺ نور مجسم تب بھی نبی و پیغمبر تھے جب آدمؑ کا خمیر مٹی اور کیچڑ میں تھا۔ لیکن آپ ﷺ کی دنیا میں پیدائش کے چالیس سال بعد منصب نبوت پر سرفراز کیا گیا۔ آپ کے تابع تام مہدیؑ موعود علیہ السلام کو چالیس سال بعد دعویٰ موکد پیش کرنے کا حکم ہوا۔ مگر کیا بات ہے! کہ نہ کوئی تعلیم نہ تجربہ نہ زندگی کا نہ دین کا۔ وہ خلفاء جن کی ابھی مسیں بھی نہیں بھیگتیں مسند آرائے خلافت پر متمکن کر دیا جاتا ہے۔ جب کہ تعلیمات اعمال ولایت مخصوصہ کے اعمال واشغال کی ذمہ داری اتنی عظیم تر ہے کہ ان کی ادائیگی کی ذمہ داری پر کبار اسلاف مہدویہ لرزہ بر اندام رہے ہیں۔ کیا ان تعلیمات کا ان خلفاء کو سہی معنوں میں علم ہے، یاد دیا گیا ہے؟ یا وہ اس سے واقف ہیں، یا ان سے واقف کرایا گیا ہے' اگر جواب ہاں ہے تو پھر کیا وہ اس بار گراں کو اٹھانے کے متحمل ہیں یا کہ وہ ان تعلیمات مخصوصہ کو سمجھنے یا جذب کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ جبکہ زندگیاں گزر جاتی ہیں ان رموز واسرار کی ایک ایک صفت کو سمجھنے میں۔ ہمیں تو لگتا ہے کے معدودے چند کہنہ مشق افراد مند کے یہ تعلیم واعمال کا کسی کو درس یا تربیت حاصل ہوئی ہو۔ بس جو کچھ ہے رسم ورواج تک ہو گیا ہے، وہ بھی دنیا کی ضرورتوں کی حد تک۔ اس لئے ان نو آمد خلفاء کا ظاہری تعلیم کو سب کچھ سمجھ لینے کا رجحان آئے دن بڑھتا جا رہا ہے، اور معرفت الٰہی جو تعلیمات مہدیؑ کی اصل ہیں وہ ندارد ہیں۔

ایک طالب علم جب انجینئر نگ کی ڈگری حاصل کر کے کسی برف پوش علاقے میں یا کسی صحرا میں یا کسی پہاڑی علاقے میں واپس جاتا ہے تو اس علاقہ کے حالات وہاں کی ضرورتوں مشکلوں اور

آسانیوں کو سامنے نقشہ بناتا ہے اور منصوبہ بندی کرتا ہے تو وہ کامیاب ہوتا ہے، اگر وہ یہ کہے کہ میں انجینئر بن کے آ گیا ہوں انٹارٹکا کے برف پوش میدانوں میں اور صحراؤں اور پہاڑوں پر امپایر اسٹیٹ بلڈنگ، پیٹرو ناس ٹاور اور دبئی کا برج بنانے کے دعوے کریگا تو ضرور اس کی عقل پر لوگوں کو شک ہوگا۔ ایسے انجینئر کو مستند تو مان بھی لیں لیکن اس کے منصوبوں اور نقشوں پر کوئی نہ عمل کریگا اور نہ ہی اسکی دیوانگی میں ساتھ دیگا، البتہ وقت گذاری کے لئے اس کے ساتھ رہ کر اسے مذاق کا ہدف ضرور بنایا جائے گا۔ حالات کی نزاکت اور وقت کی ضرورت کو سمجھنا ہی علم حاصل کرنے کی وجہ ہونی چاہئے۔ علم کا حاصل کرنا دو طرح کا ہوتا ہے، پہلا اسباق پڑھنا یاد کرنا اور وقت ضرورت یا امتحان میں جوں کا توں پیش کر دینا، جسے رٹّہ مارنا بھی کہتے ہیں، اس طریقے میں خطا لغزش اور نسیان کا پورا موقعہ ہوتا ہے ایسا علم تحقیقی یا تعمیری مزاج کے مطابق نہیں ہوتا۔ دوسرا طریقہ یہ کہ ہر سبق اور موضوع کی حقیقت کو سمجھنا اور جاننا اس کے اسباب اور علت پر غور وخوص کرنا ان سے نتائج اخذ کرنا اور اس واقعہ یا مضمون سے اپنی ایک مثبت رائے قائم کرنا اس طریقے میں تحقیق، حق گوئی اور صحیح حجت قائم کرنے میں مدد ملتی ہے جس سے سامع یا قاری کو واقعہ کی حقیقت اور مضمون نگار یا واعظ کی فکری استنباط کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے، اور دینی علوم میں تو اعمال وعقاید کا جب تک باضابطہ گہرائی سے تجزیہ نہیں ہوگا تو ایمان کے بگڑنے اور دوسروں کو بگاڑنے کا پورا پورا سامان بغیر کوشش کے مہیا ہو جاتا ہے۔ اس کو پانے کا سب سے آسان حل تابع تام رسول اللہ ﷺ نے ذکر اللہ کے ذریعہ سے حاصل کرنے کا راز بتایا ہے۔ کیونکہ جب بندہ کے ذریعہ خود کو خدا کے حوالے کر دیتا ہے تو معرفت الٰہی کے انوار اس کے دل پر منکشف ہونے لگتے ہیں۔

ہمیں کسی کی دل آزاری یا ہتک کرنا نہیں ہے۔ مگر اندیشہ ہے کہ آج جس طرح کے حالات ہیں اگر ان پر فوری توجہ نہ دی گئی تو حالات اور مخدوش ہوتے چلے جائیں گے۔ ظاہری و باطنی تعلیمات و اعمال مہدویہ سے لاعلمی آنے والی نسلوں کو مایوس اور بے راہ روی کا شکار بنا دے گی، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہر باطل عقیدہ کی طرف لوگ بے سمجھے بنا تحقیق کئے اپناتے چلے جائیں۔

مہدویہ دائرے ایمان کے مرکز ہوا کرتے تھے جہاں پر ذکر دوام اور طلب دیدار خدا میں اللہ تعالی کے حضور بندگان خدا نے اپنے نفسوں کو اپنے ایمان کے تابع کر لیا تھا، جہاں پر اللہ تعالی کی خشنودی اور رضائے الٰہی کے انوار برستے تھے۔ جبھی تو ابوالکلام آزاد نے تبع تابعین مہدویہ کے حالات جان کر سچائی کو من وعن پیش کر دیا شیخ علائی کا ذکر یوں کیا ہے کہ: شیخ علائی کا خاندان ایک عرصے سے بیانہ میں مقیم

تھا،ایک دن شیخ نیازی سے مڈبھیڑ ہوگئی، ان کا طور طریق دیکھا،تو اور ہی عالم نظر آیا اور پہلی ہی نظر میں گھائل ہو گئے۔اپنے مریدوں سے کہا خدا پرستی کی اصل راہ ہے۔آج تک جو کچھ ہم کررتے رہے، وہ خدا پرستی کے نام پر نفس پروری اور بت پرستی تھی، میں تو اس فقیر بے نوا کا ساتھ دیتا ہوں جس کو اللہ کی طلب ہو وہ میرا ساتھ دے۔اس کے بعد شیخ کی حالت ہی دوسری ہوگئی۔آبا و اجدا کے سجادۂ مشیخت ومسند علم کو مع ان کے تمام ساز وسامان غرور و پندار کے تاراج کر کے شیخ نیازی کے ساتھ ہو گئے سامان واسباب دنیاوی میں سے کوئی چیز باقی نہ چھوڑی، لوگ گھر بار لٹاتے اور ان کے ساتھ آ آ کر شریک ہوجاتے۔زن وفرزند ،خویش و یگانہ، خانہ و وطن کسی چیز سے لگاؤ نہ تھا، کچھ لوگ دن کو نکل جاتے،محنت مزدوری کرتے، جو کچھ ملتا اس میں سے دسواں حصہ راہ خدا میں خرچ کرتے، باقی لے کر شام کو آتے،ایک گھرانے کے بھایوں کی طرح مل جل کر کھا لیتے،اور اپنے اپنے عشق (خدا) میں مست رہتے، استغناء وقناعت کا یہ حال تھا کہ کئی کئی دن گزر جاتے (فاقوں میں) اور کچھ میسر نہ آتا،لیکن دلوں کی بے فکری اور چہروں کی خوشحالی دیکھ کر گمان ہوتا کہ ابھی شکم سیر ہوکر اٹھیں ہیں۔بھوک کا بہت زیادہ غلبہ ہوجاتا تو نماز شروع کردیتے اور سلام پھیر کر اٹھتے تو شہنشاہوں کی بے نیازی چہروں سے ٹپکتی،ساتھ ہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے جوش کا یہ حال تھا کہ معاصی ومنکرات کے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے تھے،صبر وثبات کا حال یہ تھا کہ ملامتیں سنتے ،گالیاں کھاتے، فاقے کرتے،زخمی ہوتے،مگر اپنے کام سے باز نہ آتے اور کہتے کہ گالیوں (کو سننے) میں ہمیں وہ مزہ ملتا ہے کہ جو تم کو دعاؤں میں نہیں ملتا۔

ابوالکام آزاد نے ہمارے بزرگوں کے یہ احوال بیان کئے ہیں۔کیا ہم میں ان کا عُشرِ عشیر (دس میں کا دسواں حصہ) بھی موجود ہے۔کیا ہمارے آج کے اعمال واحوال کا جائزہ لے کر ہمارا سر شرم سے نہیں جھکنا چاہئے ندامت سے ہماری گردنیں نہیں خم ہوجانا چاہئے۔مگر افسوس نہیں! دین و مذہب کی سچائیوں اور حقیقتوں کو مکر وفریب اور افسانہ طرازی کا لبادہ اڑا کر نہیں پیش کیا جا سکتا، ان کڑوی حقیقتوں کو ان کی تلخی اور تلچھٹ کے ساتھ ہی قبول کرنا پڑتا ہے۔اور اب دائرہ اسلام میں ایسے ایسے بد بخت اعمال و افعال انجام دئے جا رہے ہیں جسے دیکھ کر ہمارے بزرگوں کی ارواح اپنی قبروں میں تھرا رہی ہیں کہ مباد کہیں ان کی اولاد جہنم کی گہرائیوں کا حصہ نہ بن جائیں۔کل ملا کر ابھی بھی وقت ہے ہمیں اپنے دین ودنیا سدھارنے کا،قوم وملت کے وقار کو سنوارنے کا اس سے ہمارا سماج بھی سدھرے گا اور ہم پر اللہ تعالٰی کی نظر عنایت بھی ہوگی۔ہمارے اپنے ایمانی قومی وسماجی جرموں کا ہمیں کو خود احتساب کرنا ہوگا،اس طرح

ہم خود اپنے لئے اور دوسروں کے لئے انصاف کر پائیں گے۔ اگر ہم اللہ پر بھروسہ کر کے نیک نیتی سے آگے بڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد ضرور کریگا، مخلصین کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: وَ یَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ اور اللہ تمہارے لئے ایک نور بنائے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے (الحدید) اور اس کے احکام سے روگردانی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: اِتَّخَذَ اِلٰھهٗ ھَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ اس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے جان بوجھ کر اسے گمراہ کر دیا۔

رسایل امام غزالیؒ میں حضرت معاویہؓ کا یہ قول درج ہے هَمُّوْا بِمُعَا لِی الْاُ مُوْ رِ لِیتَنَا وَکُوْهَا فَاِنِّی لَمْ اَ کُنْ لِلْخِلَا فَة اَهْلاً فَهَمَمْتُ بِهَا فَنِلتُهَا بڑے بڑے کاموں کا قصد کروتا کہ وہ تم کو حاصل ہوں کیونکہ میں خلافت کا اہل نہ تھا مگر میں نے اس کا پورا قصد کیا لہٰذا وہ مجھ کو حاصل ہوگئی۔

انہیں رسائل میں ہے کہ ذوالقرنین (سکندر اعظم) کا اصل نام صعب بن جبل ہے، ان کے باپ جولاہے تھے اور ماں کا نام میلانہ تھا، یمن کی قوم بنی حمیر میں یہ یتیمی کے دنؑ گذارتے تھے، ان کی ماں نے سنا کہ شہر قسطنطنیہ میں ایک کارخانہ ہے جس میں مختلف قسم کے کام لوگوں کو سکھاے جاتے ہیں، ان کی ماں ان کو لے کر کارخانہ پہنچی سکندر (ذولقرنین) نے وہاں بادشاہ کی تصویر دیکھی (جس کے سر پہ تاج تھا) ان کی ماں نے ان سے پوچھا بیٹا کونسا کام کرنا پسند کرو گے، سکندر نے شاہی تاج پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں۔

کاغذ کی کشتیاں بھی بہت کام آئیں گی
جس دن ہمارے شہر میں سیلاب آئے گا

اہلیہ حضرت مولانا سید عبدالحئیؒ راشد منوریؒ کا انتقال

محترمہ سیدہ امتہ الرحیم خوندمیری زوجہ حضرت مولانا ابوالاشفاق سید عبدالحئیؒ راشد منوریؒ کا مختصر سی علالت کے بعد 7/رجب المرجب م 18 مئی کو انتقال ہوا۔ تدفین 19/مئی کو حظیرہ حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؓ مشیرآباد میں ہوئی۔ محترمہ کو نعتیہ شاعری سے دلچسپی تھی اور تخلص ساقی تھا۔ حضرت سید نور محمد پرواز اکیلوی کی دختر تھیں۔ مرحومہ نے اپنے فرزند حضرت مولانا سید محمود بدرالدجیٰ منوری الازہری کی تعلیم وتربیت میں گراں قدر رہنمائی اور قربانی دی۔ ادارہ دعا گو ہے کہ مرحومہ کو اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے (آمین)

جناب سید یوسف صاحب (بنگلور) (پہلی قسط)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

لَوْ لَا یَنْھٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ وَ اَکْلِھِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ان کو مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے واقعی ان کی یہ عادت بری ہے۔(جز۶) حضورﷺ نے ارشاد فرمایا : **مامن قوم عملوا بالمعاصی و فیھم من یقدر ان ینکر علیھم فلم یفعل الا یوشک ان یعمھم بعذاب عندہ** (سنن اربعہ) جو قوم معصیتوں کا ارتکاب کرتی ہے اور ان میں کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جو انہیں منع کرنے پر قادر ہو اور وہ منع نہ کرے تو عجب نہیں کہ ان سب پر عذاب خداوندی نازل ہو۔ابو ثعلبہ خشنیؓ کہتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالمﷺ سے آیت کریمہ ''لَا یَضُرُّ کُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ '' کی تفسیر پوچھی تو آپؐ نے فرمایا۔اچھی بات کا حکم کر اور بری بات سے منع کر پھر جب تو یہ دیکھے کے بخل کی اطاعت اور خواہش نفس کی اتباع کی جا رہی ہے اور دنیا کو ترجیح دی جانے لگی ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے پر مغرور ہے تو اپنی فکر کر اور لوگوں کو چھوڑ دے تمہارے پیچھے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ہونے لگیں ہیں جو شخص ان فتنوں کے درمیان اپنے دین کو لازم پکڑے رہے گا جس پر تم ہو تو اسے تم میں سے پچاس آدمیوں کے برابر ثواب ملے گا....

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہﷺ نے فرمایا: ایک بستی کے لوگ عذاب دئے گئے ان میں اٹھارہ ہزار افراد ایسے تھے جن کے اعمال انبیاء کے اعمال جیسے تھے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ پھر انہیں عذاب کس لئے دیا گیا؟ فرمایا: اس لئے کے وہ لوگ نہ اللہ کے لئے ناراض ہوتے تھے، نہ اچھائی کا حکم دیتے تھے اور نہ برائی سے روکتے تھے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اِنَّا لَا نُضِیعُ اَجْرَمَنْ اَحْسَنَ عَمَلاً'' (پارہ۱۵،آیت۳۰) ہم ایسے شخص کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھے کام کرے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلاء ہو گئے تو انکے علماء نے انہیں روکا،لیکن جب وہ باز نہ آئے،اس کے باوجود بھی ان کے علماء ان کی مجلسوں میں بیٹھتے رہے،ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے،نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے دلوں کو ایک

دوسرے کے ساتھ ملا دیا اور ان پر حضرت داؤدؑ و عیسیٰؑ کے زبانی لعنت فرمائی، جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نافرمانی میں حد سے آگے بڑھ چکے تھے۔ (مسند حنبل ۳۱۴۷، جلد ا، ترمذی ابوداؤد، ابن ماجہ) جس وقت نبیﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی آپؐ تکیہ سے ٹیک لگا کے بیٹھے تھے، اس کے بعد آپؐ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، جب تک تم لوگوں کو حق کی طرف نہیں موڑ دیتے اس وقت تک ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا تمہیں ان ہی کے زمرے میں شامل کردیگا۔

جولوگ توحید باریٔ تعالیٰ کا دم بھرتے ہیں ان کے پاس توحید کا عقیدہ صرف جنت میں داخلے کی ضرورت کے لئے ہے۔ جبکہ بزرگان سلف قوم مہدویہ کا عقیدۂ توحید بڑے وسیع معنوں میں مستعمل ہے۔ وہ یوں کے اللہ تعالیٰ کو ہر زماں و مکاں میں حاضر و ناظر جاننا۔ مہدویوں کے ہاں توحید باریٔ تعالیٰ کا عقیدہ رسول اللہﷺ کی ختم نبوت و رسالت کے ساتھ آپﷺ کی ختم ولایت کے خاتم امام مہدیٔ موعود آخرالزماں کا یقین جاننا اس لئے ضروری ہے کہ تعلیم احسان کے ذریعہ رویت باریٔ تعالیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے خلائق عالم کا خالق کل ہونا ایک امر یقینی ہوجاتا ہے، اس کے بعد کسی ردوکد کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، اور انسان خلائق عالم میں اشرف المخلوقات کے اعزاز پر فایض ہونے کے بعد زندگی موت، جنت دوزخ، عالم اجسام عالم ارواح، موجود غیر موجود اور عالم غیب کے ان اسرار و رموز کو سمجھنے لگ جاتا ہے جس کے بعد جنت اور دوزخ کا معاملہ فیصلے کے دن کے مالک کی مرضی اور ارادے پر منحصر ہے۔ اس کے بعد طلب جنت اور دوزخ سے رہائی خدائی مرضی کے تابع ہوجاتی ہے۔ اور ہمارے یہاں ولایت بہ معنی وہ نہیں ہے کہ جو عام فہم معنوں میں مستعمل ہے، جیسے صرف اللہ تعالیٰ کا دوست ہوجانا، کرامات کا اظہار ہونا، اورعوام کی پریشانی کا وسیلہ بن جانا وغیرہ۔ مہدویوں کے ہاں ولایت کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی کبریائی، عظمت اور خالق کل ہونے کا اقرار، اسکے ہر حال میں موجود حاضر و ناظر ہونے میں ہے، اسی یقین و ایمان کی تعلیم اور تربیت کو احسان کہا گیا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عظمت وسعت اور لامحدود ہونے کے اعتراف میں خود سپردگی جسے تسلیم و رضاء کہا گیا ہے اس راہ پر گامزن ہوکر اس کی وسعتوں اور کبریائی کے مشاہدے کی سعی و کوشش میں آگے بڑھے اور اس طرح اس کی توحید اور عظمت کا اعتراف کرے، نہ کہ صرف جنت، حور و غلماں کے طلب میں اور دوزخ کے خوف سے اس کی خدائی کا مشاہدہ کرے۔ بلکہ اس کے لا الہٰ، سوائے اس کے کوئی معبود نہیں۔ عالم الغیب، تمام پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا، مہربان رحم کرنے والا، ہرعیب سے پاک امن دینے والا، سلامتی والا، نگہبان،

غالب حکمت والا، بڑائی والا خالق کاینات اوراس میں رنگ بھرنے والا یعنی انہیں صحیح صحیح حالت میں پیدا کرنے والا اور آسمان وزمین میں غالب رہنے والا، تصور کریں۔ جب ایسے معبود کا احساس انسان کو ہر لمحہ رہیگا تو وہ بندہ بن کر اعمال بندگی بجالاتا رہیگا۔ بندے کو بندہ بنے رہنے کا احساس دلاتے رہنے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے رہنے کا نام مہدویت ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو اور ملائیکہ کی شرمندگی اور پشیمانی پر جوانہوں نے تخلیق آدم کے وقت تجسس کے طور پر ظاہر کی تھی، اس پر تبسم فرماتا رہے۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں ایک ایسی قوم کو جانتا ہوں جو میری منزل ہی ہے۔ صحابہ رضی اللہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ایسا کیونکر ہوسکے گا جب کہ آپؐ خاتم النبین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ انبیاء تو نہیں ہیں لیکن اللہ سے ان کے قرب اور مقام کی وجہ سے انبیاء ان سے رشک کریں گے اور وہ سب اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے ہونگے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد۲)

مہدیؑ موعود علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ: طالب پر کونسی چیز فرض ہے کہ اس کے ذریعہ خدا کو پہنچ سکے؟ آپؑ نے فرمایا: عشق (خدا سے) ہے اور پوچھا گیا کہ عشق کیسے حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ: دل کی توجہ ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی طرف رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ (نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ ۱۲۹)

میاں ابوسعید سید محمودؒ، اعمال با اخلاص اور مہدویت میں لکھتے ہیں کہ: حضرت مہدیؑ موعود علیہ السلام کی تعلیمات میں عشق الٰہی کو بنیادی بلکہ کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ امامنا علیہ السلام نے طریقت اور معرفت کی تعلیم اس نہج پر کی کہ کسی حال اور کسی مقام میں بھی شرک نہ ہونے پائے اور آداب شریعت محمدیہ کی پابندی کو لازم قرار دے کر دھوکے اور فریب کے تمام راستے بند کردئے۔

روایت ہے کہ حضرت مہدیؑ علیہ السلام عشق (خدا) کا بیان فرمارہے تھے۔ مولانا درویش محمد نے جامہ چاک کر کے نعرہ لگایا کہ ہم عشق کہاں سے لائیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ بندہ عشق کسبی بیان کررہا ہے۔ کام کرو تاکہ عشق حاصل ہوسکے۔ عشق عطائی تو پیغمبروں کے لئے مخصوص ہے۔ (نقلیات میاں عبدالرشیدؒ ۱۴۲) یعنی مہدیؑ موعود علیہ السلام کا فرمانا یہ ہے کہ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کی محبت یا عشق پہلے سے ہی عطا کی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ اسی کے لطف وکرم سے ہدایت پر ہوتے ہیں۔ مگر امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق پانا ہے تو محنت اور ریاضت کرنی ہوگی۔ یوں آسانی سے یہ دولت نہیں حاصل ہوتی۔ اور حضرت مہدیؑ موعود علیہ السلام نے اس کوشش کو بڑے آسان طریقے سے سمجھایا ہے۔ اولیائے سابقین کے تعلق سے فرمایا ''بھائیوں نے نزدیک کا راستہ چھوڑ کر چکر کے راستے سے چلے اور مقصود کو حاصل کیا

کیونکہ وہ طلب میں سچے تھے اور مقصود خدا تھا'' صحابہؓ نے عرض کیا '' میرانجیؓ نزدیک کا راستہ کونسا تھا اور گردش کا راستہ کونسا؟'' آپؑ نے فرمایا: راہ خدا میں بے اختیار کیوں نہ ہوئے کہ شریعت محمدی ﷺ کے مطابق یہی راستہ نزدیک تر تھا، انہوں نے اپنے اختیار سے تمام عمر کے روزے کیوں رکھے؟ مباح اور حلال چیزوں کو کیوں چھوڑا، سالہا سال کنوں میں سرنگوں کیوں لٹکے؟ اور بارہ سال کی قید لگا کر روزے کیوں رکھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام نہیں فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ : وَ مَنْ یَتَوَ کَّلُ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (جز ۳ ۔۶۵) جو شخص اللہ پر توکل کرے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ تمام عمر توکل کا روزہ کیوں نہیں رکھا؟ ان کو چاہیے تھا کہ بے اختیار ہو جاتے۔ (شواہد الاولایت)

صوفیہ الوہیّت کو سنت کے آگے کھڑا کرنے سے اس لئے گھبراتے تھے کہ اس میں خطرات بہت تھے اور عام لوگوں کے لئے تو اس میں بہت خطرہ تھا۔لیکن خلیفۃ اللہ مہدیؑ موعود علیہ السلام نے سنت کو الوہیّت سے احسان کے ذریعے اس طرح وابستہ کردیا کہ وہ خطرہ خود بخود ٹل گیا۔خواص وعوام دونوں اس سے مستفیض ہوئے۔روایت ہے کہ حرم محترم امامنّا بی بی الہدادی رضی اللہ فرماتی ہیں کہ میراں جیؑ کے صدقے سے بندی کا حال یہ ہے کہ جب تک رکعت نہیں باندھتی تب تک اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہو جائے۔ (نقل) مہدیؑ موعود علیہ السلام نے علماء وصوفیاء کی کشمکش اور رنجش کا بڑا ہی آسان حل پیش فرمایا۔ کیونکہ اسلام کی پہلی صدی ہجری کے بعد وسعت اسلام کو ان عقائد اور نظریوں کا سامنا ہوا جن سے عرب معاشرہ متعارف نہیں تھا۔ یہاں سے عربی وعجمی کا وہ احساس پھر سے عود کر آ گیا جو طلوع اسلام سے پہلے ذہنوں کی تعمیر کا حصہ بن گیا تھا جو اونچ نیچ کی حد سے متجاوز کر گیا تھا، جس کا حضور سرور کائنات ﷺ نے نہ صرف قلع قمع کر دیا تھا بلکہ وہ اسلامی مساوات کا حصہ بن گیا۔لیکن بعد میں عباسی واموی دور خلافت کی طبقاتی کشمکش نے اسے پھر سے منظر عام پر لا کھڑا کیا اور اس کے بعد یہی نظریات ایمان وعقیدہ اصلاح وتبلیغ تحریر وتقریر اعمال وعقاید میں کام کرتے چلے گئے۔ جس کی ایک مثال یہ ہے۔

محاسبیؒ کہتے ہیں: خدا ایک ناقابل تقسیم وجود ہے وہ ایک ابدی چیز ہے جو کبھی مجسم نہیں بن سکتی اور نہ مظاہر کے ساتھ متحد یا مخلوط ہو سکتی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ انسان کا ذہن صرف خدائے عز وجل کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ ان کے نزدیک تصوف کا راز قران کے گہرے اور عمیق علم میں تھا، محمد ﷺ نے خدائے تعالیٰ تک رسائی کا راستہ بتلا دیا تھا اور ان کی سنت نے ان ہدایات کو اور زیادہ واضح اور قطعی شکل دے دی تھی۔ اس کے مقابل حضرت جنید بغدادیؒ علم الکلام کی بندشوں میں جکڑے ہوئے ایک مجرّد دینی تصور کی

حیثیت میں نہیں بلکہ ایک شخصی و لاشخصی اُلوہیّت کی حیثیت میں اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ محاسبی تو ہمیں آسمانی ہدایت کے پر پیچ راستے پر قدم بہ قدم چلاتے ہوئے منطقی طریقے پر ذات باری کے ایک علمی طور پر صحیح صوفیانہ تصور کی طرف لے جاتے ہیں۔لیکن جنیدؒ کو ابتداء سے ہی ایک دوسرا مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ وہ سری سقطیؒ بسطامیؒ اور ذالنون مصریؒ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے خدا کو فی الواقع ایک روحانی سوز و کرب اور اشک آلودہ آنکھوں کے ساتھ تلاش کرتے ہیں۔اور نہیں چاہتے کہ اس جستجو میں عقل روح کی رہنمائی کرے۔کیا فکر و نظر کے اس اختلاف میں ہم یہ نہیں دیکھتے کے محاسبی عربی نسل میں ان کی تعلیم ہوئی تھی اور حضرت جنیدؒ کی تلاش وجود مطلق میں ایرانی فکر و نظر و ایرانی جنسیت کا عکس موجود نہیں۔

ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر جامع از ہر مصری ہیں انہوں نے حضرت جنید بغدادیؒ کے بارے میں یہ سطور تحریر کئے ہیں اور کتنے غیر محسوس طریقے سے ابن تیمیہ کے افکار کو پیش کیا ہے۔اور عجمیوں کے تعلق سے پوشیدہ عربی ذہن کار فرما ہے انہیں بنیادوں پر ولایت محمد یہؐ کا انکار کیا جا تا رہا ہے۔اور دوسری طرف علماء و متکلمین عرب قرآن و شریعت و حدیث کی تعلیمات و اعمال کے بیان میں کبھی حد سے زیادہ تجاوز کر جاتے ہیں اور کبھی بہت زیادہ محتاط۔ابو حاتم رازی اپنی کتاب ''الجرح و تعدیل'' (جو محدثین کے حسن و تصحیح کے باب میں ہے) امام شافعیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: وہ ایک ایسے شخص تھے جن کے استنباط کا دارو مدار حدیث سے زیادہ نظریہ پر تھا، چنانچہ وہ کبھی حق بجانب ہوتے اور کسی وقت غلط۔ان کا مقام کہنہ مشق محدثین کے اندر نہیں تھا۔

متکلمین زہد و توکل، تسلیم و رضا، عزلت الخلق کو تصوف میں شمار کرتے ہیں۔حالانکہ یہ اعمال ولایت محمد یہؐ سے مخصوص ہیں جو آپؐ کے اعمال مخصوصہ ہی تھے، یہ سنت رسولؐ کا وہ حصہ ہے جو عام طور پر رو بہ عمل نہ تھا، سوائے مخصوص صحابہ رضوان اللہ تک محدود تھا، بعد میں یہ مختلف سلسلوں اور طریقوں میں جاری و ساری ہوا۔لیکن رسوم و بدعات کی آمزش نے اسے متکلمین و ناقدین کی نظروں میں اور زیادہ مشکوک کر دیا کیونکہ ان اعمال میں کوئی طے شدہ طریقہ کار اور متعین تعلیم نہیں تھی۔دوسری طرف علماء یا متکلمین نے بھی اپنی تحریروں اور منصبوں کا جائز اور ناجائز دونوں کا استعمال کیا اور مباحث کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑا جو آج تک جاری ہے۔

ابن خلدون نے بیان کیا ہے کہ ایک دن حضرت جنیدؒ چند متکلمین کے ایک گروہ کے پاس سے گذرے جو اپنے افکار و خیالات کا اظہار بڑے فصیح و بلیغ انداز میں کر رہے تھے۔آپؒ نے دریافت کیا یہ

کون لوگ ہیں، جواب ملا یہ وہ لوگ ہیں جو اس امر کا ثبوت پیش کرتے ہیں کے خدائے تعالیٰ کے اندر مخلوقات کی صفات میں سے کوئی صفت نہیں ہے۔اور نہ اس کے اندر عیب ونقص کا کوئی شائبہ ہے۔جنیدؒ نے کہا: ایک ایسے نقص کے ردّ وانکار میں سر کھپانا جس کا کوئی مقام ہی نہیں ہے بذات خود نقص عقل کے دلیل ہے۔(جنید بغدادی ۳۷)

علماء وصوفیہ حضور ﷺ کی صرف ایک ایک جہت پر زور دیتے ہیں، جبکہ مہدویہ تعلیمات کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی دونوں جہات کی تعلیمات وعمل پر مبنی ہیں، نبوت آخرالزاں کا اقرار ہے تو ولایت آخر الزماں کا اقرار بھی۔اس طرح دین کی تکمیل ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' **و ما محمد الا رسول الله قد خلت من قبله رسول** اور محمدؐ رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی رسول گذر چکے ہیں (ال عمران ۱۴) یعنی محمد ﷺ سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں مگر ان میں اوران میں فرق یہ ہے کہ، یہ خاتم الانبیاء بھی ہیں اور انبیاء کی جو ولایت ذات باریٔ تعالیٰ سے مخصوص اور مخفی ہوا کرتی تھی اس کے مظہر بھی ہیں۔اسی لئے سوائے خاتم الانبیا ﷺ کے کسی نبی وہ رسول کو معراج جیسی عظمت کی خلعت عطا نہیں ہوئی اور آپ ﷺ کی ولایت کے خاتم کے ذریعہ آپؑ کی ولایت مخصوصہ کو عام کردیا گیا۔وہ اس طرح کہ اب علم وعمل کی گتھیوں میں سر کھپانا چھوڑ واور تسلیم ورضا وخود سپردگی میں الٹے لٹک کر نمازیں پڑھنے، بارہ برس کے روزے رکھنے اور مباح وحلال چیزوں کو چھوڑنے اور مجرد زندگی گزارنے کی کوئی ضرورت نہیں۔شریعت پر پابندی سے عمل کرو اور اپنے نفس کے وسوسوں کو نکال کر حجابات چاک کرو اور واصل بحق ہو جاؤ۔اور دین داری اور بندگی کا انتہائی کمال وہ ہے جو ولایت محمدیہ ﷺ کے مخفی اور مخصوص ہونے میں پوشیدہ تھا اور یہی اتمام نعمت بھی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' **اَلْیَو مَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَ رَضِیْتُ لَکُمْ الْاِ سْلَامَ دِیْنًا** ط آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردیں اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا (المائدہ۔ ۳) اور اسی لئے کہا گیا تھا کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ، یعنی خاتم نبوتؐ اور خاتم ولایتؑ کی تمام جزیات وحسیات کے ساتھ۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: **یَقُو مُ با لدِّینِ فِی آخرالزمان کَما قُمْتُ بِہٖ فِی اَوَّ لِاِسْلَام** یعنی (مہدیٰ موعود) دین اسلام کو آخر زمانے میں اسی طرح قائم کریں گے جیسا کہ میں نے اول اسلام قایم کیا تھا۔ **یآ یُّھَا الَّذِیْنَ ا مَنُوا ادخفلُوْ افِی السِّلْم کَآ فَۃً** (البقرہ ع ۲۵) اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ۔ نبوت اور ولایت کے خاتمین کے ساتھؑ اسلام کو اپنانا پورا اسلام ہوا۔ (جاری)

جناب سید یوسف صاحب (بنگلور) (دوسری قسط)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

فی زمانہ ملت میں اصلاح وتبلیغ کی کوششیں نہیں کے برابر ہوگئی ہیں۔ جو کچھ بھی کیا جارہا ہے وہ غیر منظم بے ربط طریقے سے ہو رہا ہے۔ مگر پھر بھی یہ کوششیں قابل تحسین ہیں، چاہے وہ مجلسوں، واعظ و بیان کے ذریعہ ہوں یا دائرہ مہدویہ کے شب و روز کے اعمال و کیفیات کے اظہار کے طور پر ہوں یا تحریر و تشہیر کے ذریعہ ہوں۔ لیکن ایک بہت ہی موثر اور دوررس نتائج پیدا کرنے والے طریقہ کار کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔ وہ ہے مسند نشیں و خانوادوں کا اپنے حلقوں میں ذاتی تعلق اور رابطہ کے ذریعہ یہ کوشش کرنا۔ اگر ایک ایک مسند نشیں اپنے حلقے کے کسی شرابی، کسی مرتد اور نفاق میں مبتلاء شخص سے ذاتی طور پر ہر دن یا بہ سلسلہ وار تعلق پیدا کر کے اس کی اصلاح کی کوشش کریں گے تو ایک بار نہ سہی دوسری یا تیسری بار یا کبھی نہ کبھی اس شخص کی اصلاح ہوسکتی ہے اس طرح ایک ایک دائرے میں سو لوگ بھی اسلام و ایمان، اخلاق حمیدہ و اوصاف نیک سے جڑتے جائیں گے تو یہ ایک بہت بڑا کام ہو جائے گا۔ اس طرح مسجدیں بھی آباد ہو جائیں گی اور لوگ تعلیمات اسلام وعقائد سے قریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔ اس کا فائدہ نہ صرف قوم وملت کو پہنچے گا بلکہ اس کے صلے میں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخ رو بھی ہونگے۔ اس کام میں شرمندگی یا امامت اور خود پرستی وخود نمائی دامن گیر نہ ہونی چاہئے۔ اس کام میں مہدیؑ کے عمل سے زیادہ اور رہنمائی نہیں مل سکتی، مہدیؑ موعود علیہ السلام کے پاس لوگ چل کر نہیں آئے، بلکہ خود آپؑ لوگوں کے پاس چل کر گئے۔ گلی گلی، گاؤں گاؤں، شہر شہر ملکوں سرحدوں کو آپ علیہ السلام نے پیدل چل کر طے کیا اور رسوم وبدعات کا قلعہ قمع کرنے ایمان واسلام کو ام سر نو تازہ کرنے کے ہر سعی و جدوجہد کی۔ خود حجرے میں بیٹھ کر واعظ و بیان نہیں فرمایا۔ لوگوں کو دعوت عام دی خطوط لکھے مناظرہ کیا اخراج و ہجرت کی صعوبتیں اٹھائی۔ برہنہ پا درباروں میں جانا پڑا فوجی ہرکاروں کی بدتمیزی اور بداخلاقی کو گوارا کیا، فاقہ کیا، پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ مگر دین کو از سر نو تازہ کرنے کے لئے رسوم وبدعات کو ختم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا۔ کیا ان کے نام لیواؤں کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ ان کے اعمال کو پھر سے تازہ کریں۔

یہی نہیں مہدیؑ موعود کے صحابہؓ نے بھی اس عمل کو جاری رکھا۔ جب دائروں کے حدود پھیل جاتے تو اپنے خلفاء کے دائرے دوسری جگہوں پر بساتے تا کہ زیادہ سے زیادہ امت مسلمہ کو اسلام و ایمان کی تعلیمات اور عقائد سے روشناس کرائیں اور ایمان کو جلاء بخشیں۔ انہوں نے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کی اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کو سچا کر دکھایا۔ انہوں نے اس بات کا انتظار نہ کیا کہ پیاسا کنویں کو جاکر پیاس بجھائے بلکہ خود پیاسے کا ہاتھ پکڑ کر کنویں تک لے بھی گئے اور ڈول سے پانی نکال کر خود اپنے ہاتھوں سے پلایا۔ اس طرح انہوں نے رسوم و بدعات کا نہ صرف خاتمہ کرایا بلکہ کئی اللہ کے باغیوں اور گناہ گاروں کو واصل بہ حق کرایا۔ اللہ کے ایسے جانثاروں اور محبوبوں کے نام لیوا اگر خودنمائی اور خود پرستی کے شکار ہو جائیں گے تو پھر بروز قیامت اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ بھی ہونگے۔

ہمارے بزرگان دین سلف صالحین نے دلائل و ثبوت مہدیؑ ، عقاید و ایمان ، تعلیمات و تربیت مصدقان کے باب میں اپنی بے مائیگی اور کسمپرسی کے باوجود ایسے رسالے اور کتابیں لکھی ہیں کہ ، دوسری کتابوں پر علمی دسترس نہ ہوتے ہوئے بھی اگر صرف ان کا مطالعہ کریں تو ہمیں یقین ہے کہ نہ صرف ایمان و عقیدہ پختہ ہوگا بلکہ نفاق وارتداد اس دور دینی طوائف الملوکی میں ان کے قریب بھی نہ پھٹکے گا، مگر! دینی تساہلی ایسا ہونے نہیں دیتی، یہ ایک المیہ ہے۔ ہم نے خود ان صاف شفاف دینی و ایمانی جھرنوں سے اور عقیدہ و مذہب کے سوتوں سے اپنے ایمان و عقیدہ کی آبیاری کی ہے۔ کوئی بھی پیدائشی قابل نہیں ہوتا، قابلیت پیدا کرنی پڑتی ہے۔ دوسرے کی قابلیت پر خود کو کمتر جان کر احساس کمتری میں مبتلاء ہو جانا مایوس ذہن اور کور باطنی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر قابلیت اور کمال کا کوئی نہ کوئی عنصر اور جوہر پوشیدہ رکھا ہے۔ ہمیں خود کے اندر اس جوہر کی تلاش کرنا پڑیگا۔ کیونکہ کنارے پر کھڑے تماشائی کو سمندر میں ڈبکی لگانے والے غوطہ باز کو ملنے والے موتی دکھائی نہیں پڑتے ، وہ تو اس کے کمال غوطہ بازی اور تجربہ و مشاہدہ اور محنت کا صلہ ہے جو اسے ملتا ہے۔

کوئی وقت تھا معتقدین کا تعلق اہل مسند سے دینی ، ایمانی و روحانی ہوا کرتا تھا، مگر اب عبوری وضرورتاً رہ گیا، کیا وجہ ہے اس کی؟ اس سوال کا جواب دونوں فریق کو خلوص نیت سے تلاشنا ہوگا، اور اس تعلق کو دوبارہ روحانی بنیادوں پر قائم کرنے کے ذرائع ڈھونڈنے ہونگے اور اس روحانی کڑی کو استوار

کرنے کا التزام کرنا ہوگا، ورنہ معتقد کا اس کڑی کے ٹوٹنے سے عاقبت میں زوال ہے تو مسند نشیں کا اس کڑی کو قائم نہ کرنے کا اس پر وبال ہے اسی میں دونوں کی راہ نجات ہے، یہ کوئی مفروضہ نہیں ایک کڑوی حقیقت اس لئے ہے کہ ایک واصل بہ حق نہ ہونے سے آخرت میں درجات ومقامات کی بلندیوں سے گرادیا جائے گا، دوسرا فرض منصبی کا ذمہ اٹھانے کے بعد اس کا حق نہ ادا کرنے کے ارتکاب میں معتوب ہوگا۔ درجات کا کم ہوجانا ایک دلخراش حقیقت ہے، مگر معتوب ہونا قہر وغضب کا موجب ہے۔ اس حقیقت کو جتنی جلدی سمجھ لیا جائے گا اتنا اچھا ہے۔ اس سلسلے میں فریقین کو ایک دوسرے کے ادب ولحاظ کو ملحوظ خاطر رکھنا ہے۔ اہل کسب یا معتقدین کا ادب یہ کہ روحانیت کی حقیقت کو سمجھے اور اس کی کڑی کے مسند نشینی کا احترام کرے اور خدا سے واصل ہونے کے ذریعہ کی طلب کرے۔ اور مسند نشینوں کا ادب یہ کہ اپنی دینی وروحانی ورثے کو حق تعالیٰ کی قربت سے مزیں کرکے بندگان خدا کو واصل بحق کرنے کے راستہ بتائے۔ کیا یہ طریقہ ہمارے بزرگوں کا نہیں تھا؟ تو پھر ہم نے اس کو کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ کیا یہ ہماری ناعاقبت اندیشی ہے، یا حقیقت کی اندیکھی ہے، یا ہمارا کبر وغرور ہے، یا ہمارے نفس کا قوی ہوجانا ہے۔ ہم دنیا کی ترقی اور اسکی جاذبیت اور کشش کا رونا روکر اپنی ذمہ داری اور فرض سے پلہ نہیں جھاڑ سکتے۔ روز ازل سے دنیا ترقی ہی کرتی آئی ہے، اگر مادی ترقی ہوئی ہے تو روحانی ترقی میں بھی انسان نے کمال پیدا کیا ہے، پہلے کی امتوں میں گنتی کے افراد خدا کے برگزیدہ ہوا کرتے تھے، امت مسلمہ میں نہ صرف صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین، بلکہ تابعین تبع تابعین، علمائے امت، اولیائے کاملین نے روحانیت کو کمال پر پہنچایا اور خاتم ولایت محمدیﷺ کی قوم تو وہ ہے جس میں پیدا ہونے کی انبیاء اور صحابہؓ نے خواہش کی اور تو اور خود سردار الانبیاﷺ نے اس قوم کے اعمال واشغال اور اللہ سے ان کی محبت کے تقاضوں کے خاطر اللہ تعالیٰ سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرانے کی دعا فرمائی۔ اس قوم کے افراد کے اعمال کو یاد کرکے اشک بار ہوگئے۔ کیا ہم اسی قوم موعود کے افراد ہیں؟ جن پر چل کر ہمارے اجدا رسول خداﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب بنے تھے۔ تاریخ اسلام کا پورا باب گواہ ہے ایسی قوم صرف اور صرف مہدئ موعود اور ان کے صحابہؓ تھے۔ ہم تو صرف ان کے نام لیوا ہیں اگر ہم اپنے اعمال ہی کی اصلاح کرلیں تو شائد ان کے وسیلے سے ہماری بخشش ہوجائے چہ جا یکہ درجات کی بلندی! کیا ہم کیا

ہماری اوقات، چہ پدی چہ پدی داشوربہ۔

'امر بالمعروف و نهی عن المنکر ' یعنی اچھائی کے طرف بلانا اور برائیوں سے روکنا۔مہدویت کا طُرہ امتیاز ہے یہ کام ہمارے بزرگوں نے صدیوں تک کیا ہے،مگر افسوس اسے فراموش کر دیا گیا ہے۔ہم تو کہتے ہیں لوگوں کو اپنے مردے خود نہلانے اور گاڑنے دیجئے۔آپ امت کے دین و ایمان کی نگرانی اور رہبری پر کمر بستہ ہوجائیں،اور ان افعال واعمال پر کاربند ہوجائیں آپ کی تقوی و وروع کا اتنا تو اثر ہونا چاہئے کے کوئی دنیادار آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھ سکے۔یہ کوئی حاتم طائی کی داستان یا افسانہ نویسی نہیں ہے،ان افراد کے دلوں کی آواز ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول ﷺ ومہدیٔ موعود کے ہر حکم اور فرمان پر دل و جان سے آمنا وصدقنا کہنے اور کرنے کو تیار ہیں۔خلوص دل اور نیک نیتی سے آواز دے کر تو دیکھئے۔تاریخ عالم کا ایسا کونسا دور ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی محبت میں دیوانوں نے لبیک نہ کہا ہو۔بزرگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہماری تو عمر گذر گئی اب کیا کریں،جوان اس انتظار میں کہ ہم کیا کریں ہمارے سر پرستوں کے آگے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ایک دوسر پر تکیہ لگا کر خواب غفلت میں پڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سو نہ تو ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ ان کا زور گھٹا اور نہ وہ دبے اور اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے (عمران ۱۴۶)

حضور ﷺ نے عنفوان شباب میں غار حرا کی تنہائی میں خالق کائنات کی جستجو کی،جب عمر ڈھلنے لگی تو شرک وکفر سے مقابلہ کیا بڑھاپا آیا تو سردار دو عالم ﷺ ہونے کے باوجود دن میں پیغمبری کی عظیم ذمہ داری کو نبھایا اور رات میں اپنے والی اللہ تعالیٰ کی ولایت کے حقوق کی ادائیگی میں رات بھر قیام کیا۔اور مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی تو پھر وطن عزیز کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔راہ کی صعوبتیں،اخراج،فقر و فاقہ سب کچھ سہہ لیا مگر اللہ کی رضا جوئی سے منہ نہ موڑا۔تمام روایتیں نقل واقعات حکایتیں اس بات کو بتانے سے قاصر ہیں کے کبھی بھی آپ نے اپنے وطن کا نام لیا ہو یا چھوٹ جانے کا شکوہ یا گلہ کیا ہو۔بلکہ تبلیغ واصلاح دین میں بڑھتے گئے بڑھتے گئے رکے نہیں۔کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی۔کیا بڑلی،کیا جیسلمیر،کیا ڈابول بندر،کیا ٹھٹھہ،کیا خراساں

کی راہ اور کیا فرح سب پیروں کے نیچے، مقصد اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اور صرف اللہ باقی کچھ نہیں۔ کونسی ہستی ہے تاریخ اسلام کی جس نے اپنی ہستی مٹادی سوائے رسالت مآب ﷺ کے۔ کسی نے منصب قضاء پر قناعت کرلی، کسی نے خانقاہ میں گوشہ نشینی اختیار کرلی، کسی نے مخلوق کی اصلاح میں سکونت اختیار کرلی۔ آپؑ نے پا بہ پیدل شہروں جنگلوں، بیابانوں کو پاٹ دیا صرف اس لئے کے سنت رسول ﷺ کو زندہ کیا جائے اور بندگان خدا کو اطاعت و بندگی پر راضی کیا جائے اور ان کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے انہیں مقامات بلند کا مژدہ سنایا جائے۔ فیض ولایت محمدیہ ﷺ کے دریا کو سارے قطعہ میں جاری و ساری کردیا۔ ہزاروں لاکھوں اللہ کے دیوانوں کا قافلہ تیار کردیا جو دنیا کے فانی رشتوں کو چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکل پڑے۔ صرف اور صرف آپؑ کے نام لیواؤں نے اس مقصد کو آگے بڑھایا تھا۔ اعمال مہدویہ کی دیکھا دیکھی ایسی اصلاح و تبلیغ کی بہت ساری تحریکیں وجود میں آئیں۔ لیکن ان کا مطمع نظر خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی نہ تھا، کسی نے اپنی علمی نفس وغرور کا طائفہ بنالیا کسی نے مشرکانہ اور کفریانہ خیالات کو جاری کرنے کے لئے مدرسے بنائے کسی نے اپنے تبلیغ کے دعوؤں کو ثابت کرنے کے لئے ہجوم اکھٹا کیا۔ چونکہ حضرت مہدیٔ موعود خلیفہ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ تھے آپ نے اپنی ذات کو کبھی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے زیادہ اہمیت کے قابل نہ سمجھا۔ اس لئے جنگلوں بیابانوں میں ذکر اللہ کی محفلیں سجائیں۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں، کوئی بھی تحریک علمی اور عملی طور پر حضور ﷺ کے بعد اسلام میں نہیں ملتی جو کلی طور پر وطن، مال و دولت گھر بار رشتے ناطے عیش و آرام کو تج کر صرف اور صرف خدا کو پانے کے لئے صعبتوں مصیبتوں فاقوں کو اپنایا ہو۔ اولیائے کاملین کے حلقے اور مجلسیں خاص مقامات اور اپنے علاقے تک محدود تھیں۔ ہزراروں میل کا لمبا سفر کرتے ہوئے دین کا غلغلہ بلند کرنے والی ایمانی تحریک دین اسلام میں صرف ایک ہے وہ ہے اللہ کے خلیفہ مہدیٔ موعود کی تحریک۔ باقی سب ان کی نقل ہے جس طرح اسلامی مساوات اور مشاورت حکومت کو آج یہود و نصاری نے سوشیلزم اور ڈیموکریسی کا نام دے رکھا ہے۔ اسی طرح یوروپ جہالت اور عیاشی میں مبتلاء تھا اس وقت مسلمانوں نے علمی تحقیقات اور سائنس اور ترقی کی بنیاد ڈالی۔ مگر اہل مغرب نے مسلمانوں کے کارناموں کو اپنے نام سے منسوب کردیا۔ تہذیب و اخلاق دنیا کے انسانوں کو اسلام نے سکھائے اور آج مغالطہ دیا جارہا ہے کہ مغرب تہذیب و اخلاق کا گہوارہ ہے۔ مگر بے حیائی دنیا کی ہوس اور ان کے جنگجویانہ اعمال نے ان کی پول کھولدی ہے اسی طرح مہدویہ اعمال و

تعلیمات کو ہائی جیک کر کے آج جو لوگ مبلغ دین اور مصلح بنے ہیں ان کے کفریانہ و مشرکانہ خفیہ منصوبوں کی اب آہستہ آہستہ پول کھل رہی ہے۔ اب بھی وقت ہے ہمیں خود اور اپنی اولاد کے دین و ایمان کی حفاظت اور آبیاری کا ورنہ انجام برا ہمارا ہے۔ اب جبکہ مہدویہ تعلیمات و اعمال کو بگاڑ کر جب دوسرے طایفہ اس پر اپنا ملمع چڑھا کر پیش کر رہے ہیں تو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے لیکن حق کی کتنی ہی پردہ پوشی کی جائے نہ وہ چھپتا ہے نہ دبتا ہے بلکہ برابر وہ اپنا کام کرتا چلا جاتا ہے۔ پیر پیر ہی ہوتا ہے اور مرید مرید ہی۔

جنید بغدادیؒ بیان کرتے ہیں کہ شروع میں ان کا خیال تھا کہ جب تک سری سقطیؒ (جنیدؒ کے مرشد) زندہ ہیں وہ وعظ اور ارشاد کے مسند پر نہیں بیٹھیں گے۔ لیکن ایک رات انہیں خواب میں حضرت رسول خداﷺ کی زیارت ہوئی تو آنحضورﷺ نے فرمایا: اے جنید لوگوں کو کچھ بتاؤ تمہاری زبان کو ایک خلق کی نجات کا ذریعہ بنایا ہے، جب وہ بیدار ہوئے تو ان کے دل میں یہ خیال گذرا کہ شائد ان کا مرتبہ ان کے ماموں کے مرتبہ سے بلند ہے جبھی رسول اللہﷺ نے انہیں واعظ اور ارشاد کی نصیحت کی ہے۔ جب دن چڑھا تو سریؒ نے قاصد کے ذریعہ ایک پیغام بھیجا کہ: تم سے جب تمہارے مریدوں نے وعظ و نصیحت کرنے کی پرزور التجا کی تو تم اس وقت نہ مانے، پھر بغداد کے شیوخ کی سفارش بھی تم نے قبول نہ کی اور نہ میری ذاتی درخواست کو خاطر میں لائے۔ لیکن اب جبکہ تمہیں رسول خداﷺ نے اس کا حکم دیا ہے تو خبردار اس سے روگردانی نہ کرنا۔ بلکہ اس کی تعمیل کرنا۔ جنید کہتے ہیں یہ سن کر میرے دل میں اپنے اور سریؒ کے مرتبہ کے متعلق جو خیال آیا تھا وہ کافور ہوگیا۔ میں نے محسوس کیا کہ سریؒ کو تمام حالات میں میرے باطنی امور کا علم رہتا ہے۔ لیکن مجھے ان کے باطنی امور سے آگاہی نہیں ہوتی۔ جنیدؒ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں ان کے گھر گیا اور ان سے دریافت کیا کہ انہیں میرے اس خواب کا علم کیسے ہوگیا جس میں پیغمبر خداﷺ کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ کہنے لگے میں نے خواب میں خدائے تعالیٰ کو دیکھا فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پیغمبر کو بھیجا ہے کہ جنید سے وعظ و ارشاد کے بابت کہے۔

کیوں ڈراتا ہے یہ طوفان حوادث ہم کو   اپنی تقدیر میں ساحل نہ سہی منجدھار سہی

جناب سید یوسف صاحب (بنگلور)
Cell No. 09242653492

(قسط اوّل)

خدا کی تلاش میں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی ماں نے نمرود کے خوف سے تہہ خانہ میں جنم دیا تھا، اور وہیں تھے۔ جب باہر آئے تو ان کے باپ کو بھی پتہ چل گیا، آپؑ نے آسمان پر ستارہ دیکھا تو سمجھے معبود ہے، تھوڑی دیر میں وہ غائب ہو گیا، چاند نکل آیا تو سمجھے یہ معبود ہے، وہ بھی ڈوب گیا، صبح ہوئی سورج نکل آیا آپؑ سمجھے یہ معبود ہے جب وہ شام کو ڈوب گیا تو آپؑ کہا'' اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (جز ۷ رکوع ۱۴) میں نے اپنا منہ سب سے یکسو ہو کر اس کی طرف کیا ہے جس نے آسمان و زمین بنائے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔(ابن خلدون نے بڑے تفصیل سے واقعہ لکھا ہے ہم نے طبری کا مواد درج کر دیا ہے)

اس طرح تاریخ عالم میں خالق کائنات یا خدا کو تلاش کرنے والے دستاویزی طور پر پہلے انسان حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ دوسرا شخص جس نے ابراہیمؑ کے معبود کو تلاش کرنے کی قسم کھائی وہ تھا نمرود۔ چنانچہ اس نے چار بڑے پرندے منگوائے انہیں گوشت اور شراب سے پالا جب وہ خوب موٹے ہو گئے تو انکے بیچ ایک تابوت باندھا اور خود بھی اس تابوت میں بیٹھ گیا اور ابراہیمؑ کے خدا کو دیکھنے آسمانوں پر گیا، نمرود بیت المقدس کے پاس سے اڑا اور جبل دخانہ پر اترا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ اس طرح کامیاب نہ ہوا تو ایک بہت بڑا محل تعمیر کروایا، اس کا خیال تھا کہ اس پر چڑھ کر ابراہیم علیہ السلام کے خدا کو دیکھوں گا مگر وہ اس میں بھی کامیاب نہ ہوا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے محل کے ستون اور چھت گر پڑی۔ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ نمرود نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ وہ ایک تابوت تیار کرے، جب تابوت تیار ہوا تو اس نے اس میں تیز رفتار گھوڑے باندھ کر وزیر کو لے کر پہاڑ پر چڑھا، مگر اسے خدا نظر نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہوں نے اپنی ساری چالیں چل کر دیکھ لیں، مگر انکی ہر چال کا توڑ اللہ کے پاس تھا اگرچہ ان کی چالیں ایسی غضب کی تھیں کہ پہاڑ ان سے ٹل جائیں (سورۂ ابراہیم آیت ۴۶) روایتوں کے مطابق تمام روئے زمین پر حکمرانی کرنے والے چار بادشاہ گزرے ہیں

دو مومن، پہلے سلیمان بن داؤد علیہ السلام اور دوسرے ذولقرنین (سکندر آعظم) دو کافر پہلا نمرود دوسرا بخت نصر۔ اور فرعون نے خدا کی تلاش کی تھی۔ تیسرا شخص فرعون تھا، اس نے کہا اے اہل دربار مجھے تو اپنے سوا تمہارا کوئی معبود معلوم نہیں ہوتا۔ اے ہامان تم میرے لئے مٹی کو آگ میں پکوا دو اور اینٹیں تیار کرواور پھر ان سے میرے لئے محل تعمیر کرواؤ تاکہ میں موسیٰ کے خدا کو بھی تو دیکھوں، جب فرعون کا محل تیار ہو گیا تو فرعون اس پر چڑھا اور اوپر کی طرف تیر پھینکنے کا حکم دیا، اور جب وہ تیر واپس آیا تو خون آلود تھا، یہ دیکھ کر فرعون نے کہا میں نے موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو قتل کر دیا۔

بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے ضد کی کے ہم اس وقت تک آپؑ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں۔ حضرت موسیٰؑ قوم کے ستر افراد کو لے کر طور پر گئے مگر اللہ نے ان پر بجلی کی کڑک کا عذاب نازل کیا۔

آنحضرتﷺ پیغمبر مبعوث کئے جانے سے پہلے، مکہ معظّمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک غار تھا جس کو حرآ کہتے ہیں۔ وہاں مہینوں جا کر قیام فرماتے تھے، اور مراقبہ کرتے تھے، کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے وہ ختم ہو جاتا تو پھر گھر پر تشریف لاتے پھر واپس جا کر مراقبہ میں مصروف ہو جاتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ غار حرآ میں تحنّث یعنی عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ عبادت کیا تھی؟ عینی شرح بخاری میں ہے ''**قیل کان صفة تعبّده اجیب بان ذالک کان بلتفکر و الاعتبار**'' آپؐ سے سوال کیا گیا کہ آپؐ کی عبادت کیا تھی؟ جواب یہ ہے کہ غور و فکر و عبرت پذیری۔

نبوت سے پہلے آپﷺ پر اسرار منکشف ہونے شروع ہوئے۔ جو کچھ آپؐ خواب میں دیکھتے بعینہ وہی پیش آتا تھا۔ ایک دن حسب معمول آپؐ غار حرآ میں مراقبہ میں مصروف تھے فرشتہ غیب نظر آیا آپؐ سے کہہ رہا ہے ''پڑھ اس خدا کے نام سے جس نے کائنات کو پیدا کیا جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ تیرا خدا کریم ہے وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اسے معلوم نہ تھیں۔' آپ گھبرائے ہوئے گھر آئے تو حضرت خدیجہؓ کو سارا ماجرا کہہ سنایا حضرتہ خدیجہ نے تسلی دی آپؐ متردد نہ ہوں خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑیگا۔ پھر وہ آپؐ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، انہوں نے واقعہ کی کیفیت سنی تو کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰؑ پر اترا تھا۔

حضورﷺ کو رحمت اللعالمین کہا جاتا ہے، رحمٰن و رحیم اللہ تعالیٰ کی صفات مخصوصہ ہیں، رحمٰن

اس کا ذاتی وصف ہے جو اس کی ربوبیت اور قدرت کا مظہر ہے، تو رحیمی اور شفقت بندوں کی طرف الطاف و کرم کا مظہر۔ دنیا میں انبیاء آئے کسی کو صفی اللہ (برگزیدہ) کہا گیا کسی کو نجی اللہ (ہمراز) کہا گیا کسی کو خلیل اللہ (دوست) کسی کو ذبیح اللہ (قربان ہونے والا) کسی کو روح اللہ، اور داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ اللہ (قائم مقام) کہا مگر رحمت اللعالمین محمد رسول اللہؐ کو کہا گیا، یعنی جو صفت مخصوص بندوں کی طرف لطف و کرم کی تھی اس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو موصوف کیا جب کہ دیگر انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی جو عام صفات تھی ان سے منسوب کیا۔ اور لطف و کرم دیکھئے سبھی انبیاء خدا کو تلاش کرتے تھے۔ مگر!! خاتم الانبیاءﷺ کو خدا تلاش کرتا تھا، اسی لئے تو! اتنا اہتمام کر کے معراج مقدس میں آپﷺ کو لانے کے لئے ملائکہ مقرب جبرئیل کو آپ کے پاس بھیجا، اور اپنے خلایق کی سیر کروائی اور عرش پر آپﷺ سے روبرو ہوا۔ جب بھی کسی نے خدا کو تلاش کیا تو کسی کو خدا کے صفات ملے، اور کسی کو خدا کے مظاہر ملے جس کسی کو مظاہر قدرت کا سامنا ہوا وہ 'میں یا انا' میں گم ہو گیا۔ لیکن فخر کائناتﷺ نے خدا کو تلاش کیا تو عرش پر باریابی عطا کی گئی اور ثُمَّ دَنٰی فَتَدَ لّٰی فکَانَ قَابَ قَوْ سَیْنِ اَوْ اَدْ نیٰ پھر وہ قریب ہوا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ (سورہ نجم)

اللہ تعالیٰ نے کہا کُنْتُ کَنزًا مَخْفیًا لَاْ ا عُرِف کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا جسے کوئی پہچاننے والا نہ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نور پر نظر کی تو "تو ہی تو" کہنے والی ہستی نظر آئی، اس لئے رحمت عالمﷺ کو پیدا کر کے تمام مخلوق کو دعوت دی کے مجھے پہچانو میں تمہارا رب ہوں، کسی نے کفر کیا کسی نے شرک کیا کسی نے غرور کیا اور کوئی نفس کی اطاعت پر راغب ہوا تو اللہ تعالی نے کہا کہ یہ کیا میری پیدا کی ہوئی مخلوقات میں گم ہو گئے ہو اور مجھے بھلا دیا، لیکن نہیں اگر تم ایسا کرو گے تو میں ایک قوم کو لاؤنگا جو میں نہیں 'تو ہی تو' کہے گی۔ یٰآ یُّھَا الَّذِیْنَ امَنُوْ ا مَنْ یَّرْ تَدَّ مِنْکُم عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْ نَہ' لا اءَ ذِلَّۃٍ عَلیَ الْمُوءْ مِنِیْنَ اءَ عِزَّۃٍ عَلیَ الْکٰفِرِیْنَ ز یُجَاھِدُونَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلاَ یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لآئِیمٍ ط ذٰلِکَ فَضْلُ اَللّٰہِ یُوءْ تِیْہِ مَّنْ یَّشَآ ءُ ط وَاللّٰہُ وَاشِیعٌ عَلیْم (سورہ المایدہ ۵۴) اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسی قوم کو لائے گا جن کو وہ دوست رکھے گا، اور وہ اللہ کو دوست رکھیں گے۔ جو مومنوں پر نرمی کرنے والے ہونگے اور کافروں پر سختی کرنے والے ہونگے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی

ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا ہے سب کچھ جاننے والا۔

ابوداؤد نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ: **قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان من عباد الله لا نا ساماه بانبیاء ولا شهداء یغبطهم الانبیاء والشهدا ء یوم القیامة الیٰ الاخره** فرمایا رسول ﷺ نے تحقیق کہ بندگان خدا میں ایسے لوگ بھی ہیں نہ نبی ہیں نہ شہید رشک کریں گے ان پر انبیاء اور شہداء قیامت کے دن (اشعت اللمعات جلد۴ صف ۱۳۵)

نیز معلوم باد که حضرت میراں علیه السلام که پس از من تا قیامت مہدی شوندچنانچه از مصطفٰی ﷺ و یاران مصطفٰیؓ بعضے اولیا ء الله شدند چنانچه بایزیدبسطامیؒ و سلطان ابراہیم (ادهم)ؒ شیخ شبلیؒ مثل ایشان چند کساں بغیر صحبت یاراں مصطفٰی ﷺ کامل شدند ' ہمچناں بعد از مہدی و بعد از یاراں ہمچناں‌اولیاء شوند(انصاف نامه) نیز معلوم ہو کہ حضرت میراں علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرے بعد قیامت تک ہدایت یافتہ ہونگے، چنانچہ مصطفیٰ ﷺ اور اصحاب مصطفیٰ ﷺ کے بعد بعض اولیاء اللہ ہوئے جیسے کے بایزید بسطامیؒ سلطان ابراہیم (ادھم)ؒ شیخ شبلیؒ اوران جیسے چندلوگ رسول اللہ ﷺ کے چند اصحاب کی صحبت کے بغیر کامل ہوئے اسی طرح مہدئی اور اصحاب مہدی کے بعد اولیاء ہونگے۔

ایک عالم اپنے علم اور تحقیق کی 'انا' کا جو ہالہ اپنے اطراف واکناف میں بنالیتا ہے تو پھر اسی کے جال میں وہ خود محصور ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ حق کو قبول کرنے میں قال وقیل، ٹال مٹول دلائل ومباحث کا ایک لمبا گہرا حصار اپنے گرداگرد قائم کرلیتا ہے۔ پھر وہ باوجود کوشش کے اس سے باہر نہیں آسکتا۔ ہم نے مئی ۲۰۱۲ کے نورولایت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تعلق سے کسی مضمون میں اس بات کو سمجھانے کی کوشش کی تھی، اب اسی بات کو ابوالکلام آزاد کے تعلق سے یہاں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کیوں کہ ابوالکلام آزاد کو مہدویہ کتب اور حوالوں میں ایک خاص مقام اس لئے حاصل ہے کہ انہوں نے مہدویہ تابعین وتبہ تابعین کے حالات 'تذکرہ' میں رقم کرتے ہوئے کئی سچائیوں اور حقیقتوں کا اعتراف کیا ہے، اور مہدویوں کی تعلیمات واعمال اور ایمانی کیفیتوں کو بیان کرتے ہوئے

رطب السان ہیں، لیکن؟ مہدوی یا کوی غیر 'تذکرہ' کا مطالعہ کرنے کے بعد ذہنی خلجان میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ آخر انہوں نے حقیقت کے اتنے قریب ہونے کے باوجود حق کو قبول کیوں نہیں کیا؟ اس طرح انہوں نے ایک مبہم اور مشکوک سوالیہ نشان ایمان وعقاید کے باب میں چھوڑ دیا ہے۔ مگر جب 'تذکرہ' کے علاوہ ان کی دوسری تصانیف وتحریرات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوجاتا ہے کہ وہی عالمانہ غرور حق بات کے قبول کرنے میں ہمیشہ مانع رہا ہے جو ان کے جیسے پیش رو علماء کی وجہ مخالفت رہا تھا۔لیکن! ابو الکلام تعلیمات ودعوت مہدی موعود کی حقانیت تھی جسکے اظہار میں وہ اپنے خیالات واحساسات وعقاید کو اخذ وجذب کرچکے تھے اس کا اظہار انہوں نے کئی موقعوں پر کردیا، جیسا کہ ہم بار بار کہتے آئے ہیں کہ آج مسلمانوں میں کئی گروہ اور طایفے ایسے ہیں جو مہدی موعود کے منکر تو ہیں لیکن تعلیمات مہدویہ کو توڑ مروڑ کر اپنے عقاید ونظریات پھیلانے میں کوشاں ہیں جنہیں ہم خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ کے نقال کے نام سے یاد کرتے ہیں۔نقل وعمل کی ایسی کوششیں انفرادی واجتماعی طور پر نویں صدی ہجری کے بعد کی گئی ہیں جو بعثت مہدیٔ موعود علیہ السلام کے بعد کا دور ہے۔ وہ مہدیٔ موعود علیہ السلام اور ان کی تعلیمات کی مخالفت میں دن رات مصروف اس لئے ہیں کہ، تعلیمات مہدویہ سے نقل کی گئی ان کی اپنی تحریک کے، نظریات وعقاید کا کہیں بھانڈا نہ پھوٹ جائے، اس طرح ان کی قلعی کھل جائے گی اور ہم مہدویوں کے اندر بیٹھے منافقین ان کی چالبازی میں ان کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔

یوں تو ہم بھی ابوالکلام آزاد کی عالمانہ کاوشوں تحقیق، تحریر اور ان کے قلم کی سحر انگیزی کے مداح ہیں۔لیکن حق کے اتنا قریب پہنچ کر انہوں نے حق کی پہل سے اجتناب کیوں کیا ہے؟ اس غلط فہمی کو قاری کے دل سے دور کرنے کی ہم نے سعی کی ہے۔

ابوالکلام آزاد نے ''ام الکتاب'' میں مذاہب عالم، ادیان وعقاید کا ایک مختصر جائزہ لیا ہے، اس کا تجزیہ ضروری ہے تاکہ ان کی ذہنی کیفیت کا کچھ اندازہ ہوجائے۔انہوں نے بدھ مت کے ''اشٹانگ مارگ'' کے آٹھ بنیادی باتوں کا خاکہ کچھ اس طرح پیش کیا ہے، علم وعمل کا تزکیہ وطہارت، علم حق رحم و شفقت، قربانی ہوا و ہوس سے آزادی خودی کو مٹانا وغیرہ۔اور لکھا ہے کہ گوتم بدھ بھی نفی ذات کا منکر نہ تھا، بلکہ نفی صفات کا منکر تھا........ بدھ مذہب کی نسبت یقین کیا جاسکتا ہے کہ وہ خدا کی ہستی کے تصور سے خالی ہے۔لیکن پیروان بدھ نے خود گوتم بدھ کو خدا کی جگہ دے دی ہے۔اس کی پرستش کا عالم گیر نظریہ قایم

کر دیا........گوتم بدھ کی وفات پر زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ اس کے پیرو اس کی شخصیت کو عام انسانی سطح سے بالاتر دیکھنے لگے۔اس کی تبرکات کی پرستش کا میلان بڑھنے لگا۔اس کے شاگرد خاص آنند نے اس کے آخری وصایا (وصیت) بیان کئے (اس کی پرستش نہ کی جائے) تو لوگ اس کی روایت پر مطمئین نہ ہوئے اور اس کے مخالف ہوگئے........اس طرح بدھ کی شخصیت کے اندر تین وجودوں کی نمود ہوگئی (۱) اس کی تعلیم کی شخصیت (۲) اس کے دنیاوی وجود کی شخصیت (۳) اس کے حقیقی وجود کی شخصیت جو لوک (بہشت) میں رہتی ہے۔اس طرح دنیا میں جب کسی بدھ کا ظہور (لامہ کی شخصیت میں) ہوتا ہے تو یہ اس کے حقیقی وجود کا ایک پرتو ہے۔نجات پانے کے معنی یہ ہوئے کہ آدمی حقیقی وجود کا ایک پرتو ہوتا ہے۔اور اسی حقیقی وجود کے عالم مسکن میں وہ نروان کے ذریعہ پہنچ جائے (جیسے کہ دلائی لامہ پنچم لامہ وغیرہ)

تورات اور قرآن مجید کے جو مقامات مشترک ہیں دقت نظر کے ساتھ ان کا مطالعہ کریں، تورات میں جہاں کہیں خدا کے براہ راست نمود کا ذکر کیا گیا ہے، قرآن وہاں خدا کی تجلی کا ذکر کرتا ہے، تورات میں جہاں کہیں پاؤ گے کہ خدا متشکل ہوکر اترا قرآن اس موقعہ اس کی یوں تعبیر کرے گا کہ خدا کا فرشتہ متشکل ہوکر نمودار ہوا، بطور مثال کے صرف ایک مقام پر نظر ڈالی جائے تورات میں ہے کہ: خداوند نے کہا کہ اے موسیٰ دیکھ یہ جگہ میرے پاس ہے تو اس چٹان پر کھڑا رہ اور یوں ہوگا کہ جب میرے جلال کا گزر ہوگا تو میں تجھے اس چٹان کی دراڑ میں رکھ لوں گا، اور جب تک نہ گزر لوں گا تجھے اپنی ہتھیلی سے ڈھانپے رہوں گا، پھر ایسا ہوگا کہ میں ہتھیلی اٹھالوں گا اور تو میرا پیچھا دیکھ لیگا، لیکن تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔(۲۲:۲۰ خروج) تب خداوند بجلی کے ستونوں میں ہوکر اترا اور خیمے کے دروازے پر کھڑا رہا اور اس نے کہا میرا بندہ موسیٰ اپنے خداوند کی شبیہ دیکھے گا۔(گنتی ۱۲:۵)

اس معاملے کی تعبیر قرآن نے یوں کی ہے کہ: قَالَ رَبِّ اَرْنِیْ اَنْظُرْ اِلَیکَ قَا لَ لَنْ تَرانِیْ وَ لَکِنْ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ (۷:۳۹) موسیٰ نے کہا کہ اے پروردگار! مجھے اپنا جلوہ دکھا، تاکہ میں تیری طرف نگاہ کرسکوں فرمایا نہیں، تو مجھے نہیں دیکھے گا، لیکن ہاں! اس پہاڑ کی طرف دیکھ۔

خدا کی ہستی کا اعتقاد انسانی فطرت کے اندرونی تقاضوں کا جواب ہے، اسے حیوانی سطح سے بلند ہونے اور انسانیت کے اعلیٰ درجے تک پہنچنے کے لئے بلندی کے ایک نصب العین کی ضرورت ہے، اس نصب العین کی طلب بغیر کسی ایسے تصور کے پوری نہیں ہوسکتی، جو کسی نہ کسی شکل میں اس کے سامنے

آئے ،لیکن مشکل یہ ہے کہ مطلق کا تصور سامنے آنہیں سکتا ،وہ تبھی آیگا کہ جب ایجابی صفتوں کی تشخص کا کوئی نہ کوئی نقاب چہرے پر ڈالے ،چنانچہ ہمیشہ اس نقاب ہی کے ذریعہ جمال حقیقت کو دیکھنا پڑا ،یہ کبھی بھاری ہوا کبھی ہلکا کبھی پرخوف رہا اور کبھی دلآویز مگر اترا کبھی نہیں ۔

جمال حقیقت بے نقاب ہے مگر ہماری نگاہوں میں یارائے دید نہیں ،ہم اپنی نگاہوں پر نقاب ڈالکر اسے دیکھنا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کے چہرے پر نقاب پڑ گیا ہے ۔دیکھا آپ نے ! مہدیٔ موعود علیہ السلام کی تعلیم دیدار باری پر کیسا اشارۃً کنایۃً تبصرہ ہے ،مگر صاف طور پر اقرار کرنے کا نہ حوصلہ ہے نہ ہمت ،کس طرح ان کی تبحر علمی مانع ہوگئی اگر تصدیق کر لیتے تو عالم و محقق کا لباس اتارنا پڑتا اور فقر و فاقہ کے منازل کو اپنانا پڑتا ،ان سے یہ کیسے ممکن ہوتا ؟ اگر ایسا کر لیتے تو آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم کیسے بن جاتے یا ان کے ہمنوا اتنی آسانی سے ان کی گلو خلاصی کیسے ہونے دیتے ۔اقرار حق کی راہ میں متاع دنیا کی طلب کی یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ انسان چاہتے ہوئے بھی حق کا اقرار نہیں کر سکتا ،ہائے صد افسوس !!

ایسا ہوا ہے ایسا ہونا ممکن ہے ،کیا ابو طالب اپنے بھتیجےؐ کی حق پرستی کے قائل نہ تھے ؟ مگر رسول اکرم ﷺ کے اسرار پر ان کا کیا جواب تھا ۔سیرت النبی میں ہے کہ ابو طالب کی وفات کے وقت آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے ،ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ پہلے سے موجود تھے ،آپؐ نے فرمایا 'لا الٰہ الا اللہ' کہہ دیجیے کہ میں خدا کے ہاں آپ کی شہادت دوں ،ابوجہل اور امیہ نے کہا ابو طالب کیا تم اپنے دین سے پھر جاؤ گے ۔بالآخر ابو طالب نے کہا میں عبدالمطب کے دین پر مرتا ہوں ،آنحضرت ﷺ کی طرف خطاب کر کے کہا ۔میں وہ کلمہ کہہ دیتا لیکن قریش کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا ۔

ہمارے آج کے مضمون نگار ،قلم کار مہدیٔ موعود کی بعثت کے اسباب ،کیفیت و علت یا یوں کہئے کہ آپ علیہ السلام کے آنے کا مقصد اور اسباب کیا تھے ان پر قلم اٹھاتے ہوئے ان کے ہاتھ کیوں کانپتے ہیں ،یہ علم اور تعلیم کی کمزوری تو ہے ہی ۔مگر میں اسے ایمانی و اعتقادی کمزوری زیادہ مانتا ہوں ۔ مہدویوں کا ایمان و اعتقاد کمزور ہونے کی اصل وجہ قرآن و حدیث رسول ﷺ ،اور تعلیمات مہدیٔ موعود علیہ السلام پر بے عملی اور بدعملی کہئے ! اگر کچھ بھی نہیں ہے آپ کے پاس وسائل رسائل یا اسباب تعلیم یا علم حاصل کرنے کے ذرائع پھر بھی اتنا بھی احساس کمتری میں مبتلاء ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ، اور نہ ہی کسی بدعمل بداعتقاد بے دین کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی ۔اس کے بجائے فرائض ولایت محمدیہ

ﷺ، یا کم از کم ذکر اللہ ہی کا سہارا لے لیں تو ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہیں علم وعمل کے انوار سوختہ اور پراگندہ دلوں پر نور کی بارش کی طرح برسیں گے، مگر شرط یہ ہے کہ طریقہ ذکر رسول اللہ ﷺ اور ان کے تابع تام مہدی مراد اللہ خلیفۃ اللہ کا بتایا ہوا ہونا چاہئے ''تو ھی تو ھے میں نھیں ھوں'' خودی کی نفی خدا کا اثبات صرف زبانی نہیں دل سے، خلوص سے، دل جمعی سے! بَلْ یَدیہ مَبْسُوْطَتٰنِ (۵، ۶۴) خدا کے ہاتھ تنگ نہیں ہیں۔ وَجَعَلَ للکُمْ السَّمْعَ وَ الابْصَارَوَ الْاَ فْئِدَةَ لا لَعَللکُم تَشْکُرُوْنَ (۹، ۳۳) اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے سننے اور دیکھنے کے لئے حواس پیدا کردئے، اور سوچنے کے لئے دل (یعنی عقل) تا کہ تم شکر گزار رہو (یعنی خدا کی دی ہوئی قوتیں ٹھیک طور پر کام میں لاؤ)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِذَا سَئلَکَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ ط اُ جِیْبُ دَعَوَةَ الدَّاعِ اذَا دَعَان جب میرا بندہ تجھ سے میری نسبت سوال کرتا ہے تو اس سے کہدے کہ میں اس سے دور کب ہوں؟ میں تو بالکل اس کے پاس ہوں۔

مسند نشینی اور پیر و مرشد کا جو تصور اس وقت ہمارے یہاں ہے وہ مہدئ موعود کی تعلیمات اور عقیدہ مہدویت کے بالکل برعکس ہے، مسند نشیں یا رہبر صرف ایک رہبر، معلم اور استاد کا درجہ رکھتا ہے، جو سالک کو راہ حق میں رہبری کرے، ہمارے یہاں فقراء و کاسبین کے جو طبقے ہیں اس میں اس بات کی گنجائش ہے کہ، کاسب کسی بھی وقت واصل بحق ہونے کے لئے اپنی راہ کا تعین کرسکتا ہے، لیکن فقراء دوبارہ واپس کاروبار دنیا میں ملوث نہیں ہوسکتے، یہ گناہ ہے۔ تربیت اور ذکر اللہ میں مشاہدہ مرشد چاہے وہ کامل ہو یا ناقص بھی اس لئے ہے کہ سالک کو ہمیشہ دوئی کا احساس بہر حال رہے، اور وہ مقامات معرفت الٰہی یا منازل احسان میں احدیت کی حدود کو پھلانگے نہیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر خاص وعام صرف بندے ہیں البتہ اعمال نیک اور معرفت الٰہی کا ذریعہ دونوں کے لئے ایک ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہم ابوالکلام آزاد ہی کے ان سطور کو پیش کرتے ہیں۔ قرآن کریم سے پہلے علوم وفنون کی طرح مذہبی عقاید میں بھی خاص وعام کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ خدا کا ایک تصور تو حقیقی ہے اور وہ، خواص کے لئے ہے، ایک تصور مجازی ہے اور وہ عوام کے لئے ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں خدا شناسی کے تین درجے قرار دئے گئے۔ عوام کے لئے دیوتاؤں کی پرستش، خواص کیلئے براہ راست خدا کی پرستش، اور اخص الخواص کے لئے وحدۃ الوجود کا مشاہدہ۔ یہی حال فلسفہ

یونان کا تھا، وہ خیال کرتے تھے کے ایک غیر مرئی اور غیر مجسم خدا کا تصور صرف اہل علم واہل حکمت ہی کر سکتے ہیں، عوام کے لئے اس میں امن ہے کہ دیوتاؤں کی پرستاری میں مشغول رہیں۔

قرآن نے تصور الٰہی کی بنیاد انسان کے عالم گیر وجدانی احساس پر رکھی ہے، یہ نہیں کیا کہ اسے فکر ونظر کی کاوشوں کا ایک ایسا معمہ بنا دیا ہو کہ جسے کسی خاص طبقہ کا ذہن ہی حاصل کر لے، انفرادی و ذاتی تجربہ واحوال کا معاملہ ہے اس لئے وہ اس کا بوجھ جماعت کے افکار پر نہیں ڈالتا۔ اسے اصحاب جہد وطلب کے لئے چھوڑ دیتا ہے

.......اسلام نے بالکل ایک دوسری شکل ونوعیت میں عوام وخواص کا لحاظ رکھا ہے اسلام نے تصور اور عقیدے کے اعتبار سے کوئی امتیاز جائز نہیں رکھا، وہ حقیقت کا ایک ہی عقیدہ ہر انسانی دل و دماغ کے آگے پیش کرتا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ طلب و جہد کے لحاظ سے سب کے مراتب یکساں نہیں ہو سکتے!۔ اور یہاں ایک ہی درجے کی پیاس لے کر ہر طالب نہیں آتا۔ عامۃ الناس بحیثیت جماعت کے اپنا ایک مزاج اور اپنی خاص احتیاج رکھتے ہیں، خاص افراد بحیثیت فرد کے اپنی طلب واستعداد کا الگ الگ درجہ ومقام رکھتے ہیں، پس اسلام نے جس پہلی صورت میں اس کا انکار کر دیا تھا، اس دوسری صورت میں انکار نہیں کیا، اور مختلف مدارج طلب کئے عرفان ویقین کی مختلف راہیں کھلی چھوڑ دیں۔

صحیح مسلم و بخاری کی ایک متفق علیہ روایت میں جو حدیث جبرئیل کے نام سے مشہور ہے، نہایت جامع اور مانع لفظوں میں یہ فرق ومراتب واضح کر دیا گیا۔ یہ حدیث تین مرتبوں کا ذکر کرتی ہے، اسلام ایمان اور احسان۔ اسلام یہ کہ اسلامی عقیدے کا اصرار کرنا اور عمل کے چاروں رکن نماز روزہ، حج، زکواۃ انجام دینا۔ ایمان یہ کہ اقرار کے مرتبے سے آگے بڑھنا اور اسلام کے بنیادی عقائد کے حق الیقین کا مرتبہ حاصل کرنا۔ احسان یہ کہ **ان تعبد اللّٰہ کانت تریه وان کان لم تکن تریه فانه یرٰک** (صحیحین) تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کر گویا اسے اپنے سامنے دیکھ رہا ہے، اگر نہیں تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پس گویا عرفان حقیقت کے لحاظ سے تین مرتبے ہوئے پہلا اسلامی دائرے کے عام اعتقاد وعمل یعنی جس نے اسلامی عقیدے کا اقرار کر لیا اور اس کے اعمال زندگی اختیار کر لی وہ اس دائرے میں آ گیا۔ لیکن! دائرے میں آ جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ علم ویقیں کے جو مقامات ہیں وہ بھی ہر وارد، و داخل کو حاصل ہو گئے۔ پس اب دوسرا مرتبہ نمایاں ہوا سے ایمان سے تعبیر کیا ہے، اسلام

ظاہر کا اقرار و عمل تھا ایمان دل و دماغ کا یقین واذعان ہے، یہ مرتبہ جس نے حاصل کرلیا وہ عوام سے نکل کر خواص کے زمرے میں داخل ہوگیا۔لیکن معاملہ اتنے پر ہی ختم نہیں ہوجاتا۔ عرفان حقیقت اور عین الیقین ایقان کا ایک اور مرتبہ بھی باقی رہ جاتا ہے، اسے احسان سے تعبیر کیا گیا، لیکن! یہ مقام محض اعتقاد ویقین پیدا کر لینے کا نہیں، جو ایک گروہ کو بحیثیت گروہ حاصل ہوجاسکتا ہے۔ یہ ذاتی تجربہ کا مقام ہے۔ جو یہاں تک پہنچا ہے وہ اپنے ذاتی تجربہ وکشف سے یہ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے، تعلیمی واحکامی عقائد کو اس میں دخل نہیں، بحث ونظر کی اس میں گنجایش نہیں، یہ خود کرنے اور پانے کا معاملہ ہے، بتلانے اور سمجھانے کا معاملہ نہیں، جو یہاں تک پہنچ گیا وہ اگر کچھ بتلائے گا بھی تو یہی بتلائے گا کہ میری طرح بن جاؤ پھر جو دکھائی دیتا ہے دیکھ لو۔(مہدیؑ نے فرمایا جو خدا ہو سو خدا کو دیکھے)

ہمیں احسان کی ایسی تشریح کہیں کم ہی دیکھنے کو ملی۔ابوالکلام آزاد یہاں پوری طرح تعلیمات میراں سید محمد مہدیٔ موعود علیہ السلام میں گُم یا غرق نظر آتے ہیں۔ یہ بات ہم اتنے یقین سے اس لئے کہہ رہے ہیں، کیونکہ جس عالم کو تابعین مہدویہ کے اعمال ومشاغل نے اتنا متاثر کیا ہو کہ وہ بے ساختہ لکھ دے کہ''اس کو (مہدویہ کے حالات کو) پڑھ کر قلب پر ایک عجیب عالم وجد ومحویت طاری ہوجاتی ہے، اور بے اختیار دل چاہتا ہے کہ ساری باتوں کو چھوڑ کر صرف انہیں پاکان حق کا ذکر صدیاں گزر گئیں۔عشاق کے ذکر میں آج یہ تاثیر ہے، نہیں معلوم، ان کی پاک صورتوں اور پاک صحبتوں کی گیرائیوں اور دلربائیوں کا کیا عالم تھا۔(تذکرہ)

ہم کہتے ہیں کیا یہ سطور لکھنے سے پہلے ابوالکلام آزاد نے مہدیٔ موعود علیہ السلام اور ان کی تعلیمات کا مطالعہ نہ کیا ہوگا؟ جب کے ان کے قلم نے بدھ مت، ہندومت، مجوسی افکار اور یہود ونصاریٰ اور دیگر ادیان و مذاہب واعتقادات کا اتنا وسیع مطالعہ واحاطہ کیا ہو، اُس عالم نے مہدویہ تعلیم کو درکنار کردیا ہو؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

دیکھئے تعلیمات مہدی میں سرشاران کے الفاظ کو: حقیقت کے کشف وعرفان کا وہ مقام جو عرفائے طریق کو پیش آتا ہے تو وہ کسی بھی طرح قرآن کے تصور الٰہی کے عقیدے کے خلاف نہیں ہے۔ اس کا تصور ایک جامع تصور ہے، اور ہر توحیدی تصور کی اس میں گنجائش موجود ہے۔ جو افراد خاصہ مقام احسان تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں وہ حقیقت کو اس کے پس پردہ جلوہ طرازیوں میں بھی دیکھ لیتے ہیں

اورعرفان کا وہ منتہٰی مرتبہ فکر، جوانسانی دسترس میں ہے انہیں حاصل ہو جاتا ہے **ومن یدق لم یدر۔**

اندازہ ہوگیا؟ تلاش حق یا خدا کی تلاش میں منزل پر کیسے پہنچا جاسکتا ہے، یا بھٹکنے کے اسباب کیا ہیں ۔انسانی اذہان نے جیسے ہی ارتقاء کی طرف قدم بڑھائے ،خدا کی تلاش کی نئی نئی جہتیں وضع کرلیں، جب کہ یہ راستہ آسان اس لئے تھا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے انبیاء مرسلین اور اللہ کے خلیفوں کے توسط سے صاف طور پر بتا دیا گیا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کو کوئی مینار پر چڑھ کر دیکھنا چاہتا تھا، کوئی پنکھ لگا کر اڑ کر دیکھنا چاہتا تھا، کوئی سیارچہ بنا کر اسے دیکھنے جارہا ہے، کوئی سیاروں پر کالونیاں بنا کر بسنے بسانے چھپنے چھپانے کے بہانے تلاش کر رہا ہے، اور اب تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ ،گاڈ پارٹکلس (ذرات نور) کو قابو میں کرنے کے لئے جینیوا اور فرانس کے درمیان میلوں لمبی سرنگ لگا کر 'ہیڈرون کولیڈر' بنایا گیا ہے۔ (جیسے ہاتھی کو پکڑنے جنگل میں کھڈا کھودا جاتا ہے) تا کہ قدرت کو قابو میں کریں۔ یہ تو ایسا ہے جیسے گلی کی نکڑ پر ٹماٹر آسانی سے مل رہے ہیں اور کوئی بضد ہے کہ میں کھیت میں بوائی کرونگا پیڑ اگا کر ٹماٹر کھاؤں گا۔

پچھلی قوموں کو انبیاء و مرسلین معجزات اور اولیاء کرامات پیش کرتے تھے، اس طرح کارخانۂ عالم اور عجائبات قدرت کی نشانیاں دکھائی جاتیں تا کہ خالق کے وجود کو ثابت کریں۔ اب خاتم الانبیاء کے بعد معجزات اور خاتم الاولیاء کے بعد کرامات کا سلسلہ بند ہوگیا۔لیکن اب خود اللہ تعالیٰ نے مظاہر قدرت کے تمام کارہائے نماں ہر دن بندوں کے سامنے پیش فرما رہا ہے۔ سابقہ امتیں، قومیں اور انسان جو چیزیں ہزراوں سالوں میں سنتے یا دیکھتے تھے آج کا انسان وہ ہر دن دیکھ رہا سن رہا ہے۔ عالم تو عالم ایک ان پڑھ اور جاہل بھی ایسی باتوں کا مشاہدہ کر رہا کہ صدیوں میں ہوشمندوں نے نہ دیکھے نہ سنے۔ ہر طرف صنائے قدرت کا جلوہ ہی جلوہ ہے۔ کیا اب بھی جمال حقیقت سے نقاب اٹھانے کی ضرورت ہے۔

ہم دوسروں کی بات کیوں کریں خود ہم مہدویوں کے بالا خانے میں بہترین اناج اور سبزیاں موجود ہیں ہماری کاہلی اور تساہلی کا یہ عالم ہے کہ تھوڑی محنت و مشقت کر کے گھر پر گرم و تازہ کھانا کھانے کے بجائے ،گلی کی نکڑ کی ہوٹل پر کثافت و ملاوٹ بھرا (اڈلٹریڈ) کھانا کھا کر دینی طور پر بیمار ہورہے ہیں اور اس چھوت (اپیڈیمک) سے دوسروں کو بھی بیمار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو لوگ ظاہر پرست ہوتے ہیں وہ ظاہری اعمال کو پسند کرتے ہیں، معرفت الٰہی کی تعلیم یا اشغال ان کی سطحی سوچ اور عقل میں سمجھ نہیں آتے اس لئے آسان اور سستے طریقے تلاش کر لیتے ہیں۔ (جاری)

جناب سید یوسف صاحب (بنگلور) (آخری قسط)
Cell No. 09242653492

خدا کی تلاش میں!

حضرت ابوالقاسم جنید بغدادیؒ رات کی تاریکی میں بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، ایک لڑکی اللہ تعالیٰ کی محبت میں اشعار پڑھ رہی تھی، آپ نے اس سے کہا تو اللہ سے نہیں ڈرتی ایسے اشعار گاتی ہے۔ اس نے کہا اللہ کی محبت میں یہ اشعار گاتی ہوں، اس لڑکی نے حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ بتاؤ تم بیت اللہ کا طواف کرتے ہو یا رب بیت اللہ کا، حضرت جنیدؒ نے کہا میں تو بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں، یہ سن کر وہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر بولی سبحان اللہ آپ کی بھی کیا شان ہے! مخلوق جو خود مثل پتھر کے ہے وہ پتھروں کا ہی طواف کرتی ہے۔ جنیدؒ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں بے ہوش ہو گیا۔

امام احمد بن حنبلؒ اپنے وقت کے ولیٔ کامل حضرت بشر حافیؒ کی خدمت میں جایا کرتے تھے، ایک دن طلباء نے پوچھا کہ حضرت! آپ اتنے بڑے عالم ہو کر ایسے شخص کے پاس جاتے ہیں جو عالم نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا 'میں عالم بہ کتاب ہوں بشر حافیؒ عالم باللہ ہیں، اور عالم باللہ کو عالم بہ کتاب اللہ پر فضیلت نصیب ہے۔

جنہیں صحیح معنوں میں خدا کی تلاش ہوتی ہے وہ دنیا سے نہ مطمئن ہوتے ہیں نہ اس میں آرام تلاش کرتے ہیں، کیمیائے سعادت میں ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک پتھر سر کے نیچے رکھ کر سو گئے۔ ابلیس آپؑ کے پاس آیا، اور بولا کہ آپؑ نے تو دنیا ترک کر دی تھی، اب آپؑ اس سے باز کیوں آ گئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ میں نے کیا کیا؟ ابلیس نے کہا کہ آپؑ پتھر سر کے نیچے رکھ کر آرام جو کر رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عیسیٰؑ نے اس پتھر کو اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا کہ مجھے اتنی دنیا داری سے بھی سروکار نہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کو بلند مقام و مرتبہ علم الکلام یا علم الفقہ کی وجہ سے نہیں بلکہ آخرت اور طریقہ آخرت پر چلنے کی وجہ سے حاصل ہوا۔ حضرت صدیق اکبرؓ تمام لوگوں پر نہ تو صوم و

صلواہ کی وجہ سے یا کثرت روایات کی وجہ سے اور نہ ہی فتویٰ دینے کی وجہ سے یا علم الکلام کی وجہ سے بلکہ اس چیز سے افضل ہیں جوان کے سینے میں راسخ تھی جس کی شہادت حضورﷺ نے دی۔اورفرماتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کا وصال ہوا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: 'علم کے دس حصوں میں سے نو حصے اٹھ گئے' کسی نے عرض کیا یہ آپؓ کیا فرمارہے ہیں، ہمارے درمیان جلیل القدر صحابہ رضی اللہ موجود ہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا میں فتویٰ اور احکام کے علم کی بات نہیں کرر ہا ہوں، بلکہ میری مراد معرفت الٰہی سے ہے۔

کیا خود کی تلاش بھی خدا کی تلاش نہیں ہے؟ جب انسان اپنی ہستی پر نظر کرتا ہے اور اس میں غور وفکر کرتا ہے تو اسے کئی سچائیوں اور کڑوی حقیقتوں سے اس کو روبرو ہونا پڑتا ہے،اس طرح وہ تلاش حق میں سرگرداں ہوسکتا ہے۔جب بات نکلی ہی ہے،تو قوم وملت کی تلاش میں بھی خدا کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔

پچھلے کچھ عرصے سے 'نور ولایت' کے صفحات پر کچھ جانے انجانے نام اور ان کی مخلص کوشش دکھائی دے رہی ہیں، یہ ایک خوش آئند اور قابل ستائش بات ہے۔مگر اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ مہدویہ تعلیمات وعقاید اور اس کے معاشی اخلاقی تاریخی وعقایدی حقائق پر کام کیا جانا چاہئے جو وقت کی اہم ضرورت ہے،قوم کی فکر اور سوچ کا انداز بدلنا ہوگا،تبھی عملی طور پر کسی تحریک کی ہم امید کرسکتے ہیں۔رٹی رٹائی پٹی پٹائی تحریر ہو یا وعظ و بیان اس سے بیزارگی،اور سوچ وفکر میں تعطل پیدا ہوتا ہے۔ہماری ملت کا نادر ونایاب مشہور جملہ کہ'' پیاسے کو کنویں کے پاس آنا چاہئے کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا' ایسے جملوں کی حقیقت کو بدلنا ہوگا۔کیوں کہ آج زمانہ چھوٹی چھوٹی بوتلوں میں پانی مہیا کرنے کا ہے۔جس سے پیاس بھی بجھے گی اور ضرورت بھی پوری ہوگی۔اب کنویں بس انہیں لوگوں کے پاس رہ گئے جنہیں نہ پینا آتا ہے نہ پلانا۔ہمارا یہ ماننا ہے قوم وملت میں ایسے کئی گوہر و جوہر نایاب دبے پڑے ہیں جنہیں صاف اور پالش کرکے نکھارنے اور حوصلہ افزائی کرنے کی ضرورت ہے۔کیا بہادر یار جنگ ہی ایک،ملت کے سقا تھے جن کے جام علم وتحریک ورہبری سے قوم مست و بے ہوش ہی ہوگئی،ان کے نام ایک کمیونٹی ہال بنوا کران کے تئیں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئے۔ ہندوستان میں گاندھی کے بعد اندرا گاندھی راجیو گاندھی اوران کی درآمد سونیا گاندھی اور راہول گاندھی پیدا ہوسکتے ہیں۔کوئی اور تحریک یا بہادر یار جنگ جیسا کیوں نہیں پیدا ہوا؟

ہمارے کچھ احباب ہم سے کہتے ہیں کہ ہم اپنی تحریروں میں مسئلہ کی بنیاد اور اس کے رخ پر ٹکے نہیں رہتے مختلف و انواع قسم کے مسائل کو پیش کردیتے ہیں۔ہم ٹکے رہکر کریں کیا؟ ہمیں کونسا Thesis یا تحقیقی مقالہ قوم وملت کو پیش کر کے سند حاصل کرنی ہے، زندگی بھر رٹی رٹائی پٹی پٹائی تحریریں اور تقریریں سنتے رہے، بندگیمیاں نے یہ کہا بندگیمیاں نے وہ کہا۔ کیوں کہا کس لئے کہا ان کے کہنے کی وجہ کیا تھی اسباب کیا تھے ان کے کہنے کا آج ہماری زندگیوں پر کیا اثر ہوا اور ہمارے معاشرے اور اخلاق پر کتنا اثر ہوا، ہمارے ایمان وعقیدہ سے اس کا واسطہ کیا ہے۔کوئی بتانے کو تیار نہیں اس لے مجبورًا ہم جیسوں کو قلم اٹھا کر کیڈ بری جیمس کی ہری پیلی لال نیلی گولیاں دینی پڑرہی ہیں۔فی زمانہ ہم مہدویوں کا حال اس شیر جیسا ہے جو جنگل میں بکریوں کے ساتھ رہتے رہتے میاؤں میاؤں کرنے لگا تھا۔ایک دن کسی ببر شیر نے اسے دیکھا اور پکڑ کر جنگل لے گیا،اور سمجھایا کہ تو گھاس چرنے کے لئے نہیں ،راج کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔کوئی وقت تھا دین و ایمان کے مہدویہ ببر شیر گوڑھ بنگال سے افغان خراسان بخارا سمرقند ایران وعرب تک انسانوں کے دلوں میں ایمان کا راج کرتے تھے۔انہیں آتا دیکھ کر اہل بدعت و ہوا و ہوس و رسم و رواج اور بے دین لوگ دُم دبا کر سرپٹ بھاگ جاتے تھے،لیکن اب! گلی کے دیوانے کتے کو دیکھ کر ہم اسے دین وایمان کا کالا ہاتھی بنالینے آمادہ ہیں مگر یاد رہے ہاتھی صرف باربرداری کے کام آسکتا ہے یا سرکس میں کرتب دکھانے کے۔رہبری یا ہوش مندی نام جیسی شے اس میں نہیں ہوتی،اور جب وہ اڑیل اور بے مہار ہوجاتا ہے تو فوجوں کو روند دیتا ہے چاہے وہ فوج دین وایمان کی ہی کیوں نہ ہو،ایسے جانور پر سوار ہونے جارہے ہیں جو گرے تو زخمی کرے گرائے تو زخمی کرے۔

ہم نے خود کو احساس کمتری میں اتنا گرالیا ہے کہ کہ خدا کی تلاش کی تمام راہیں مسدود کر لی ہیں۔ہمارے بزرگوں نے وسائل کی کمی کے باوجود علم اور تحریر کے ایسے جواہر پارے چھوڑے ہیں،اگر صرف ان کا مطالع کرلیں اور سمجھ لیں تو ہمیں کسی علم یا معلم کی ضرورت نہیں ہے۔بلکہ خدا کی تلاش کی تمام راہیں ہمارے لئے آسان ہوتی چلی جائیں گی۔حضرت میاں ابوسعید سید محمود نے ''المہدیٔ الموعودؑ'' کے مولف حضرت علامہ سید حسینؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''جب امام (مہدیٔ موعود) علیہ السلام اپنی نِسبت قبر، کفن وغیرہ الفاظ استعمال کرنے لگے تو حضرت شاہ نعمتؓ سے ضبط گریہ نہ ہوسکا،رونے کی آواز نکل گئی۔امام علیہ السلام نے پوچھا کون روتا ہے؟ حضرت شاہ نعمتؓ نے عرض کیا بندہ نعمت،امام علیہ

السلام نے فرمایا کہ میاں نعمت رونے کا یہ وقت نہیں ہے، ابھی تو بندہ تم میں ہے اور جب تک تم بندہ کی روش پر چلو گے' بندہ کے مدّعا و مقصود کو پیش نظر رکھتے ہوئے بندے کے سنائے ہوئے احکام اِلٰہی پر عمل کرو گے' سمجھو کہ بندہ تم میں ہے اور رونے کا وقت وہ ہے جب بندہ تم میں نہیں رہیگا۔ بندہ کی جدائی کے آثار یہ ہیں کہ خدانخواستہ خدا کی یاد اور اس کی طلب تمہارے دلوں سے نکل جائے گی، اغنیا و اہل دولت و دنیا کا میلان تمہاری طرف ہو جائے' اہل دنیا تم سے نفرت کرنا چھوڑ دیں اور طلب دیدار خدا جو بندہ کی دعوت کا اصل اُصول ہے وہ تم سے جاتا رہے تو یقین کرلو کہ بندہ تم میں نہیں ہے۔ اس وقت روؤ جتنا رونا ہے۔ مگر انشاء اللہ مہدی اور مہدویاں قیامت تک رہیں گے۔ (اعمال بہ اخلاص)

اس نقل میں مہدیؑ موعود نے جو خاص بات فرمائی ہے وہ یہ کہ ''طلب دیدار خدا، جو بندہ کی دعوت کا اصل اُصول ہے''، یعنی مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت کا اصل مقصد ہی ''دعوت طلب دیدار خدا''، یعنی ''خدا کی تلاش'' یا 'تلاش حق' یا تلاش خالق کائنات' ہے۔ ظاہری بات ہے کہ جس کو تلاش کیا جاتا ہے اس سے ملاقات ضروری ہے اور جس سے ملاقات کی جاتی ہے، وہ موجود سے کی جاتی ہے غیر موجود سے نہیں، اور موجود سے حجاب میں نہیں ملاقات کی جاتی۔

اس تحریر کی ابتداء میں ہم نے ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ پیش کیا انہوں نے مخلوقات کے مظاہر یا موجود ہونے ہی میں خالق کی تلاش کی تھی، موسیٰ علیہ السلام نے بھی پیڑ اور اس سے نکلتی آگ یا مظاہر قدرت میں ہی خدا کی تلاش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں نے بھی مظاہر میں اسے دیکھنے کی کوشش کی۔ لیکن مہدیؑ موعود علیہ السلام نے اس سے ملاقات یا 'دیدار' کے لئے جو تعلیم یا طریقہ یا شرائط اللہ تعالیٰ کے حکم سے بتائے وہ ہیں، ترک علایق، صحبت صادقاں، ذکر دوام، ترک دنیا، عزلت خلق اور ہجرت باطنی۔ اگر کوئی مومن ان شرائط کو پورا کر لیتا ہے تو اسے خالق کی ملاقات یا دیدار کا پروانہ مل سکتا ہے۔ اس طرح اس کی تلاش حق، یا خدا کی تلاش پوری ہوگی۔

زرسالانہ بذریعہ چیک اس اکاونٹ نمبر پر روانہ کر سکتے ہیں

A/c No. 19380100004010, Noor-e-Vilayat, Bank of Baroda, Chanchalguda Br. Hyd. IFSC Code : BARBOCHANCH

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لیلتہ المبارکہ سید یوسف بنگلور

ایک رات کی عبادت کا صلہ ایک ہزار مہنہ کی مقبولہ عبات سے بہتر! یا دو رکعت نماز یقین کا صلہ بھی ہوسکتا ہے؟

امام ابن ابی حاتمؒ نے حضرت علی بن عروہؒ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرایل کے چار آدمیوں کا تذکرہ کیا، جنھوں نے اسی برس تک اللہ تعالی کی عبادت کی اور آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اللہ تعالی کی نافرمانی نہیں کی۔ وہ ہیں حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت حزقیل بن عجوز علیہ السلام، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین اس پر انتہائی متعجب ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد ﷺ آپ کی اُمتنے اسی برس تک ان لوگوں کی عبادت کرنے پر انتہائی تعجب کیا ہے۔ تحقیق اللہ تعالی نے اس سے بہتر اور افضل شۓ نازل فرمادی ہے پھر انہوں نے یہ آیات پڑھیں۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةُ الْقَدْرِ............ اور کہا یہ اس سے بھی افضل ہے جس پر آپؐ کی اُمت نے اظہار تعجب کیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ انتہائی خوش ہوئے۔

حضرت ابوبکر واسطیؒ فرماتے ہیں کہ ''بندوں کی چار قسمیں ہیں: اول وہ جنہوں نے پہچانا اور طلب کیا۔ دوم وہ جنہوں نے طلب کیا لیکن پا نہ سکے۔ سوم وہ جنہوں نے پایا لیکن مفاد حاصل نہ کر سکے۔ چہارم وہ جنہوں نے پہچانا لیکن طلب نہیں کیا۔

اول وہ لوگ جنہوں نے مہدیٔ موعودؑ کے فرمان کے مطابق لیلۃ القدر کو پہچانا اور اس کی فضیلتوں اور برکتوں کو اللہ تعالی سے طلب کیا۔ دوم وہ لوگ جنہوں نے طاق راتوں میں تلاش تو کیا لیکن پا نہ سکے۔ سوم وہ لوگ جنہوں نے مہدیٔ موعودؑ کے فرمان کو فرض، سنت اور نفل کے شش و پنج میں الجھ کر رہ گۓ ہیں۔ چہارم وہ لوگ جنہیں مہدیٔ موعود کے فرمان کے مطابق اس کی اہمیت تو معلوم ہے لیکن نفاق کی وجہ سے اس عظیم رات کی سعادتوں کو اللہ تعالی سے طلب کرنے میں ان کی عقل مانع رہی۔

جبرائیل علیہ السلام انبیاء و مرسلین کے پاس اللہ کے احکام اور وحی لانے پر مامور تھے۔ خاتم الانبیا ﷺ کے بعد نبوت رسالت اور وحی کا سلسلہ بند ہوگیا۔ تو پھر لیلۃ القدر کی رات کو ملایکہ کا نزول جبرائیلؑ کی معیت میں کیا معنی؟ اور اس رات عبادت کرنا ایک ہزار مہنوں کی مقبولہ عبادت سے بہتر قرار دینا کیا معنی؟ تیئس (۲۳) سال تک جو قرآن مجید کا نزول آہستہ آہستہ ہوتا رہا وہی قرآن کریم اعلان فرماتا ہے ہے کہ لیلۃ القدر کی رات کو قرآن مجید آسمان سے اتارا گیا کیا معنی؟

اللہ تعالی فرامین و احکام کو رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ بندوں پر پیش کرنے کے بعد دنیا پر لیلۃ القدر کی رات

نظر کرم فرماتے ہیں ,توجہ فرماتے ہیں ,نگاہ ڈالتے ہیں ایک لمحہ کے لے کہ میں نے جو احکام بندوں پر پیش کےُ تھے اس پر کون کتنا عمل کر رہا ہے۔وہی لمحہ مخصوص خدا کی خوشنودی کا ہے۔اسی لےُ نزول قرآن کے وقت جبرائیلؑ جس طرح تیئس سالوں تک حضورﷺ کے پاس آیا کرتے تھے۔اسی طرح فرشتوں کی جماعت کے ساتھ نزول کرکے قرآن کے احکام کی بجا آوری پر امت رسولﷺ کا محاسبہ کرتے ہیں اس رات کو اطاعت گذار فرمابردار بندوں کے لےُ اللہ سے رحمت اور انعام و اکرام کی دعا کرتے ہیں اور نافرمانوں پر لعنت و ملامت کرتے ہیں ۔جس لمحہ حضرت ذوالجلال کی نظر عنایت دنیا پر مرکوز ہوتی ہے اسوقت اللہ تعالی اپنی مرضی کے مطابق کہ جیساوہ چاہتا تھا اپنے بندوں سے عبادت کرنے کو یااس کی بندگی کرنے کو ویسا کرنے والے بندوں یا گروہ اور جماعت پر اس کی نظر کا مرکوز ہو جانا ایک ہزار مہینے کی مقبولہ عبادت سے بہتر قرار دیا ہے ۔فرشتوں کا دنیا میں گروہ درگروہ چھا جانا یہ بتا رہا ہے کہ وہ لمحہ جب اللہ تعالی اپنے مخصوص بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو نور خداوندی کے فیضان سے خود کو منور کر لینے کے لےُ جہاں پر اللہ کے خاص بندوں کا گروہ ہے فرشتوں پر اس نور کا عکس پڑ جانا بھی ان کی سعادت مندی کا سبب ہے ۔

اہلسنت والجماعت کا بڑا طبقہ ابو الاعلی مودودی کو قابل اعتبار اس لےُ نہیں مانتا کیونکہ مودودی نے کئی معاملات میں صحابہ رسولﷺ کی تعلیمات و معاملات میں اعتراض کیا ہے ۔اور اس کے علاوہ مودودی نے مصر کے سیاسی رہنماء حسن البناء کی تحریک اخوان المسلمین سے اپنی تحریک جماعت اسلامی مستعار لی تھی ,یعنی اسلام کے نام پر دنیا میں حکومت کرنا دونوں تحریکوں کا منشاء و مقصد رہا ہے ۔اس کے باوجود مودودی نے کئی حقیقتوں کا انجانے میں ہی سہی اعتراف کیا ہے۔ کبھی کبھی مخالفین و معاندین بھی حقیقت کا اعتراف کر جاتے ہیں ۔جرمن فلسفی وشاعر گوئٹے نے کہا ہے کہ جب بھی میں یہ کتاب (قرآن مجید)پڑھتا ہوں میری روح میرے جسم میں کانپنے لگ جاتی ہے ۔مودودی نے سورۃ العلق کی تفہیم میں لکھا ہے کہ '' یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کی آیات اور سورتیں اللہ تعالی اسی وقت تصنیف نہیں فرماتا تھا جب رسولﷺ اور آپ کی دعوت اسلام کو کسی واقعہ یا معاملہ میں ہدایت کی ضرورت پیش آتی تھی' بلکہ کاینات کی تخلیق سے بھی پہلے ازل میں اللہ تعالی کے ہاں زمین پر نوع انسانی کی پیدائش اس میں انبیاء کی بعثت' انبیاء پر نازل کی جانے والی کتابوں اور تمام انبیاء کے بعد آخر میں محمدﷺ کو مبعوث فرمانے اور آپﷺ پر قرآن نازل کرنے کا پورا منصوبہ موجود تھا۔شب قدر میں صرف یہ کام ہوا کہ اس منصوبے کے آخری حصے پر عملدرآمد شروع ہوگیا۔اس وقت اگر پورا قرآن حاملین وحی کے حوالے کر دیا گیا ہو تو کوئی قابل تعجب امر نہیں (شب قدر کی رات کو پورا قرآن حامل وحی فرشتوں کے حوالے کر دیا گیا اور پھر واقعات اور حالات کے مطابق وقتاً فوقتاً ۲۳ سال کے دوران جبرئیلؑ اللہ تعالی کے حکم س اس کی

آیات اور سورتیں رسول ﷺ پر نازل کرتے رہے)تَنَزَّ لُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَ ا لرُّحُ فِیھَا بِاِذْنِ رَبِّھِم ج مِنْ کُلِّ اَمْرٍ لا سَلٰمٌ قف ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ ا لْفَجْرِ ہ ' فرشتے اورروح اس میں اپنے رب کے اذن (مرضی،حکم) سے ہر حکم لے کر اتر تے ہیں۔روح سے مراد جبریل ہیں۔وہ بطور خودنہیں آتے بلکہ اپنے رب کی اذن (مرضی) سے آتے ہیں۔یہاں یہ بات بھی معلوم ہورہی ہے کہ جب بھی اللہ کی مرضی ہوگی جبریل آیا کریں گے۔اور یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ اللہ کی مرضی کچھ بھی ہوسکتی ہے اس میں کسی کوتردد نہیں ہونا چاہیے اور بلواسطہ یا بلا واسطہ حکم یا تعلیم بھی ہوسکتی ہے۔ترتیب کے لحاظ سے الم نشرح چورانو (۹۴)سورۃ العلق چھیانویں (۹۶) آیت ہے،سورۃ قدر ستیانوں (۹۷)اور سورۃ بینہ اٹھیانویں (۹۸) آیت ہے۔قرآن کریم میں ان کی ترتیب ایک عجیب وغریب وضاحت کی طرف اشارہ کررہی ہے اگر فی الواقعہ مودودی ہی کی بات کو مان لیں تو یہ ایک منصوبہ بندترتیب ہے۔اس منصوبہ بندی میں کئی باتیں آجاتی ہیں خاتم الانبیا کے بعد خاتم الاولیاء کا ایک معینہ مدت اور مقام پر آنا۔وہ اُمور جن کا تعلق تعلیمات ولایت یا احسان کے بیان کے لئے ' مبین کلام اللہ کا آنا۔اور دورنبوت ﷺ میں ان تعلیمات کو مخصوص صحابہ ؓ تک محدود رکھنا ان کو عام نہ کرنا وغیرہ۔

مودودی نے سورۃ بینہ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ'قرآن مجید کی ترتیب میں اس سورۃ کو سورۃ العلق اور سورۃ قدر کے بعد رکھنا بہت معنی خیز ہے۔سورہ علق میں پہلے وحی درج کی گئی (اقراء بسم) سورۃ قدر میں بتایا گیا کہ وہ کب نازل ہوئی اور اس سورۃ (بینہ) میں بتایا گیا کہ اس کتاب پاک کے ساتھ ایک رسول بھیجنا کیوں ضروری تھا۔اس سورہ میں اہل کتاب کی گمراہیوں کے متعلق وضاحت کی گئی ہے کہ ان کے مختلف راستوں میں بھٹکنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اللہ تعالی نے ان کی رہنمائی نہ کی تھی بلکہ وہ اس کے بعد بھٹکے کہ ان کے پاس راہ راست کا بیان واضح آچکا تھا اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنی گمراہیوں کے وہ خود ذمہ دار تھے اور اب پھر اللہ کے رسول ﷺ کے ذریعہ (اور اہل قرآن کو مہدیؑ کے ذریعہ) بیان واضح آجانے کے بعد بھی اگر وہ بھٹکے ہی رہینگے تو ان کی ذمہ داری اور بڑھ جائے گی۔آخر میں صاف صاف ارشاد ہوا ہے کہ جو اہل کتاب (یا اہل قرآن) اور مشرکین اس رسول ﷺ (یا مبیّن) کو ماننے سے انکار کریں گے وہ بدترین خلایق ہیں ان کی سزا ابدی جہنم ہے۔

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُ امِنْ اَھْلِ ا لْکِتٰبِ وَ ا لْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِیْنَ (سورہ بینہ) ''اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے (وہ اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے۔

مودودی نے اس کی تفہیم میں لکھا ہے کہ'کفر میں مشترک ہونے کے باوجود ان دونوں گروہوں (اہل کتاب ومشرک) کو دو الگ الگ ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس پہلے انبیاء کی لائی

ہوئی کتاب، خواہ تحریف شدہ شکل ہی میں سہی موجودتھی اور اسے مانتے تھے (آج اہل قرآن کے پاس بغیر تحریف شدہ احکام واضح دلایل والی تنزیل قرآن ہے) اور مشرکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی نبی کے پیرو اور کسی کتاب کے ماننے والے نہ تھے۔............قرآن کریم میں کہیں ان (یہودونصاری) کے لئے "مشرک" کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی بلکہ ان کا ذکر اہل کتاب اَلَّذِیْنَ اُوْ تُو ا الْکِتٰبَ (جن کو کتاب دی گئی تھی) یا یہودونصاری کے الفاظ سے کیا گیا۔کیونکہ وہ اصل توحید کو مانتے تھے اور پھر شرک کرتے تھے۔(جیسے اہل قرآن بعض احکامات کو مانتے اور بعض کو نہیں مانتے)

یہاں کفر اپنے وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جن میں کافرانہ رویہّ کی مختلف صورتیں شامل ہیں۔مثلاً کوئی اس معنی میں کافر تھا کے سرے سے اللہ ہی کو نہ مانتا تھا,کوئی اللہ کو مانتا تھا مگر اسے واحد معبود نہ مانتا تھا, بلکہ خدا کی ذات خدا کی صفات واختیارات میں کسی نہ کسی طور پر دوسروں کو شریک ٹھہرا کر ان کی عبادت بھی کرتا تھا۔کوئی اللہ کی وحدانیت بھی مانتا تھا مگر اس کے باوجود کسی نوعیت کا شرک بھی کرتا تھا۔کوئی خدا کو مانتا تھا مگر اس کے نبیوں کا انکار کرتا تھا۔کوئی آخرت کا منکر تھا۔

اس سورۃ میں اللہ تعالی نے بڑے صاف اور واضح انداز میں "بینہ" یعنی **دلیل** روشن کو رسول (یا اللہ کا خلیفہ)

کا بھیجا جانا بتایا ہے جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں بالکل راست اور درست **تحریریں** لکھی ہوئی ہوں۔اور مودودی نے جو باتیں کہی ہیں وہ ہیں:۱) اللہ کے رسول (یا اللہ کا خلیفہ) روشن **دلیل** ہیں ۲) اہلکتاب اگر بھٹکے ہیں تو واضح **دلیل** اور احکام آنے کے بعد ہی بھٹکے ہیں ۳) اللہ تعلیٰ منصوبہ بند طریقے سے کسی بھی کام کو ترتیب دیتے ہیں۔

حضرت مہدئ موعود علیہ السلام نے دعوی مہدی کے **دلیل** میں جو آیات قرآن حجت کے طور پر پیش فرمایں ان میں سورۂ بینہ اٹھارویں آیت مبارکہ ہے "کہ اختلاف نہیں کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی مگر بعد اس کے کہ آیا ان کے پاس بینہ" مہدئ موعود علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھ کو حکم دیا کہ ان لوگوں سے مراد جن کو کتاب دی گئی تیرے زمانے کے علماء ہیں اور بینہ سے مراد مہدئ موعود علیہ السلام تیری ذات ہے۔
(ہژدہ آیات۔بندگمیاں عبدالغفور سجاوندیؒ)

خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ نے اپنے دعوی مہدویت کے ثبوت میں جن اٹھارہ (۱۸) آیات کریمہ کو پیش فرمایا ان میں سورہ ھود کی آیت کریمہ "اَ فَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (سورہ ھود آیت ۱۷)
کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کرسکتا ہے، جو **دلیل** روشن پر قایم ہو اور جو اپنے رب کی جانب سے آیا ہے۔
اس کے بعد کی آیت مبارکہ دیکھیں "وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۞
فتح محمد خاں جالندھری نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "اور اہل کتاب جو فرقوں میں بٹے ہیں تو **دلیل** واضح (بینہ)

کے آنے کے بعد ہی بٹے ہیں۔اور تفہیم القرآن کا ترجمہ یوں ہے۔پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں تفرقہ برپا نہیں ہوا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس (راہ راستکا) بیان واضح آچکا تھا۔یعنی جن لوگوں کو کتاب دی گئی اور واضح بیان ہونے کے بعد بھی تفرقہ کیا۔اب یہی کام اہل قرآن بھی کر رہے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ اللہ کی کتابیں اور صاف احکامات ہونے کے بعد ہی لوگوں نے دین میں تفرقہ کیا ہے پس اسی طرح اہل قرآن بھی نافرمانی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

جیسا ہم نے پہلے بتایا الم نشرح چورانو (۹۴) سورۂ العلق چھیانویں (۹۶) آیت ہے ,سورۂ قدر ستیانوں (۹۷) اور سورۂ بینہ اٹھیانویں (۹۸) آیت ہے۔مودودی کے الفاظ میں اس کی ترتیب ''معنی خیز ہے''

سورۂ ضحیٰ کی تفہیم میں مودودی نے لکھا ہے کہ ''روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مدت تک رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول بند رہا......اس پر رسول اللہ ﷺ سخت غمگین ہو گئے اور مخالفین بھی آپ کو طعنہ دینے لگے تھے'......مشرکین نے کہنا شروع کیا کہ محمد (ﷺ) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا ہے یا ان سے رب ناراض ہو گیا ہے......لامحالہ حضور ﷺ کو سخت پریشانی ہوئی آپ کو بار بار یہ شبہ گذرتا کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا کہ میرا رب مجھ سے ناراض ہو گیا ہو اور اس نے مجھے حق و باطل کی اس لڑائی میں تنہا چھوڑ دیا ہو۔حضور ﷺ کو تسلی دینے کے لئے سورۂ ضحیٰ نازل ہوئی اور کہا گیا کہ ان ابتدائی دور کے مشکلات سے آپ مطلق پریشان نہ ہوں ہر بعد کا دور پہلے دور سے آپؐ کے لئے بہتر ثابت ہوتا جائیگا۔اس کے بعد اس تسلی اور خوش خبری کو بیان کرتے ہوئے سورۂ الم نشرح میں کہا گیا کہ ''وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' اور تمہاری خاطر تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''جبریلؑ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا میرا رب ,او رآپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح تمہارا ذکر رفع کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا۔(ابن جریر ,ابن ابی حاتم ,مسند ابو یعلی ,ابن المنذر ,ابن حبان ,ابن مردویہ ,ابونعیم) ایسی ہی تفصیلات درمنثور ,ابن کثیر ,طبری ,اور دیگر کتابوں میں درج ہیں۔

نزول کے لحاظ سے سب سے پہلی وحی ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ تھی۔لیکن سورۂ علق کو جس میں یہ آیت مبارکہ ہے سورۂ ضحیٰ اور سورۂ الم نشرح کے بعد رکھا گیا ہے۔سورۂ ضحیٰ میں آپؐ کو تسلی دی گئی سورۂ الم نشرح میں آپؐ کے ذکر کو بلند کرنے کی بات کہی گئی اس کے بعد نزول وحی کی پہلی سورہ ہے اس کے بعد سورۂ قدر ہے جس میں قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارے جانے کی بات ہے ''اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ'' ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل

کیا۔''شَهْرُ رَمَضَانَ ا لَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ ۱۸۵) رمضان وہ مہنہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔
''یہ وہ رات ہے جس میں پہلی مرتبہ خدا کا فرشتہ غار حرا میں نبی ﷺ کے پاس وحی لے کر آیا تھا وہ ماہ رمضان کی ایک رات تھی۔'' اِنَّا اَنْزَ لْنٰهُ فِی لِلیْلَۃِ مُّبٰرَ کَۃٍ (سورۂ دخان ۳) ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا۔
اوراس کے بعد ''بینہ''یاروشن دلیل یا اللہ کے رسول ﷺ اور (یاخلیفۃ اللہ کی بات)والی سورۃ ہے
غور کریں جب رسول اللہ ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا گیا (الم نشرح) 'وحی نازل کردی گئی (العلق)
۔قرآن مجید نازل کردیا گیا (قدر) اسکے بعد روشن دلیل کی بات ہے (بینہ)اگر ہم منکران مہدی ہی کی تحریرات میں مہدیٔ موعود آخر الزماں سید محمد جونپوری علیہ السلام کی بعثت کی حقیقت کو تلاشیں تو تمام سچایوں کی کڑیاں ایک دوسرے سے جڑتی نظر آتی ہیں۔کہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالی کی جانب سے مہدی موعود ہونے کی دعوت دینے کے حکم کو قرآن کریم کی آیات مبارکہ کو دلیل کے طور پر پیش فرمایا تھا وہ قرآن کے پیغام میں کئی سورتوں اورآیات میں واضح طور پر بیان کردیا گیا ہے۔جیسے کہ مودودی نے بینہ کے دیباچہ میں لکھا ہے 'قرآن مجید کی ترتیب میں سورۂ بینہ کو سورہ ٔعلق اور سورۂ قدر کے بعد رکھنا ''معنی خیز ہے'' سورہ علق میں پہلی وحی درج کی گئی۔سورہ قدر میں بتایا گیا کہ وہ کب نازل ہوئی۔اوراس سورۃ (بینہ) میں بتایا گیا ہے کہ اس کتاب کے ساتھ ایک رسول (روشن دلیل) کا بھیجا جانا کیوں ضروری ہے۔
ہم کہتے ہیں کہ الم نشرح میں رسول ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا گیا ہے اسکے بعد وحی اور قرآن کے نزول کا ذکر قدر میں کردیا گیا کہ وہ عظیم رات ہے جسمیں قرآن نازل ہوا ۔اس کے بعد روشن دلیل (بینہ) میں رسول کا ذکر یہ بتاتا ہے کہ خاتم الانبیا ﷺ کے ذریعہ قرآن پیش کیا جا چکا ہے اوراسے ایک عظیم قدر والی رات میں اتارا گیا ہے اب اس کے بعد اسکے بیان کا اہتمام بھی کیا جایگا۔اس کے لئے روشن دلیل مبین کلام خلیفۃ اللہ کا آنا اس سلسلے کی آخری کڑی ہے اورصاحب بینہ کا مقام کوئی عام مقام نہیں ہے۔اس کی وضاحت رسورۃ رحمٰن میں بھی کی گئی ہے۔رحمن نے قرآن کی تعلیم دی 'اس نے انسان کو پیدا کیا ' پھر اس کو بیان سکھایا'' پہلے معلم قرآن کے ذریعے قرآن کی تعلیم دی ائ پھر انسان کو پید کیا اوراس کو بیان سکھایا۔یہاں بھی بات منصوبہ بندی ہی کی ہے قرآن کریم جہاں کہیں (بینہ) روشن دلیل کا لفظ استعمال کیا ہے اسے پیغمبر' رسول' نبی اور اللہ کے خلیفہ کے معنوں میں استعمال کیا ہے جسے سورۂ ھود آیت ۲۷'' (نوحؑ نے)فرمایا کہ اے میری قوم! یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے (بینہ) دلیل پر ھوں (جس سے میری نبوت ثابت ھے) دیگر مفسرین کی طرح مودودی نے تفہیم کیا ہے۔
یہاں روشن دلیل انہیں معنوں میں اللہ کا خلیفہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کا تابع تام ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ کے ذکر کو بلند

کر دیے جانے اور نزول قرآن کی عظمت اور حقیقت کے بیان کے لیے مبعوث کیا جانے والا ہے بعد جسے اختیار دیا گیا ہے کہ ''شب قدر'' کی نشاندہی اور اس کا تعین کرے اور اس عظیم نعمت کی عطا اور تعین پر ''دو رکعت لیلتہ القدر'' کو فرض قرار دے۔ان دو رکعت کا ترک کرنا اس قدر والی رات کی عظمتوں کا انکار کرنا ہی قرار پائے گا۔اس رات امام کے ساتھ نماز پڑھنا جو باجماعت ہوتی ہے اور فرض ہی ہوا کرتی ہے۔درمنثور کی یہ روایت تائید کرتی ہے۔

''امام طیالسی،ابن زنجویہ،ابن حبان،اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزہ رکھا۔تو آپؐ نے مہینے میں کسی رات ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا' یہاں تک کہ جب چوبیسویں (۲۴) کی رات آئی (جو جفت ہے) جو باقی رہنے والی سات راتوں میں سے تھی تو آپ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی' یہاں تک کہ رات کا تہائی حصہ گزرنے کے قریب ہو گیا۔(صحابہؓ کا یہ کہنا کہ بتا رہا ہے کہ آپؐ نے اس مہینہ رات کو قیام نہ کیا مگر!چوبیسویں کی رات (جو جفت ہے) کو قیام کیا (نماز پڑھائی) یہاں تک کہ صبح ہونے کو آئی)اور جب پچیسویں (۲۵) کی رات آئی (جو طاق ہے)تو آپؐ نے ہمیں نماز نہ پڑھائی۔اور چھبیسویں (۲۶) کی رات آئی جو باقی رہنے والی سات راتوں میں سے تھی (جفت)تو آپؐ نے ہمیں نماز پڑھائی۔یہاں تک کہ رات نصف سے زائد گزرنے کے قریب ہو گئی۔تو میں نے عرض کیا:یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ہمیں رات کے بقیہ حصے میں نفل پڑھا دیں؟تو آپ ﷺ نے فرمایا''نہیں بلاشبہ جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کر واپس لوٹتا ہے تو اس کے لئے رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے (جیسے نماز فرائض کا قیام لکھا جاتا ہے) (یہ نماز مقبول ہو جاتی ہے) پھر جب ستائیسویں (۲۷) کی رات آئی (جو طاق ہے)تو آپؐ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی پھر جب اٹھائیسویں (۲۸) کی رات آئی (جو جفت ہے)تو رسول اللہ ﷺ اور دوسرے لوگ اکٹھا ہوئے اور آپؐ نے ہمیں نماز پڑھائی،یہاں تک کہ قریب تھا ہماری سحری کا کھانا رہ جاتا۔پھر مہینے کے کسی دن آپؐ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔

اس روایت میں یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ جفت راتوں کو نماز پڑھا رہے ہیں اور طاق راتوں کو نماز نہیں پڑھاتے ہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین کے کہنے پر کے ہمیں نفل پڑھا دیں کہتے ہیں کہ ''بلاشبہ جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کر واپس لوٹتا ہے تو اس کے لئے رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے'' کیا حضور ﷺ اس رات کی مقبولہ عبادت ''دو رکعت نماز فرض سے آگاہ کئے جا چکے تھے''؟؟یا آپ کو وحی کی جا چکی تھی کہ اس رات اداء کی جانے والی نماز فرض قرار دی جائیگی؟یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ رسول مقبول ﷺ بارگاہ رب العزت میں معزز،محترم اور مقبول ہونے کے باوجود زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت' قربت اور خوشنودی کے متلاشی رہتے

ورنہ کیا بات ہے کہ آپ ﷺ اُمت کو تو طاق راتوں میں شب قدر تلاش کرنے کو کہہ رہے ہوں اور خود ﷺ جفت راتوں میں نماز پڑھاتے ہیں اور طاق راتوں میں نہیں پڑھاتیاور فرماتے ہیں کہ '' بلاشبہ جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کر واپس لوٹتا ہےتو اس کے لئے رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے'' یہاں اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہے کہ رسول ﷺ کا مقام کیا ہے۔مسند امام حنبل (۸۱۶۶) میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے ایک ہی سحری سے **مسلسل** کئی روزے رکھنے اپنے آپ کو بچاؤ۔صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی **مسلسل** روزے رکھتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا! میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں تو اس حال میں رات گذارتا ہوں کہ میرا رب خود ہی مجھے کھلاتا ہے پلاتا ہے''

نقل ہے کہ حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ''جو کچھ خدائے تعالیٰ سے اپنے کانوں سے سنتا ہوں زبان سے تم کو پہنچا دیتا ہوں خواہ یقین کریں یا نہ کریں خدا جانے تم جانو (نقلیات میاں عالمؒ)

نقل ہے کہ حضرت مہدیٔ علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص عمل کرے اور اس کے عمل سے فایدہ نہ ہو وہ عمل ضایع ہے۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ نمازوں میں نماز فرض ہی ایسی نماز ہے جس کو درج کیا جاتا ہے جس پر پرسش ہوگی اور اس کے نہ اداء کرنے پر عذاب ہوگا۔کیونکہ وہ اللہ تعالی کے حکم کی ادائگی اور اطاعت میں ہوتی ہے۔باقی نمازیں جیسے کچھ سنتیں اور نوافل بندے کی سہولیت اور مرضی کی ہیں اس میں اللہ کی خوشنودی تو ہے ہی مگر ادائگی پر ثواب ہے۔نہ اداء کرنے پر عذاب نہیں ہے۔یہاں پر رسول اللہ ﷺ نے نمازوں کے ذریعہ اشارہ تو نہیں دیا ہے؟ کہ رمضان کے آخری عشر میں ایک ایسی نماز ہے جو فرض کا درجہ رکھتی ہے جس کا انتظار کیا جانا چاہے اور آپ کی عترت یا اولاد میں آنے والے خلیفۃ اللہ مامور من اللہ کے حکم سے وہ اداء کی جانے والی نماز لیلۃ القدر کی دو رکعت ہیں! اسی لئے آپ ﷺ نے جفت راتوں میں تو صحابہ کے ساتھ اتنا قیام فرمایا کہ سحری کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہوا مگر طاق راتوں میں نماز نہیں پڑھائی۔جبکہ کئی روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔اس طرح آپ ﷺ نے اُمت کو پیغام دیا کہ لیلۃ القدر والی رات کی نماز امام کے پیچھے اداء کی جائگی اور اسے لکھ دلیا جائے گا۔اس میں رات بھر قیام کرنے کا کا مطلب دو رکعت نماز ہے۔تو کیا نماز فرض سے بہتر کوئی عبادت ہو سکتی ہے۔اور نفل نمازیں تو فرایض کا بدل نہیں ہو سکتیں۔اسی لئے سورۂ قدر کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے دلیل روشن ''بینۃ'' کا آنا طے تھا اس لئے سورہ قدر کے بعد سورۂ بینہ۔اس مبین کلام اللہ کی آمد کا اشارہ ہے۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ جفت راتوں میں نماز پڑھاتے ہیں طاق راتوں میں نہیں پڑھاتے ہوئے ''اس نماز کی امامت یا اس بینہ کی ''امامت'' اور اس کی اہمیت'' بتاتے ہیں۔حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کوئی چیز بیان کرنے سے نہ چھوڑی حتیٰ کہ

وہ پرندہ جو آسمان میں بازو پھیلاتا ہے اس کا علم بھی ہم سے بیان فرمایا (مدارج النبوہ)

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت منصور بن زاذان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "سورج کے غروب ہونے کے وقت سے لے کر فجر طلوع ہونے تک فرشتے اترتے رہتے ہیں وہ ہر مومن کے پاس سے گذرتے ہیں اور کہتے ہیں " اسلام علیک یا مومن" اے مومن تجھ پر سلام ہو۔

یہاں مومن کے ساتھ تخصیص ہے مسلمانوں یا اللہ کے بندوں کے ساتھ خطاب عام نہیں ہے۔ ایمان کا تقاضہ یقین ہوتا ہے جس کو یقین نہیں اسے ایمان نہیں۔ مومن وہ جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام پر بغیر چوں بہ چرا عمل کرے۔ اپنے نفس کی پیروی کرنے والے مومن نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے اسلام لانے قرآن پڑھنے نماز، روزہ زکوۃ، حج کرنے اور کلمہ گو ہونے کے بعد بھی اللہ تعالی بندوں سے کہہ رہے ہیں" یَا یُّھا الَّذِیْنَ 'امَنُوا ادخُلُوْ فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً (بقرہ ۲۸) اے! ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ یعنی اپنی مرضی سے جس اسلام پر تم چل رہے ہو وہ آدھا اسلام ہے۔ اللہ اسکے رسولوں کا بتایا ہوا اسلام پورا اسلام ہے۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے میری اُمت کو شب قدر عطا فرمائی ہے اور ان سے پہلے کسی کو عطا نہیں فرمائی۔ (درمنثور)

کچھ لوگ جان بوجھ کر حق سے چشم پوشی اختیار کرتے ہیں۔ مودودی نے سورہ علق کی تفہیم میں لکھا ہے کہ" اللہ تعالی نے نبوت کے منصب پر سرفراز فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھادیا تھا۔ اس طریقے کا ذکر قرآن میں کہیں نہیں ہے کہ اے نبی ؐ کہ تم اس طرح نماز پڑھو لہذا یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر صرف وحی نازل نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی وحی کے ذریعہ سے آپ ؐ کو ایسی باتوں کی تعلیم دی جاتی تھی جو قرآن میں درج نہیں"۔

ایسی ہی باتوں میں مہدیؑ کا ذکر مہدیؑ کی بعثت کا مقصد مہدیؑ کی آمد کا مقام زمانہ قیام ماہیت کیفیت آپؑ کا مقام و مرتبہ سب کچھ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ہی معلوم ہوتا ہے قرآن میں صرف اشارے ہیں ہم خدا کی مرضی اور منشاء کو اپنے ناقص خیال سے نہیں بدل سکتے یا اپنی مرضی کے مطابق نہیں دیکھ پاتے۔ علم الغیب پر یقین کرنا ہی ایمان کا جز ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآن کو جس طرح تم سمجھ کر پڑھ رہے ہو تفسیر کر رہے ہو معنی و مطلب بیان کر رہے ہو وہ سب ظاہر ہے باطن کا علم اللہ کے رسول ﷺ اور صاحب بینہ کے پاس ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے ان سے کہا کہ اگر آپؑ کسی ایسے شخص کو زندہ کریں جو کشتی نوحؑ کو دیکھا ہو تو ہم

اس سے کشتی کے متعلق سوال کریں گے۔

پس عیسیٰ ان کے ساتھ ایک نشیبی علاقے میں پہنچ گئے وہاں پہنچ کر آپ نے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور حواریوں سے پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانیں۔ عیسیٰ نے کہا یہ حام بن نوح کی قبر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس نشیبی جگہ پر اپنا عصا مارا اور کہا اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ یہ کہتے ہی زمین پھٹ گئی۔ اور اس میں سے ایک بوڑھا شخص اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھا عیسیٰ نے اس پوچھا کیا تمھارا انتقال بڑھاپے میں ہوا تھا۔ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ میرا انتقال جوانی میں ہوا تھا۔ میں نے یہ گمان کیا کہ قیامت قایم ہو چکی ہے اس خوف سے میرے بال سفید ہو گئے۔

عیسیٰ کے حواریوں نے حام سے کہا: آپ ہمارے ساتھ چلیں تا کہ اطمینان سے بیٹھکر باتیں کریں تو انہوں نے جواب دیا جس شخص کا رزق دنیا سے ختم کر دیا گیا ہو وہ کس طرح آپ لوگوں کے ساتھ جا سکتا ہے۔ پھر عیسیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے لوٹ جاؤ وہ دوبارہ مٹی میں چلا گیا۔ (طبری) یعنی ہم خدا کی مشیت کو بدل نہیں سکتے وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے وہ مرضی کا مالک ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے وہ مردوں کے ساتھ بات چیت کرنا چاہتا ہے زندگی اور حیات بعد الموت کے راز جاننا چاہتا ہے وہ اپنے جیسا سب کو بنالیا چاہتا ہے۔ حتی کہ وہ قرآن کے کھلے پیغام کے باوجود خود کو خلیفۃ اللہ کے مقام پر متمکن دیکھنا چاہتا ہے جب کہ یہ ممکن نہیں۔ اسے اپنی حیثیت اور کمتری کا پہلے جایزہ لے لینا چاہئے یہی بندگی ہے۔ جب وہ نیستی کو اپنالیگا تو معرفت الٰہی کے اسرار اس پر منکشف ہونگے۔

رمضان کا پہلا عشرہ رحمت دوسرا دوزخ سے نجات تیسرا عشرہ انعام واکرام کا ہے۔ قرآن کریم شروع ہوتا ہے وعدہ وعید سے وجود آدم سے حقیقت کاینات سے ملایکہ کے ذکر سے انسانوں اور جنوں کے شر وفساد کے ذکر سے پیغمبروں کا آنا پیغام سنانا انسانوں کی اطاعت بندگی سرکشی گناہ بغاوت پیغمبروں کو ستایا جانا اللہ تعالی کا قہر وغصب اس کے بعد قیامت اس کی ہولناکی آخرت میں گناہوں کی پرسش اللہ تعالی کی عدالت, اور قرآن کے آخری حصے میں سورہ قدر ہے جس میں فرشتوں کے ساتھ جبریلؑ کا آنا انسانوں کا حال دریافت کرنا ذکر ہوا ہے۔ اللہ تعالی قدر والی رات یہ دیکھتے ہیں کہ جو قرآن کا پیغام تھا اس کا نسل انسانی پر کیا اثر ہوا ہے۔ اس وقت جو نظر اللہ کی رحمت کی پڑتی ہے اطاعت گذار بندوں پر اگر اس رحمت سے کسی کو کچھ حصہ نہ ملا تو پھر زحمت ہی زحمت ہے۔

مہدئ موعود علیہ السلام نے فرمایا میرے لوگ عیسیٰ سے ملاقات کریں گے۔ اور عیسیٰ کے بعد قیامت کا قایم ہونا بیان ہوا ہے۔ اور یہ بھی بیان ہوا ہے کہ قیامت برے لوگوں پر قایم ہوگی یعنی اللہ کے مطیع وفرماں بردار لوگوں پر

قیامت قایم نہ ہوگی۔اس سے ظاہر ہے اچھے لوگ ختم ہو چکے ہونگے ۔صرف برے لوگ ہونگے ۔قیامت سے پہلے اچھے لوگوں کواللہ تعالی اٹھالیگا۔قیامت کی دہشت کا مزہ چکھنے کے لئے اشرار کفار مشرک اور خدااور رسول ﷺ کے نافرمان اور جان بوجھ کر قرآن وشریعت کیخلاف کرنے والے ہی رہ جاینگے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''معاملہ (دنیا) میں شدت بڑھتی جا ئیگی اور دنیا میں ادبار (افلاس' ذلت' اخلاق رذیلہ) بڑھتا ہی جاے گا لوگ بخیل سے بخیل تر ہوتے جاینگے اور قیامت انسانیت کے بدترین افراد پر قایم ہوگی' اور قرب قیامت کامل ہدایت یافتہ شخص صرف حضرت عیسیؑ بن مریم ہونگے''

(سنن ابن ماجہ جلد۳، ۴۰۳۹)

ایک بات اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ قیامت انسانیت کے بدترین افراد پر قایم ہوگی ۔دوسری یہ کہ اس حدیث سے عیسیؑ ابن مریم جیسے واحد ہدایت یافتہ شخص کا قرب قیامت ہونا بیان ہے جو مہدی وعیسیؑ کے اجتماع کا ایک ہی وقت وزمانہ میں نہ ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔چونکہ مہدی کے معنی 'ہدایت یافتہ' کے ہیں۔یہاں یہ حدیث مبارک اعلان کررہی ہے کہ اس وقت ہدایت یافتہ صرف عیسی علیہ السلام ہونگے۔اس طرح بھی مہدی وعیسیؑ کے اجتماع کی نفی ہورہی ہے۔

کسی چیز یا حقیقت کو تلاش کرنے کا حکم اس سے نفع حاصل کرنے کے لئے دیا جاتا ہے ۔مگر یہ کیا؟ تمام عمر اور قیامت تک تلاش ہی کرتے رہ گے'اس سے نفع حاصل نہ کیا تو اس چیز کا تلاش کرنا لا حاصل ہی ہوا۔جس چیز کو دنیا میں تلاش کرنے اور اس کا نفع آخرت میں حاصل کرنے کا حکم ہو اس سے فایدہ نہ ہوا تو اس کا کیا نتیجہ۔یہ ایک لایعنی سوچ ہے۔جو چیز آموجود ہوئی مل گئی خلیفہ اللہ نے نشاندہی کردی اللہ کے حکم کے ذریعہ اس کے باوجود اس سے فایدہ نہ حاصل کیا تو پھر تلاش کرتے رہنا کیا معنی؟ یہ بالکل ایسا ہے کہ کوئی دنیاء کی سب سے بلند پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنا چاہتا ہے پہنچ بھی جاتا ہے اسے پتہ ہے کہ اس سے بڑی اور کوئی چوٹی نہیں ہے پھر بھی بضد ہے کہ میں اس سے بلند چوٹی تلاش کروں گا تو یہ نادانی ہے۔

ابن مسعودؓ نے فرمایا جو شخص ارادہ کرے علم اولین وآخرین کا تو چاہے کہ اختیار کرے قرآن کو اور کہا بعض علماء نے ہر آیت کے ساٹھ فہم ہیں اس آیت کی سمجھ سے جو چیز باقی رہ گی ہے وہ زیادہ ہے سات سے اور کہا قرآن کا آخری حصہ ستہتر ہزار دوسو علموں کو حاوی ہے کیونکہ ہر کلمہ کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔اور ایک انتہا ہے اور ایک ابتداء اور قرآن میں تمام علوم کی طرف اشارے ہیں اور ہر وہ بات جو فکر کرنے والوں کو مشکل معلوم ہوتی ہے قرآن

میں اس کی طرف اشارہ ہے۔(منہاج التقویم میں بندگیمیاں عبدالملک سجاوندیؒ)

زوارف میں ابن مسعودؓ کے قول کے بیان میں مامن ایة الا و لھا قوم سیعلمون بھا کوئی آیت نہیں ہے مگر اس کے لئے ایک قوم ہے جو معلوم کریگی اس آیت کے معنی' ابن مسعودؓ کا یہ کلام تحریص دلانے والا ہے ہر طالب صاحب ہمت کو اس اس بات پر اس کی ہمت مسموعات پر منقطع نہ ہوجائے۔اور یہ صاف کرے کلام وارد ہونے کی جگہ کو اپنے دل سے تا کہ سمجھ جائے ان معنی کے دقایق کو (منہاج التقویم میں بندگیمیاں عبدالملک سجاوندیؒ)

تاریخ اسلام میں حضور اکرم محمد ﷺ کے بعد کسی بھی انسان نے کسی بھی نماز کو فرض قرار نہیں دیا سوائے حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کے جنہوں نے لیلۃ القدر کی دو رکعت نماز کو فرض قرار دیا ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؑ مامور من اللہ تھے' اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ لیلۃ القدر کی نماز کو فرض قرار دینے کا مقام کیا ہے' یہ بات صرف تابع تام رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ کی متقاضی تھی۔یہ حکم صرف خلیفۃ اللہ مراد اللہ مامور من اللہ ہی دے سکتے تھے۔جو قران کریم کے مطابق ایک دلیل روشن تھے۔مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اپنے دعوائے مہدی کے ثبوت میں جن آیات قرآن مجید کو بطور حجت پیش فرمایا اس میں سورۂ آل عمران کی یہ آیت بھی ہے ''فَاِنْ حَآجُّوْکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ لِلّٰہِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ط وَ قُل لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ط فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اھْتَدَوْا ج وَّ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ ط وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ (ال عمران، آیت ۲۰) پس اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں تو آپ کہدیں اے محمدؐ میں تو اپنے کو متوجہ کر چکا ہوں اللہ کی طرف' اور وہ بھی متوجہ کردے گا اپنے کو اللہ کی طرف جو میری پیروی کرنے والا ہے۔حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے یہ حکم کے کہ یہ مَن (مَن اِتبعن کا مَن) خاص ہے اور اس سے مراد صرف تیری ذات ہے کوئی اور نہیں۔

نعمت کو قبول کرنے کے لے قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے۔سورۂ قدر کے انوار کو قبول کرنے اور جذب کرنے کے لئے بھی قابلیت ضروری ہے اور قابلیت پیدا ہوتی ہے تعلیم اور تربیت سے۔جب تعلیم اور تربیت ہی ناقص ہو تو فکر و عمل میں تضاد پیدا ہو جاتا ہے۔اسی لئے نفس کے زیر اثر انسانوں میں بغاوت سرکشی اور ہٹ دھرمی کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔اگر لیلۃ القدر کے انوار کو قبول کرنا ہو تو وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' کی حقیقت کو سمجھنا چاہے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیا ﷺ کے ذکر کو بلند کرنے کی بات کیوں بندوں کو بتارہا ہے کیونکہ یہ وہ ہستیٔ مبارک ہے جس کے نور سے یہ کائنات معرض وجود میں آئی۔جن کے قلب اطہر پر اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام نازل کیا وہ کلام جسے قدر والی رات میں اتارا

گیا" اِنَّآ اَنْزَ لْنٰہُ فِی لَیلَۃِ ا لْقَدْرِ' وہ کلام جولوح محفوظ میں تھا جو دنیا کے سینکڑوں اربوں سینوں کو روشن ومنور کرنے والا تھا روئے زمین کے چپہ چپہ سے اس سے نور کی روشنی اور شعاعیں پھوٹنے والی تھیں جو نور آسمانوں میں تھا وہ زمین کے طول وعرض میں پھیل گیا اسی نور کو دیکھنے کے لئے ہر ماہ رمضان مبارک کی ستائیسویں شب کو جبریل فرشتوں کی معیت میں زمین پر اتر آتے ہیں کہ فرشتوں کو دکھانے کے لئے کہ اللہ تعالی نے پیدائش آدم پر فرشتوں کی پریشانی اور وسوسے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا " انی اعلمو ما لا تعلمون" کہ اے فرشتو دیکھو میں نے اولاد آدم میں شرافت اطاعت و بندگی کے ساتھ اس کے نفس کو بھی آزادی دے رکھی تھی اور شیطان اس کی رگ وپے میں سرایت کر جانے کی قابلیت بھی رکھتا تھا لیکن! اللہ تعالی کے حبیب ﷺ نے بندگی واطاعت کو معراج پر پہنچا دیا تو ان کے تابع تام نے احسان کو ثابت کر دکھایا۔ حجابات کے پردے چاک کر دینے کا کمال پیدا کر کے دیدار کی منزل آسان کر دی اس میں نہ صرف سرور کائنات ﷺ بلکہ آپ کے تابع تام "بینہ" (یا روشن دلیل) نے بھی بندوں کو اپنے نفس کو اطاعت کرنے اور شیطان کے مکروفریب سے باز رہنے کی تعلیم اور تربیت فرمائی تا کہ ارشاد پر کھرے اتریں " وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَا لْنسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْ ن میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت یعنی اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ہے۔ رسول اکرم کی طرح مامور من اللہ مہدیٔ موعود ایک دلیل روشن تھے اپنے متبوع کی طرح جن کی گواہی دیتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا تھا۔ "اَ فَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَ یَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِنْہُ (سورہ ھود آیت ۱۷) کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے، جو دلیل روشن پر قایم ہو اپنے رب کی جانب سے آیا ہے۔ اسی حقیقت کو مکرر سکرر دہراتے ہوئے اللہ تعالی نے سورہ بینہ میں ان دونوں روشن دلیلوں کو پیش فرمایا ہے "وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْ تُو ا الْکِتٰبَ اِلَّامِنْ بَعْدِ مَا جَآئَتْھُم ُا لْبَیِّنَۃُ یہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعلیٰ کے بتائے ہوئے اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اور ان کے تابع تام کے بتائے ہوئے طریقے تعلیم اور تربیت کے ذریعے ہی ان انوار قرآن سے فایدہ حاصل کیا جا سکتا ہے نہ کہ اپنی مرضی اپنی پسند اور اپنی سہولیت سے اللہ کو پایا جا سکتا ہے۔ سابقہ امتوں کی ہزار مہینوں کی عبادت کا ثمرہ لیلتہ القدر کی ایک رات میں اور اس رات کی انوار کا ثمرہ دو رکعت نماز فرض میں۔ اس بات کا اشارہ رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے اور اسی لئے ایک صاحب بینہ یا دلیل روشن کا اہتمام ہے۔ یہ اللہ تعالی کی منصوبہ بندی ہے (مودودی کے الفاظ میں) کیونکہ اللہ تعالی کا ہر پیغمبر، نبی، رسول اور خلیفہ ایک دلیل روشن ہوتا ہے۔ کسی پر صحیفہ اتارا جاتا ہے کسی پر تنزیل کی جاتی ہے کسی کو معجزہ عطا ہوتا ہے کسی کو دیدار کرایا جاتا ہے۔

احیاء العلوم میں حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ "سعادت ایمان پر بعض لوگ اعلی درجات پر فایز ہوتے ہیں

بعض کم پر، بعض ادنیٰ درجے پر، سعادت دینوی ہو یا اخروی، سعادت کے یہ درجات معرفت ایمان کے تفاوت کی وجہ سے ہیں۔ معرفت نور ہے اس نور کے بغیر باری تعالی سے ملاقات ممکن نہیں "نُوْرُ هُمْ يَسْعَى بَيْنَ اَيدِ يهِمِ وَ بِايمَا نِهِم (پ ۲۸ آیت ۸) ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا۔ روایتوں میں ہے کہ لوگوں کو اس نور کی یکساں مقدار عطا نہیں ہوگی، بعض لوگوں کو پہاڑ کی مانند نور عطا ہوگا، بعض کو اس کم، اور کسی شخص کو انگوٹھے کے بقدر نور عطا ہوگا۔ وہ (اس کا) نور کبھی چمکے گا کبھی بجھ جائے گا.........................۔(احیاء العلوم)

آدمؑ کی لغزش کا معاف کیا جانا، نوحؑ کی کشتی کا کوہ جودی پر ٹھرایا جانا، ابراھیمؑ کو آتش نمرود سے رہائی، یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی، موسیٰؑ کو فرعون سے نجات، ۱۰ محرم کو۔

خاتم الانبیا ﷺ کی عظمت کا اظہار کیا جانا معراج میں ۲۶ رجب کو۔ ارواح مؤمنین کی مغفرت کی دعا کیا جانا شب برات کو۔ لیکن! اللہ کے مقبول بندوں کو انعام عظیم سے نوازا جانا لیلۃ القدر کو۔ مگر بندگی وہ جو اللہ کی مرضی کی ہو صرف سجدہ سجود کی بندگی نہیں مقام احسان کی بندگی، یا تو ہم اسے دیکھ رہے ہوں یا وہ ہمیں دیکھ رہا ہے"، پنجوقتہ نمازیں نماز مخصوصہ ہیں وہ اطاعت اور ادائیگی فرض ہیں۔ دو رکعت نماز بھی مخصوص ہے اللہ کے رسول ﷺ اور تابع تام رسول اللہ ﷺ خلیفہ اللہ کے ذریعہ فرض کی گئی۔

احیاء العلوم میں حضرت امام غزالیؒ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ" ان لربکم فی ایام دھر کم لنفحات الا فتحرضو الھا تمہاری زندگی کے ایام میں باری تعالی کی رحمت کے بہت سے جھونکے ہیں تم ان کی تاک میں رہو"

الحمد لله الذی فضلنا علی کثیر من عباده المو منین (النمل ع۲) تمام تعریف اللہ کے لئے سزاوار ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

سید یوسف بنگلور

جمعرات ۳۱ مئی ۲۰۱۲ مطابق ۹ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لیلتہ المبارکہ　　　　　　　　　　　　　　　　　　　سید یوسف بنگلور

ایک رات کی عبادت کا صلہ ایک ہزار مہینہ کی مقبولہ عبات سے بہتر! یا دو رکعت نماز یقین کا صلہ بھی ہوسکتا ہے؟

امام ابن ابی حاتمؒ نے حضرت علی بن عروہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرایل کے چار آدمیوں کا تذکرہ کیا، جنھوں نے اسی برس تک اللہ تعالی کی عبادت کی اور آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اللہ تعالی کی نافرمانی نہیں کی۔ وہ ہیں حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت حزقیل بن عجوز علیہ السلام، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین اس پر انتہائی متعجب ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد ﷺ آپ کی اُمتنے اسی برس تک ان لوگوں کی عبادت کرنے پر انتہائی تعجب کیا ہے۔ تحقیق اللہ تعالی نے اس سے بہتر اور افضل شئے نازل فرمادی ہے پھر انہوں نے یہ آیات پڑھیں۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةُ الْقَدْرِ............ اور کہا یہ اس سے بھی افضل ہے جس پر آپ کی اُمت نے اظہار تعجب کیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ انتہائی خوش ہوئے۔

حضرت ابوبکر واسطیؒ فرماتے ہیں کہ ''بندوں کی چار قسمیں ہیں: اول وہ جنھوں نے پہچانا اور طلب کیا۔ دوم وہ جنھوں نے طلب کیا لیکن پا نہ سکے۔ سوم وہ جنھوں نے پایا لیکن مفاد حاصل نہ کر سکے۔ چہارم وہ جنھوں نے پہچانا لیکن طلب نہیں کیا۔

اول وہ لوگ جنھوں نے مہدئ موعودؑ کے فرمان کے مطابق لیلۃ القدر کو پہچانا اور اس کی فضیلتوں اور برکتوں کو اللہ تعالی سے طلب کیا۔ دوم وہ لوگ جنھوں نے طاق راتوں میں تلاش تو کیا لیکن پا نہ سکے۔ سوم وہ لوگ جنھوں نے مہدئ موعود کے فرمان کو فرض، سنت اور نفل کے شش و پنج میں الجھ کر رہ گۓ ہیں۔ چہارم وہ لوگ جنھیں مہدئ موعود کے فرمان کے مطابق اس کی اہمیت تو معلوم ہے لیکن نفاق کی وجہ سے اس عظیم رات کی سعادتوں کو اللہ تعالی سے طلب کرنے میں ان کی عقل مانع رہی۔

جبرائیل علیہ السلام انبیاء ومرسلین کے پاس اللہ کے احکام اور وحی لانے پر مامور تھے۔ خاتم الانبیا ﷺ کے بعد نبوت رسالت اور وحی کا سلسلہ بند ہوگیا۔ تو پھر لیلۃ القدر کی رات کو ملایکہ کا نزول جبرائیلؑ کی معیت میں کیا معنی؟ اور اس رات عبادت کرنا ایک ہزار مہنوں کی مقبولہ عبادت سے بہتر قرار دینا کیا معنی؟ تیئیس (۲۳) سال تک جو قرآن مجید کا نزول آہستہ آہستہ ہوتا رہا وہی قرآن کریم اعلان فرماتا ہے ہے کہ لیلۃ القدر کی رات کو قرآن مجید آسمان سے اتارا گیا کیا معنی؟

اللہ تعالی فرامین واحکام کو رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ بندوں پر پیش کرنے کے بعد دنیا پر لیلۃ القدر کی رات

نظر کرم فرماتے ہیں ,توجہ فرماتے ہیں ,نگاہ ڈالتے ہیں ایک لمحہ کے لے کہ میں نے جو احکام بندوں پر پیش کۓ تھے اس پر کون کتنا عمل کر رہا ہے۔وہی لمحہ مخصوص خدا کی خوشنودی کا ہے۔اسی لۓ نزول قرآن کے وقت جبرائیلؑ جس طرح تیئس سالوں تک حضورﷺ کے پاس آیا کرتے تھے۔اسی طرح فرشتوں کی جماعت کے ساتھ نزول کر کے قرآن کے احکام کی بجاآوری پر امت رسولﷺ کا محاسبہ کرتے ہیں اس رات کو اطاعت گذار فرمابردار بندوں کے لۓ اللہ سے رحمت اور انعام و اکرام کی دعا کرتے ہیں اور نافرمانوں پر لعنت و ملامت کرتے ہیں ۔جس لمحہ حضرت ذوالجلال کی نظر عنایت دنیا پر مرکوز ہوتی ہے اسوقت اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق کہ جیساوہ چاہتا تھا اپنے بندوں سے عبادت کرنے کوئیا اس کی بندگی کرنے کو ویسا کرنے والے بندوں یا گروہ اور جماعت پر اس کی نظر کا مرکوز ہو جانا ایک ہزار مہینے کی مقبولہ عبادت سے بہتر قرار دیا ہے ۔فرشتوں کا دنیا میں گروہ درگروہ چھا جانا یہ بتا رہا ہے کہ وہ لمحہ جب اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو نور خداوندی کے فیضان سے خود کو منور کر لینے کے لۓ جہاں پر اللہ کے خاص بندوں کا گروہ ہے فرشتوں پر اس نور کا عکس پڑ جانا بھی ان کی سعادت مندی کا سبب ہے ۔

اہلسنت والجماعت کا بڑا طبقہ ابوالاعلیٰ مودودی کو قابل اعتبار اس لۓ نہیں مانتا کیونکہ مودودی نے کئی معاملات میں صحابہ رسولﷺ کی تعلیمات و معاملات میں اعتراض کیا ہے۔اور اس کے علاوہ مودودی نے مصر کے سیاسی رہنماء حسن البناء کی تحریک اخوان المسلمین سے اپنی تحریک جماعت اسلامی مستعار لی تھی یعنی اسلام کے نام پر دنیا میں حکومت کرنا دونوں تحریکوں کا منشاء و مقصد رہا ہے ۔اس کے باوجود مودودی نے کئی حقیقتوں کا انجانے میں ہی سہی اعتراف کیا ہے۔کبھی کبھی مخالفین و معاندین بھی حقیقت کا اعتراف کر جاتے ہیں ۔جرمن فلسفی و شاعر گوئٹے نے کہا ہے کہ جب بھی میں یہ کتاب (قرآن مجید) پڑھتا ہوں میری روح میرے جسم میں کانپنے لگ جاتی ہے ۔مودودی نے سورۃ العلق کی تفہیم میں لکھا ہے کہ '' یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کی آیات اور سورتیں اللہ تعالیٰ اسی وقت تصنیف نہیں فرماتا تھا جب رسولﷺ اور آپ کی دعوت اسلام کو کسی واقعہ یا معاملہ میں ہدایت کی ضرورت پیش آتی تھی' بلکہ کاینات کی تخلیق سے بھی پہلے ازل میں اللہ تعالیٰ کے ہاں زمین پر نوع انسانی کی پیدایش اس میں انبیاء کی بعثت' انبیاء پر نازل کی جانے والی کتابوں اور تمام انبیاء کے بعد آخر میں محمدﷺ کو مبعوث فرمانے اور آپﷺ پر قرآن نازل کرنے کا پورا منصوبہ موجود تھا۔شب قدر میں صرف یہ کام ہوا کہ اس منصوبے کے آخری حصے پر عملدرآمد شروع ہو گیا۔اس وقت اگر پورا قرآن حاملین وحی کے حوالے کر دیا گیا ہو تو کوئی قابل تعجب امر نہیں (شب قدر کی رات کو پورا قرآن حامل وحی فرشتوں کے حوالے کر دیا گیا اور پھر واقعات اور حالات کے مطابق وقتاً فوقتاً ۲۳ سال کے دوران جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کے حکم س اس کی

آیات اور سورتیں رسول ﷺ پر نازل کرتے رہے) تَنَزَّ لُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّحُ فِيهَا بِاِذْنِ رَبِّهِم ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ؀ فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے اذن (مرضی،حکم) سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔روح سے مراد جبریل ہیں۔وہ بطور خود نہیں آتے بلکہ اپنے رب کی اذن (مرضی) سے آتے ہیں۔یہاں یہ بات بھی معلوم ہو رہی ہے کہ جب بھی اللہ کی مرضی ہوگی جبریل آیا کریں گے۔اور یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی مرضی کچھ بھی ہوسکتی ہے اس میں کسی کو تردد نہیں ہونا چاہیے اور بلواسطہ یا بلاواسطہ حکم یا تعلیم بھی ہوسکتی ہے۔ترتیب کے لحاظ سے الم نشرح چورانو (۹۴) سورۂ العلق چھیانویں (۹۶) آیت ہے ،سورۂ قدر ستیانوں (۹۷) اور سورۂ بینہ اٹھیانویں (۹۸) آیت ہے۔قرآن کریم میں ان کی ترتیب ایک عجیب وغریب وضاحت کی طرف اشارہ کررہی ہے اگر فی الواقعہ مودودی ہی کی بات کو مان لیں تو یہ ایک منصوبہ بند ترتیب ہے۔اس منصوبہ بندی میں کئی باتیں آجاتی ہیں خاتم الانبیا کے بعد خاتم الاولیاء کا ایک معینہ مدت اور مقام پر آنا۔وہ اُمور جن کا تعلق تعلیمات ولایت یا احسان کے بیان کے لئے مبین کلام اللہ کا آنا۔اور دورِ نبوت ﷺ میں ان تعلیمات کو مخصوص صحابہ ؓ تک محدود رکھنا ان کو عام نہ کرنا وغیرہ۔

مودودی نے سورۂ بینہ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ 'قرآن مجید کی ترتیب میں اس سورۃ کو سورۂ العلق اور سورۂ قدر کے بعد رکھنا بہت معنی خیز ہے۔سورہ علق میں پہلے وحی درج کی گئی (اقراءبسم) سورۂ قدر میں بتایا گیا کہ وہ کب نازل ہوئی اور اس سورۃ (بینہ) میں بتایا گیا کہ اس کتاب پاک کے ساتھ ایک رسول بھیجنا کیوں ضروری تھا۔اس سورہ میں اہل کتاب کی گمراہیوں کے متعلق وضاحت کی گئی ہے کہ ان کے مختلف راستوں میں بھٹکنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اللہ تعالی نے ان کی رہنمائی نہ کی تھی بلکہ وہ اس کے بعد بھٹکے کہ ان کے پاس راہ راست کا بیان واضح آچکا تھا اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنی گمراہیوں کے وہ خود ذمہ دار تھے اور اب پھر اللہ کے رسول ﷺ کے ذریعہ (اور اہل قرآن کو مہدیؑ کے ذریعہ) بیان واضح آجانے کے بعد بھی اگر وہ بھٹکے ہی رہینگے تو ان کی ذمہ داری اور بڑھ جائے گی۔آخر میں صاف صاف ارشاد ہوا ہے کہ جو اہل کتاب (یا اہل قرآن) اور مشرکین اس رسول ﷺ (یا مبینؑ) کو ماننے سے انکار کریں گے وہ بدترین خلایق ہیں ان کی سزا ءابدی جہنم ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُ امِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ (سورہ بینہ) ''اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے (وہ اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے۔

مودودی نے اس کی تفہیم میں لکھا ہے کہ 'کفر میں مشترک ہونے کے باوجود ان دونوں گروہوں (اہل کتاب ومشرک) کو دو الگ الگ ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس پہلے انبیاء کی لائی

ہوئی کتاب، خواہ تحریف شدہ شکل ہی میں سہی موجود تھی اور اسے مانتے تھے (آج اہل قرآن کے پاس بغیر تحریف شدہ احکام واضح دلایل والی تنزیل قرآن ہے) اور مشرکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی نبی کے پیرو اور کسی کتاب کے ماننے والے نہ تھے۔............قرآن کریم میں کہیں ان (یہود و نصاری) کے لئے "مشرک" کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی بلکہ ان کا ذکر اہل کتاب اَلَّذِیْنَ اُوْتُو ا الْکِتٰبَ (جن کو کتاب دی گئی تھی) یا یہود و نصاری کے الفاظ سے کیا گیا۔ کیونکہ وہ اصل توحید کو مانتے تھے اور پھر شرک کرتے تھے۔ (جیسے اہل قرآن بعض احکامات کو مانتے اور بعض کو نہیں مانتے)

یہاں کفر اپنے وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جن میں کافرانہ رویہ کی مختلف صورتیں شامل ہیں۔ مثلاً کوئی اس معنی میں کافر تھا کے سرے سے اللہ ہی کو نہ مانتا تھا، کوئی اللہ کو مانتا تھا مگر اسے واحد معبود نہ مانتا تھا، بلکہ خدا کی ذات خدا کی صفات و اختیارات میں کسی نہ کسی طور پر دوسروں کو شریک ٹھہرا کر ان کی عبادت بھی کرتا تھا۔ کوئی اللہ کی وحدانیت بھی مانتا تھا مگر اس کے باوجود کسی نوعیت کا شرک بھی کرتا تھا۔ کوئی خدا کو مانتا تھا مگر اس کے نبیوں کا انکار کرتا تھا۔ کوئی آخرت کا منکر تھا۔

اس سورۃ میں اللہ تعالی نے بڑے صاف اور واضح انداز میں "بینہ" یعنی دلیل روشن کو رسول (یا اللہ کا خلیفہ)

کا بھیجا جانا بتایا ہے جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں بالکل راست اور درست تحریریں لکھی ہوئی ہوں۔ اور مودودی نے جو باتیں کہی ہیں وہ ہیں: ۱) اللہ کے رسول (یا اللہ کا خلیفہ) روشن دلیل ہیں، ۲) اہلکتاب اگر بھٹکے ہیں تو واضح دلیل اور احکام آنے کے بعد ہی بھٹکے ہیں، ۳) اللہ تعلیٰ منصوبہ بند طریقے سے کسی بھی کام کو ترتیب دیتے ہیں۔

حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام نے دعوی مہدی کے دلیل میں جو آیات قرآن حجت کے طور پر پیش فرمایں ان میں سورۂ بینہ اٹھارویں آیت مبارکہ ہے "کہ اختلاف نہیں کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی مگر بعد اس کے کہ آیا ان کے پاس بینہ" مہدیٔ موعود علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھ کو حکم دیا کہ ان لوگوں سے مراد جن کو کتاب دی گئی تیرے زمانے کے علماء ہیں اور بینہ سے مراد مہدیٔ موعود علیہ السلام تیری ذات ہے۔
(ہژدہ آیات۔ بندگیمیاں عبدالغفور سجاوندیؒ)

خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ نے اپنے دعوی مہدویت کے ثبوت میں جن اٹھارہ (۱۸) آیات کریمہ کو پیش فرمایا ان میں سورہ ھود کی آیت کریمہ "اَ فَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَ یَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ (سورہ ھود آیت ۱۷)
کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کرسکتا ہے، جو دلیل روشن پر قایم ہو اور جو اپنے رب کی جانب سے آیا ہے۔
اس کے بعد کی آیت مبارکہ دیکھیں "وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُو ا الْکِتٰبَ اِلَّامِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ ا لْبَیِّنَۃُ ۝
فتح محمد خاں جالندھری نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "اور اہل کتاب جو فرقوں میں بٹے ہیں تو دلیل واضح (بینہ)

کے آنے کے بعد ہی بٹے ہیں۔اور تفہیم القرآن کا ترجمہ یوں ہے۔ پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں تفرقہ برپا نہیں ہوا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس (راہ راست کا) بیان واضح آچکا تھا۔یعنی جن لوگوں کو کتاب دی گئی اور واضح بیان ہونے کے بعد بھی تفرقہ کیا۔اب یہی کام اہل قرآن بھی کر رہے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ اللہ کی کتابیں اور صاف احکامات ہونے کے بعد ہی لوگوں نے دین میں تفرقہ کیا ہے پس اسی طرح اہل قرآن بھی نافرمانی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

جیسا ہم نے پہلے بتایا الم نشرح چورانو (۹۴) سورۂ العلق چھیانویں (۹۶) آیت ہے،سورۂ قدر ستانوں (۹۷) اور سورۂ بینہ اٹھیانویں (۹۸) آیت ہے۔مودودی کے الفاظ میں اس کی ترتیب ''معنی خیز ہے''

سورۂ ضحیٰ کی تفہیم میں مودودی نے لکھا ہے کہ ''روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مدت تک رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول بند رہا.....اس پر رسول اللہ ﷺ سخت غمگین ہو گئے اور مخالفین بھی آپ کو طعنہ دینے لگے تھے'.......مشرکین نے کہنا شروع کیا کہ محمد (ﷺ) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا ہے یا ان سے رب ناراض ہو گیا ہے.......لامحالہ حضور ﷺ کو سخت پریشانی ہوئی آپ کو بار بار یہ شبہ گذرتا کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا کہ میرا رب مجھ سے ناراض ہو گیا ہو اور اس نے مجھے حق و باطل کی اس لڑائی میں تنہا چھوڑ دیا ہو۔حضور ﷺ کو تسلی دینے کے لئے سورۂ ضحیٰ نازل ہوئی اور کہا گیا کہ ان ابتدائی دور کے مشکلات سے آپ مطلق پریشان نہ ہوں ہر بعد کا دور پہلے دور سے آپ کے لئے بہتر ثابت ہوتا جائیگا۔اس کے بعد اس تسلی اور خوش خبری کو بیان کرتے ہوئے سورۂ الم نشرح میں کہا گیا کہ ''وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' اور تمہاری خاطر تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''جبریلؑ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح تمہارا ذکر رفع کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا۔(ابن جریر، ابن ابی حاتم، مسند ابو یعلی، ابن المنذر، ابن حبان، ابن مردویہ، ابو نعیم) ایسی ہی تفصیلات درمنثور، ابن کثیر، طبری، اور دیگر کتابوں میں درج ہیں۔

نزول کے لحاظ سے سب سے پہلی وحی ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ تھی۔لیکن سورۂ علق کو جس میں یہ آیت مبارکہ ہے سورۂ ضحیٰ اور سورۂ الم نشرح کے بعد رکھا گیا ہے۔سورۂ ضحیٰ میں آپ کو تسلی دی گئی سورۂ الم نشرح میں آپؐ کے ذکر کو بلند کرنے کی بات کہی گئی اس کے بعد نزول وحی کی پہلی سورہ ہے اس کے بعد سورۂ قدر ہے جس میں قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارے جانے کی بات ہے ''اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ'' ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل

کیا۔''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ ۱۸۵) رمضان وہ مہنہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔
''یہ وہ رات ہے جس میں پہلی مرتبہ خدا کا فرشتہ غار حرا میں نبی ﷺ کے پاس وحی لے کر آیا تھا وہ ماہ رمضان کی ایک رات تھی۔'' اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِی لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (سورۂ دخان ۳) ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا۔
اور اس کے بعد ''بینہ'' یا روشن دلیل یا اللہ کے رسول ﷺ اور (یا خلیفۃ اللہ کی بات) والی سورۃ ہے
غور کریں جب رسول اللہ ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا گیا (الم نشرح) 'وحی نازل کر دی گئی (العلق)
۔قرآن مجید نازل کر دیا گیا (قدر) اسکے بعد روشن دلیل کی بات ہے (بینہ) اگر ہم منکران مہدی ہی کی تحریرات میں مہدیٔ موعود آخر الزماں سید محمد جونپوری علیہ السلام کی بعثت کی حقیقت کو تلاشیں تو تمام سچایوں کی کڑیاں ایک دوسرے سے جڑتی نظر آتی ہیں۔کہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالی کی جانب سے مہدی موعود ہونے کی دعوت دینے کے حکم کو قرآن کریم کی آیات مبارکہ کو دلیل کے طور پر پیش فرمایا تھا وہ قرآن کے پیغام میں کی سورتوں اور آیات میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔جیسے کہ مودودی نے بینہ کے دیباچہ میں لکھا ہے 'قرآن مجید کی ترتیب میں سورۂ بینہ کو سورہ علق اور سورۂ قدر کے بعد رکھنا ''معنی خیز ہے' سورہ علق میں پہلی وحی درج کی گئی۔سورہ قدر میں بتایا گیا کہ وہ کب نازل ہوئی۔اور اس سورۃ (بینہ) میں بتایا گیا ہے کہ اس کتاب کے ساتھ ایک رسول (روشن دلیل) کا بھیجا جانا کیوں ضروری ہے۔
ہم کہتے ہیں کہ الم نشرح میں رسول ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا گیا ہے اسکے بعد وحی اور قرآن کے نزول کا ذکر قدر میں کر دیا گیا کہ وہ عظیم رات ہے جسمیں قرآن نازل ہوا ۔اس کے بعد روشن دلیل (بینہ) میں رسول کا ذکر یہ بتاتا ہے کہ خاتم الانبیا ﷺ کے ذریعہ قرآن پیش کیا جا چکا ہے اور اسے ایک عظیم قدر والی رات میں اتارا گیا ہے اب اس کے بعد اسکے بیان کا اہتمام بھی کیا جایگا۔اس کے لئے روشن دلیل مبین کلام خلیفۃ اللہ کا آنا اس سلسلے کی آخری کڑی ہے اور صاحب بینہ کا مقام کوئی عام مقام نہیں ہے۔اس کی وضاحت رسورۃ رحمٰن میں بھی کی گئی ہے۔رحمن نے قرآن کی تعلیم دی 'اس نے انسان کو پیدا کیا ' پھر اس کو بیان سکھایا'' پہلے معلم قرآن کے ذریعے قرآن کی تعلیم دی ائی پھر انسان کو پید کیا اور اس کو بیان سکھایا۔یہاں بھی بات منصوبہ بندی ہی کی ہے قرآن کریم جہاں کہیں (بینہ) روشن دلیل کا لفظ استعمال کیا ہے اسے پیغمبر' رسول' نبی اور اللہ کے خلیفہ کے معنوں میں استعمال کیا ہے جسے سورۂ ھود آیت ۲۷ ''(نوحؑ نے) فرمایا کہ اے میری قوم! یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے (بینہ) دلیل پر ہوں (جس سے میری نبوت ثابت ھے) دیگر مفسرین کی طرح مودودی نے تفہیم کیا ہے۔
یہاں روشن دلیل انہیں معنوں میں اللہ کا خلیفہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کا تابع تام ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ کے ذکر کو بلند

کر دیے جانے اور نزول قرآن کی عظمت اور حقیقت کے بیان کے لئے مبعوث کیا جانے والا ہے بعد جسے اختیار دیا گیا ہے کہ ''شب قدر'' کی نشاندہی اور اس کا تعین کرے اور اس عظیم نعمت کی عطا اور تعین پر ''دو رکعت لیلتہ القدر'' کو فرض قرار دے۔ان دو رکعت کا ترک کرنا اس قدر والی رات کی عظمتوں کا انکار کرنا ہی قرار پائے گا۔اس رات امام کے ساتھ نماز پڑھنا جو باجماعت ہوتی ہے اور فرض ہی ہوا کرتی ہے۔درمنثور کی یہ روایت تائید کرتی ہے۔

''امام طیالسی، ابن زنجویہ، ابن حبان، اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزہ رکھا۔تو آپؐ نے مہینے میں کسی رات ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا' یہاں تک کہ جب چوبیسویں (۲۴) کی رات آئی (جو جفت ہے) جو باقی رہنے والی سات راتوں میں سے تھی تو آپ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی' یہاں تک کہ رات کا تہائی حصہ گزرنے کے قریب ہو گیا۔(صحابہؓ کا یہ کہنا کہ بتا رہا ہے کہ آپؐ نے اس مہینہ رات کو قیام نہ کیا مگر! چوبیسویں کی رات (جو جفت ہے) کو قیام کیا (نماز پڑھائی) یہاں تک کہ صبح ہونے کو آئی) اور جب پچیسویں (۲۵) کی رات آئی (جو طاق ہے) تو آپؐ نے ہمیں نماز نہ پڑھائی۔اور چھبیسویں (۲۶) کی رات آئی جو باقی رہنے والی سات راتوں میں سے تھی (جفت) تو آپؐ نے ہمیں نماز پڑھائی۔یہاں تک کہ رات نصف سے زائد گزرنے کے قریب ہو گئی۔تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ہمیں رات کے بقیہ حصے میں نفل پڑھا دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں بلاشبہ جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کر واپس لوٹتا ہے تو اس کے لئے رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے (جیسے نماز فرائض کا قیام لکھا جاتا ہے) (یہ نماز مقبول ہو جاتی ہے) پھر جب ستائیسویں (۲۷) کی رات آئی (جو طاق ہے) تو آپؐ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی پھر جب اٹھائیسویں (۲۸) کی رات آئی (جو جفت ہے) تو رسول اللہ ﷺ اور دوسرے لوگ اکٹھا ہوئے اور آپؐ نے ہمیں نماز پڑھائی، یہاں تک کہ قریب تھا ہماری سحری کا کھانا رہ جاتا۔پھر مہینے کے کسی دن آپؐ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔

اس روایت میں یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ جفت راتوں کو نماز پڑھا رہے ہیں اور طاق راتوں کو نماز نہیں پڑھاتے ہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین کے کہنے پر کے ہمیں نفل پڑھا دیں کہتے ہیں کہ ''بلاشبہ جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کر واپس لوٹتا ہے تو اس کے لئے رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے'' کیا حضور ﷺ اس رات کی مقبولہ عبادت ''دو رکعت نماز فرض سے آگاہ کئے جا چکے تھے''؟؟ یا آپؐ کو وحی کی جا چکی تھی کہ اس رات اداء کی جانے والی نماز فرض قرار دی جائیگی؟ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ رسول مقبول ﷺ بارگاہ رب العزت میں معزز، محترم اور مقبول ہونے کے باوجود زیادہ سے زیادہ اللہ تعالی کی رحمت' قربت اور خوشنودی کے متلاشی رہتے

ورنہ کیابات ہے کہ آپ ﷺ اُمت کوتو طاق راتوں میں شب قدر تلاش کرنے کو کہہ رہے ہوں اورخود ﷺ جفت راتوں میں نماز پڑھاتے ہیں اور طاق راتوں میں نہیں پڑھاتیاورفرماتے ہیں کہ'' بلاشبہ جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کرواپس لوٹتا ہےتو اس کے لئےرات کاقیام لکھ دیا جاتا ہے'' یہاں اس حقیقت کویاد رکھنا چاہے کہ رسول ﷺ کا مقام کیاہے۔مسند امام حنبل (۸۱۶۶) میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے ایک ہی سحری سے **مسلسل** کئی روزے رکھنے اپنے آپ کو بچاؤ۔صحابہؓ نے عرض کیایا رسول اللہ ﷺ آپ بھی **مسلسل** روزے رکھتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا! میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں تو اس حال میں رات گذارتا ہوں کہ میرا رب خود ہی مجھے کھلاتا ہے پلاتا ہے''

نقل ہے کہ حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ'جو کچھ خدائے تعالی سے اپنے کانوں سےسنتا ہوں زبان سے تم کو پہنچادیتا ہوں خواہ یقین کریں یانہ کریں خدا جانے تم جانو (**نقلیات میاں عالمؒ**)

نقل ہے کہ حضرت مہدیٔ علیہ السلام نے فرمایا: جوشخص عمل کرے اوراس کے عمل سے فایدہ نہ ہووہ عمل ضایع ہے۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ نمازوں میں نماز فرض ہی ایسی نماز ہے جس کو درج کیا جاتا ہے جس پر پرسش ہوگی اوراس کے نہ اداکرنے پرعذاب ہوگا۔کیونکہ وہ اللہ تعالی کے حکم کی ادائگی اوراطاعت میں ہوتی ہے۔باقی نمازیں جیسے کچھ سنتیں اورنوافل بندے کی سہولیت اورمرضی کی ہیں اس میں اللہ کی خوشنودی تو ہے ہی مگرادائگی پرثواب ہے۔نہ اداکرنے پر عذاب نہیں ہے۔یہاں پر رسول اللہ ﷺ نے نمازوں کے ذریعہ اشارہ تونہیں دیا ہے؟ کہ رمضان کے آخری عشر میں ایک ایسی نماز ہے جوفرض کا درجہ رکھتی ہےجس کاانتظار کیا جانا چاہےاورآپ کی عترت یااولاد میں آنے والے **خلیفۃ اللہ** مامورمن اللہ کے حکم سے وہ اداکی جانے والی نماز لیلۃ القدر کی دورکعت ہیں! اسی لئےآپ ﷺ نے جفت راتوں میں تو صحابہ کے ساتھ اتنا قیام فرمایا کہ سحری کےفوت ہوجانے کااندیشہ ہوامگر طاق راتوں میں نماز نہیں پڑھائی۔جبکہ کئی روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے طاق راتوں میں لیلۃ القدرکوتلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔اس طرح آپ ﷺ نے اُمت کو پیغام دیا کہ لیلۃ القدروالی رات کی نماز امام کے پیچھے اداکی جائگی اوراسےلکھ دلیا جائے گا۔اس میں رات بھرقیام کرنے کا کامطلب دورکعت نماز ہے۔تو کیانماز فرض سے بہتر کوئی عبادت ہوسکتی ہے۔اورنفل نمازیں تو فرایض کابدل نہیں ہوسکتیں۔اسی لئےسورۂ قدر کی عظمت کوظاہر کرنے کے لئے **دلیل روشن** ''بینۃ'' کا آنا طےتھا اس لئےسورہ قدر کے بعد سورۂ بینہ۔اس **مبین کلام اللہ** کی آمد کااشارہ ہے۔اسی لئےرسول اللہ ﷺ جفت راتوں میں نماز پڑھاتے ہیں طاق راتوں میں نہیں پڑھاتے ہوئے'اس نماز کی امامت یااس بینہ کی ''امامت'' اوراس کی اہمیت'' بتاتے ہیں۔حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کوئی چیز بیان کرنے سے نہ چھوڑی حتی کہ

وہ پرندہ جو آسمان میں بازو پھیلاتا ہے اس کا علم بھی ہم سے بیان فرمایا (مدارج النبوہ)

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت منصور بن زاذان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ''سورج کے غروب ہونے کے وقت سے لے کر فجر طلوع ہونے تک فرشتے اترتے رہتے ہیں وہ ہر مومن کے پاس سے گذرتے ہیں اور کہتے ہیں " اسلام علیک یا مومن" اے مومن تجھ پر سلام ہو۔

یہاں مومن کے ساتھ تخصیص ہے مسلمانوں یا اللہ کے بندوں کے ساتھ خطاب عام نہیں ہے۔ ایمان کا تقاضہ یقین ہوتا ہے جس کو یقین نہیں اسے ایمان نہیں۔ مومن وہ جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام پر بغیر چوں بہ چرا عمل کرے۔ اپنے نفس کی پیروی کرنے والے مومن نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے اسلام لانے قرآن پڑھنے نماز، روزہ زکوۃ، حج کرنے اور کلمہ گو ہونے کے بعد بھی اللہ تعالی بندوں سے کہہ رہے ہیں'' یَآ یُّھا الَّذِیۡنَ 'اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡ فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً (بقرہ ۲۰۸) اے! ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ یعنی اپنی مرضی سے جس اسلام پر تم چل رہے ہو وہ آدھا اسلام ہے۔ اللہ اسکے رسولوں کا بتایا ہوا اسلام پورا اسلام ہے۔

امام ویلمی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے میری اُمت کو شب قدر عطا فرمائی ہے اور ان سے پہلے کسی کو عطا نہیں فرمائی۔ (درمنثور)

کچھ لوگ جان بوجھ کر حق سے چشم پوشی اختیار کرتے ہیں۔ مودودی نے سورہ علق کی تفہیم میں لکھا ہے کہ'' اللہ تعالی نے نبوت کے منصب پر سرفراز فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھا دیا تھا۔ اس طریقے کا ذکر قرآن میں کہیں نہیں ہے کہ اے نبیؐ کہ تم اس طرح نماز پڑھو لہٰذا یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر صرف وحی نازل نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی وحی کے ذریعہ سے آپؐ کو ایسی باتوں کی تعلیم دی جاتی تھی جو قرآن میں درج نہیں''۔

ایسی ہی باتوں میں مہدیؑ کا ذکر مہدیؑ کی بعثت کا مقصد مہدیؑ کی آمد کا مقام زمانہ قیام ماہیت کیفیت آپؑ کا مقام و مرتبہ سب کچھ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ہی معلوم ہوتا ہے قرآن میں صرف اشارے ہیں ہم خدا کی مرضی اور منشاء کو اپنے ناقص خیال سے نہیں بدل سکتے یا اپنی مرضی کے مطابق نہیں دیکھ پاتے۔ علم الغیب پر یقین کرنا ہی ایمان کا جز ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآن کو جس طرح تم سمجھ کر پڑھ رہے ہو تفسیر کر رہے ہو معنی و مطلب بیان کر رہے ہو وہ سب ظاہر ہے باطن کا علم اللہ کے رسول ﷺ اور صاحب بینہ کے پاس ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے ان سے کہا کہ اگر آپؑ کسی ایسے شخص کو زندہ کریں جو کشتی نوحؑ کو دیکھا ہو تو ہم

اس سے کشتی کے متعلق سوال کریں گے ۔

پس عیسیٰ ان کے ساتھ ایک نشیبی علاقے میں پہنچ گئے وہاں پہنچ کر آپ نے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور حواریوں سے پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے ۔انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانیں ۔عیسیٰ نے کہا یہ حام بن نوح کی قبر ہے ۔اس کے بعد انہوں نے اس نشیبی جگہ پر اپنا عصا مارا اور کہا اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا ۔یہ کہتے ہی زمین پھٹ گئی ۔اور اس میں سے ایک بوڑھا شخص اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھا عیسیٰ نے اس پوچھا کیا تمھارا انتقال بڑھاپے میں ہوا تھا ۔اس نے جواب دیا نہیں بلکہ میرا انتقال جوانی میں ہوا تھا ۔میں نے یہ گمان کیا کہ قیامت قایم ہو چکی ہے اس خوف سے میرے بال سفید ہو گئے ۔

عیسیٰ کے حواریوں نے حام سے کہا: آپ ہمارے ساتھ چلیں تا کہ اطمینان سے بیٹھکر باتیں کریں تو انہوں نے جواب دیا ٗجس شخص کا رزق دنیا سے ختم کر دیا گیا ہو وہ کس طرح آپ لوگوں کے ساتھ جا سکتا ہے ۔پھر عیسیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے لوٹ جاؤ وہ دوبارہ مٹی میں چلا گیا ۔(طبری) یعنی ہم خدا کی مشیت کو بدل نہیں سکتے وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے وہ مرضی کا مالک ہے ۔یہ انسانی فطرت ہے وہ مردوں کے ساتھ بات چیت کرنا چاہتا ہے زندگی اور حیات بعد الموت کے راز جاننا چاہتا ہے وہ اپنے جیسا سب کو بنالیا چاہتا ہے ۔حتیٰ کہ وہ قرآن کے کھلے پیغام کے باوجود خود کو خلیفۃ اللہ کے مقام پر متمکن دیکھنا چاہتا ہے جب کہ یہ ممکن نہیں ۔اسے اپنی حیثیت اور کمتری کا پہلے جایزہ لے لینا چاہیے یہی بندگی ہے ۔جب وہ نیستی کو اپنالیگا تو معرفت الٰہی کے اسرار اس پر منکشف ہونگے ۔

رمضان کا پہلا عشرہ رحمت ٗ دوسرا دوزخ سے نجات تیسرا عشرہ انعام واکرام کا ہے ۔قرآن کریم شروع ہوتا ہے وعدہ وعید سے وجود آدم سے حقیقت کاینات سے ملایکہ کے ذکر سے انسانوں اور جنوں کے شر وفساد کے ذکر سے پیغمبروں کا آنا پیغام سنانا انسانوں کی اطاعت بندگی سرکشی گناہ بغاوت پیغمبروں کو ستایا جانا اللہ تعالیٰ کا قہر وغصب اس کے بعد قیامت اس کی ہولناکی آخرت میں گناہوں کی پرسش اللہ تعالیٰ کی عدالت ,اور قرآن کے آخری حصے میں سورہ قدر ہے جس میں فرشتوں کے ساتھ جبریلؑ کا آنا انسانوں کا حال دریافت کرنا ذکر ہوا ہے ۔اللہ تعالیٰ قدر والی رات یہ دیکھتے ہیں کہ جو قرآن کا پیغام تھا اس کا نسل انسانی پر کیا اثر ہوا ہے ۔اس وقت جو نظر اللہ کی رحمت کی پڑتی ہے اطاعت گذار بندوں پر اگر اس رحمت سے کسی کو کچھ حصہ نہ ملا تو پھر زحمت ہی زحمت ہے ۔

مہدیٔ موعود علیہ السلام نے فرمایا میرے لوگ عیسیٰ سے ملاقات کریں گے ۔اور عیسیٰ کے بعد قیامت کا قایم ہونا بیان ہوا ہے ۔اور یہ بھی بیان ہوا ہے کہ قیامت برے لوگوں پر قایم ہو گی یعنی اللہ کے مطیع وفرماں بردار لوگوں پر

قیامت قایم نہ ہوگی۔اس سے ظاہر ہے اچھے لوگ ختم ہو چکے ہونگے۔صرف برے لوگ ہونگے۔قیامت سے پہلے اچھے لوگوں کواللہ تعالی اٹھالیگا۔قیامت کی دہشت کا مزہ چکھنے کے لئے اشرار کفار مشرک اور خدااور رسول ﷺ کے نافرمان اور جان بوجھ کر قرآن وشریعت کیخلاف کرنے والے ہی رہ جائینگے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''معاملہ (دنیا) میں شدت بڑھتی جائیگی اور دنیا میں ادبار (افلاس'ذلت'اخلاق رذیلہ) بڑھتا ہی جاے گا لوگ بخیل سے بخیل تر ہوتے جائینگے اور قیامت انسانیت کے بدترین افراد پر قایم ہوگی'اور قرب قیامت کامل ہدایت یافتہ شخص صرف حضرت عیسیٰؑ بن مریم ہونگے''

(سنن ابن ماجہ جلد۳، ۴۰۳۹)

ایک بات اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ قیامت انسانیت کے بدترین افراد پر قایم ہوگی۔دوسری یہ کہ اس حدیث سے عیسیٰؑ ابن مریم جیسے واحد ہدایت یافتہ شخص کا قرب قیامت ہونا بیان ہے جو مہدی وعیسیٰؑ کے اجتماع کا ایک ہی وقت وزمانہ میں نہ ہونا ظاہر ہورہا ہے۔چونکہ مہدی کے معنی 'ہدایت یافتہ' کے ہیں۔یہاں یہ حدیث مبارک اعلان کررہی ہے کہ اس وقت ہدایت یافتہ صرف عیسی علیہ السلام ہونگے۔اس طرح بھی مہدی وعیسیٰؑ کے اجتماع کی نفی ہورہی ہے۔

کسی چیز یا حقیقت کو تلاش کرنے کا حکم اس سے نفع حاصل کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔مگر یہ کیا؟ تمام عمر اور قیامت تک تلاش ہی کرتے رہ گےاُس سے نفع حاصل نہ کیا تو اس چیز کا تلاش کرنا لاحاصل ہی ہوا۔جس چیز کو دنیا میں تلاش کرنے اور اس کا نفع آخرت میں حاصل کرنے کا حکم ہواس سے فایدہ نہ ہوا تو اس کا کیا نتیجہ۔یہ ایک لایعنی سوچ ہے۔جو چیز آموجود ہوئی مل گئی خلیفہ اللہ نے نشاندہی کردی اللہ کے حکم کے ذریعہ اس کے باوجود اس سے فایدہ نہ حاصل کیا تو پھر تلاش کرتے رہنا کیا معنی؟ یہ بالکل ایسا ہے کہ کوئی دنیاء کی سب سے بلند پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنا چاہتا ہے پہنچ بھی جاتا ہے اسے پتہ ہے کہ اس سے بڑی اور کوئی چوٹی نہیں ہے پھر بھی بضد ہے کہ میں اس سے بلند چوٹی تلاش کروں گا تو یہ نادانی ہے۔

ابن مسعودؓ نے فرمایا جو شخص ارادہ کرے علم اولین وآخرین کا تو چاہے کہ اختیار کرے قرآن کو اور کہا بعض علماء نے ہر آیت کے ساٹھ فہم ہیں اس آیت کی سمجھ سے جو چیز باقی رہ گی ہے وہ زیادہ ہے سات سے اور کہا قرآن کا آخری حصہ ستہتر ہزار دوسو علموں کو حاوی ہے کیونکہ ہر کلمہ کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔اور ایک انتہا ہے اور ایک ابتداء اور قرآن میں تمام علوم کی طرف اشارے ہیں اور ہر وہ بات جو فکر کرنے والوں کو مشکل معلوم ہوتی ہے قرآن

میں اس کی طرف اشارہ ہے ۔(منہاج التقویم میں بندگیمیاں عبدالملک سجاوندیؒ)

زوارف میں ابن مسعودؓ کے قول کے بیان میں مامن ایة الا و لھا قوم سیعلمون بھا کوئی آیت نہیں ہے مگر اس کے لئے ایک قوم ہے جو معلوم کرے گی اس آیت کے معنی' ابن مسعودؓ کا یہ کلام تحریص دلانے والا ہے ہر طالب صاحب ہمت کو اس اس بات پر اس کی ہمت مسموعات پر منقطع نہ ہو جائے۔اور یہ صاف کرے کلام وارد ہونے کی جگہ کو اپنے دل سے تا کہ سمجھ جائے ان معنی کے دقایق کو (منہاج التقویم میں بندگیمیاں عبدالملک سجاوندیؒ)

تاریخ اسلام میں حضور اکرم محمد ﷺ کے بعد کسی بھی انسان نے کسی بھی نماز کو فرض قرار نہیں دیا سوائے حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کے جنہوں نے لیلۃ القدر کی دو رکعت نماز کو فرض قرار دیا ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؑ مامور من اللہ تھے' اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ لیلۃ القدر کی نماز کو فرض قرار دینے کا مقام کیا ہے' یہ بات صرف تابع تام رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ کی متقاضی تھی ۔یہ حکم صرف خلیفۃ اللہ مراد اللہ مامور من اللہ ہی دے سکتے تھے ۔جو قران کریم کے مطابق ایک دلیل روشن تھے ۔مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اپنے دعوائے مہدی کے ثبوت میں جن آیات قرآن مجید کو بطور حجت پیش فرمایا اس میں سورۂ آل عمران کی یہ آیت بھی ہے ''فَاِنْ حَآجُّوْکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ لِلّٰہِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ط وَ قُل لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ط فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اھْتَدَوْا ج وَّ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ ط وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ (ال عمران، آیت ۲۰) پس اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں تو آپ کہ دیں اے محمدؐ میں تو اپنے کو متوجہ کر چکا ہوں اللہ کی طرف' اور وہ بھی متوجہ کر دے گا اپنے کو اللہ کی طرف جو میری پیروی کرنے والا ہے ۔حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالی نے میرے لئے یہ حکم کے کہ یہ مَن (مَن اِتبعن کا مَن) خاص ہے اور اس سے مراد صرف تیری ذات ہے کوئی اور نہیں ۔

نعمت کو قبول کرنے کے لے قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے ۔سورۂ قدر کے انوار کو قبول کرنے اور جذب کرنے کے لئے بھی قابلیت ضروری ہے اور قابلیت پیدا ہوتی ہے تعلیم اور تربیت سے ۔جب تعلیم اور تربیت ہی ناقص ہو تو فکر و عمل میں تضاد پیدا ہو جاتا ہے ۔اسی لئے نفس کے زیر اثر انسانوں میں بغاوت سرکشی اور ہٹ دھرمی کا عنصر نمایاں ہوتا ہے ۔اگر لیلۃ القدر کے انوار کو قبول کرنا ہو تو وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' کی حقیقت کو سمجھنا چاہے کہ آخر اللہ تعالی نے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے ذکر کو بلند کرنے کی بات کیوں بندوں کو بتا رہا ہے کیونکہ یہ وہ ہستی مبارک ہے جس کے نور سے یہ کاینات معرض وجود میں آئی ۔جن کے قلب اطہر پر اللہ تعالی نے اپنا کلام نازل کیا وہ کلام جسے قدر والی رات میں اتارا

گیا" اِنَّآ اَنْزَ لْنٰہُ فِی لَیلَۃِ ا لْقَدْرِ' وہ کلام جولوح محفوظ میں تھا جو دنیا کے سینکڑوں اربوں سینوں کو روشن ومنور کرنے والا تھا روئے زمین کے چپہ چپہ سے اس سے نور کی روشنی اور شعاعیں پھوٹنے والی تھیں جو نور آسمانوں میں تھا وہ زمین کے طول وعرض میں پھیل گیا اسی نور کو دیکھنے کے لئے ہر ماہ رمضان مبارک کی ستائیسویں شب کو جبریل فرشتوں کی معیت میں زمین پر اتر آتے ہیں کہ فرشتوں کو دکھانے کے لئے کہ اللہ تعالی نے پیدائش آدم پر فرشتوں کی پریشانی اور وسوسے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا "انی اعلمو ما لا تعلمون" کہ اے فرشتو دیکھو میں نے اولادآدم میں شرافت اطاعت و بندگی کے ساتھ اس کے نفس کو بھی آزادی دے رکھی تھی اور شیطان اس کی رگ وپے میں سرایت کر جانے کی قابلیت بھی رکھتا تھا لیکن ! اللہ تعالی کے حبیب ﷺ نے بندگی واطاعت کو معراج پر پہنچا دیا تو ان کے تابع تام نے احسان کو ثابت کر دکھایا ۔حجابات کے پردے چاک کر دینے کا کمال پیدا کر کے دیدار کی منزل آسان کر دی اس میں نہ صرف سرور کائنات ﷺ بلکہ آپ کے تابع تام "بینہ" (یا روشن دلیل) نے بھی بندوں کو اپنے نفس کو اطاعت کرنے اور شیطان کے مکروفریب سے باز رہنے کی تعلیم اور تربیت فرمائی تا کہ ارشاد پر کھرے اتریں " وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَا لْنسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْ نِ میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت یعنی اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ہے ۔رسول اکرم کی طرح مامور من اللہ مہدیٔ موعود ایک دلیل روشن تھے اپنے متبوع کی طرح جن کی گواہی دیتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا تھا۔ "اَ فَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَ یَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِنْہُ (سورہ ھود آیت ۱۷) کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے' جو دلیل روشن پر قایم ہو اپنے رب کی جانب سے آیا ہے ۔اسی حقیقت کو مکرر سکرر دہراتے ہوے اللہ تعالی نے سورہ بینہ میں ان دونوں روشن دلیلوں کو پیش فرمایا ہے"وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْ تُو ا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآئَتْھُم ُا لْبَیِّنَۃُ یہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعلیٰ کے بتائے ہوئے اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اوران کے تابع تام کے بتائے ہوئے طریقے تعلیم اور تربیت کے ذریعے ہی ان انوار قرآن سے فایدہ حاصل کیا جا سکتا ہے نہ کہ اپنی مرضی اپنی پسند اور اپنی سہولیت سے اللہ کو پایا جا سکتا ہے ۔سابقہ امتوں کی ہزار مہینوں کی عبادت کا ثمرہ لیلتہ القدر کی ایک رات میں اور اس رات کی انوار کا ثمرہ دو رکعت نماز فرض میں ۔اس بات کا اشارہ رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے اور اسی لئے ایک صاحب بینہ یا دلیل روشن کا اہتمام ہے ۔یہ اللہ تعالی کی منصوبہ بندی ہے (مودودی کے الفاظ میں) کیونکہ اللہ تعالی کا ہر پیغمبر' نبی' رسول اور خلیفہ ایک دلیل روشن ہوتا ہے۔ کسی پر صحیفہ اتارا جاتا ہے کسی پر تنزیل کی جاتی ہے کسی کو معجزہ عطا ہوتا ہے کسی کو دیدار کرایا جاتا ہے ۔

احیاءالعلوم میں حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں "سعادت ایمان پر بعض لوگ اعلی درجات پر فایز ہوتے ہیں

بعض کم پر، بعض ادنیٰ درجے پر، سعادت دینوی ہو یا اخروی، سعادت کے یہ درجات معرفت ایمان کے تفاوت کی وجہ سے ہیں۔معرفت نور ہے اس نور کے بغیر باری تعالی سے ملاقات ممکن نہیں "نُوْرُ ھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیدِ یھِم وَ بِایمَا نِھِم (پ ۸ ۲ آیت ۸) ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا۔روایتوں میں ہے کہ لوگوں کو اس نور کی یکساں مقدار عطا نہیں ہوگی، بعض لوگوں کو پہاڑ کی مانند نور عطا ہوگا، بعض کو اس کم، اور کسی شخص کو انگوٹھے کے بقدر نور عطا ہوگا۔وہ (اس کا) نور کبھی چمکے گا کبھی بجھ جائے گا......................(احیاء العلوم)

آدمؑ کی لغزش کا معاف کیا جانا، نوحؑ کی کشتی کا کوہ جودی پر ٹھرایا جانا، ابراھیمؑ کو آتش نمرود سے رہائی، یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی، موسیٰؑ کو فرعون سے نجات، ۱۰ محرم کو۔

خاتم الانبیا ﷺ کی عظمت کا اظہار کیا جانا معراج میں ۲۶ رجب کو۔ارواح مؤمنین کی مغفرت کی دعا کیا جانا شب برات کو۔لیکن! اللہ کے مقبول بندوں کو انعام عظیم سے نوازا جانا لیلۃ القدر کو۔مگر بندگی وہ جو اللہ کی مرضی کی ہو صرف سجدہ سجود کی بندگی نہیں مقام احسان کی بندگی، یا تو ہم اسے دیکھ رہے ہوں یا وہ ہمیں دیکھ رہا ہے"، پنجوقتہ نمازیں نماز مخصوصہ ہیں وہ اطاعت اور ادائیگی فرض ہیں۔دو رکعت نماز بھی مخصوص ہے اللہ کے رسول ﷺ اور تابع تام رسول اللہ ﷺ خلیفہ اللہ کے ذریعہ فرض کی گئی۔

احیاء العلوم میں حضرت امام غزالیؒ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ" ان لربکم فی ایام دھر کم لنفحات الا فتحر ضو الھا تمہاری زندگی کے ایام میں باری تعالی کی رحمت کے بہت سے جھونکے ہیں تم ان کی تاک میں رہو"

الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المو منین (النمل ع۲) تمام تعریف اللہ کے لئے سزاوار ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

سید یوسف بنگلور

جمعرات ۳۱ مئی ۲۰۱۲ مطابق ۹ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ